بعون صانع بیمکان و فضل خلاق زمین و آسمان
اکثر وہ المنہ گردید سوم فتاوی معتبرہ مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار
سیر
غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در المختار
جلد سوم
مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا
اعلان — اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب منشاء ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء ہوئی ہے

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ ہمیشہ واسطے فروخت کے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہیں کتب مذہب اہل سنت وغیرہ کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

(فقہ) اُردو

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔
مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔
حقیقۃ الصلوٰۃ ۔ مع رسالہ بے نمازان ۔
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری ۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی ۔
کشف الحجابات ۔ ترجمہ اُردو مالا بدمنہ از مولوی محمد نور الدین ۔
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثانیہ (۳) سہ صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل ۔ از افاضات مولوی عبد السلام ۔
شرع محمدی منظوم ۔ مسائل فقہیہ از محمد حنان تنہ جاری ۔
تنبیہ الغافلین ۔ مسائل وغیرہ ۔
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین نبگلوری ۔
جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔
کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان ۔
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین نبگلوری ۔
اشرف المسائل ۔ از مولوی اشرف علیخان ۔
رسالہ تجہیز و تکفین میت ۔ از محمد عمر ۔

ایضاً فارسی

ہدایہ ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو درس میں متداول ہر دو مجلد کامل ۔
شرح سفر السعادت ۔ از مولانا عبد الحق دہلوی [illegible]
حج الحج ۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔
تحقیق الانساب ۔ از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق ۔
تذکرۃ الجمعہ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔
بنیان ۔ در علم نماز و روزہ از ملا معین الدین ۔
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی ج
نامِ حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔
مائۃ مسائل ۔ صد مسائل از مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔
مسالک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی الہ یار خان ۔
فتاویٰ برہنہ ۔ جامع الابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔
قدوری ۔ شرح جدید مولانا ابو القاسم جدید الطبع ۔
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔
کنز فارسی حاشیہ مفتی نصیر الدین کرمانی تحشیہ سے مزین
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ جدید الطبع [illegible]
شرح مختصر وقایہ کو رمیری ۔ از مولانا عبد الرحمن سمرقندی ۔
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت حیوانات ۔
رسالہ قاضی مطلب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔

ایضاً عربی

ابو المکارم ۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف ۔
برجندی ۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔
جامع الرموز ۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول ۔
فتح القدیر ۔ پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم ۔
عینی ۔ یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینیتابی معروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح چہار مجلد ضخیم ۔
ہدایہ ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشیہ مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل ۔ دو مجلد ات میں (مجلد اول) دونوں جلدیں الگ الگ عبادات

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

بعون صانع ملکین و مکان فضل و خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ ربع سوم فتاوی مقتدائے مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد سوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوکر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جسمیں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق ۱۲ مذکور ہو چکے یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اسکے بعد معاملات شروع ہوئے انہیں ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اسمیں معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتداء معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبۃ للوقف ازالۃ الملک لکن لا الی مالک وہنا الیہ فکانا کالبسیط والمرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالۂ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالۂ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنے ازالۂ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی مترجم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب سے لہذا التعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہوسکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف نے بیع کو بصیغۂ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہے یعنے لفظ بیع کا ہرچند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مفید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض وہ

وہ فاسد ہے یا نفیذ کا ہے وہ لازم نہیں وہ باطل ہے اور مبیع یا ثابت ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے
اور مراد دین سے بیان نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق
یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اُسکو بیع مطلق کہا اور بیان دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول کے
زائد پر تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہے یا بیع اُس ثمن پر ہے کہ جس پر بائع و مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا اتفاق
ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اسباب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا ہو لغۃ مقابلۃ
شیء بشیء مالا او لا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل
کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے لہذا مال کا اُنپر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا
کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی یہی
ہے اور اصطلاح لفظ شرا اور شراء اور ابتیاع بھی تملیک کو رسے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع و مشتری کے فعل پر بطریق
اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور شراء اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہے اور معنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے
۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جنہوں نے خرید کیا تھا اُنسے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وہو من الاضداد اور لفظ بیع کا اضداد سے ہے یعنی
خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کی لفظ کے مانند ویستعمل متعدیا بنفسہ او بمن للتاکید وباللام یقال بعتک الشیء وبعتہ لک فہی زائدۃ قالہ
ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے
عرب بولتے ہیں بعتک الشیء وبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی
یعنے قاضی نے اُسکا مال بدون اُسکی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کی
لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے وشرعا مبادلۃ شیء مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع میں بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ
مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ اُنمیں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں
وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ
المال بالمال بالتراضی) یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
میں ہے کہ مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اُسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے
تمول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم (قیمت رکھنا ۱۲) ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعا اسکی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے
وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اُس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور
جبکہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اُسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی
وجہ مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے
طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اسواسطے کہ فقط ایجاب
اُسمیں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا

ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلے میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ
ایسا نہیں بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے سے منع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط العوض وجہ مخصوص سے نکل گیا
اگرچہ مبادلے میں داخل نہ تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہے کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے
بیع نہیں لیکن بنظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمفیدہ ما لا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہیں
لیکن بیع درہم کی درہم سے جو کہ وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کہتا ہے اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب
بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت میں تفاوت ہو چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو روا ہے بیع جائز ہے بسبب فائدے کے
کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر صیرفیہ اور صحیح نہیں بدلنا اور بیچ کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے
حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں کے حصے برابر ہیں سو انکا مبادلہ صحیح نہیں اسواسطے کہ اس میں کچھ فائدہ
نہیں ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ ورنہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم
ہے تو بیع جنس بہم جنس سے بطریق نسیئے ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب
والقبول وہما رکنہ او بیع ہوتی ہے قول او فعل سے قول تو ایجاب او قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کہتا ہے فتح القدیر میں ہے کہ رکن
بیع ایجاب او قبول ہیں جو تبادل پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی
رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین میں تمیز اور وہ ولایت ہے
جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو صبی اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہو
اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے
متعاقدین میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہیں اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا تو اسکی تصدیق
نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق میں چھتیس شمار کیے ہیں جسکا جی چاہے اسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے
بیع میں شرط یہ ہے کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر او خنزیر خارج ہوگیا
مسلم کے حق میں اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر او طحطاوی نے کہا مبیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے
وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنے
بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک
ثابت ہوگی ہم کہتا ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اسکا حکم تابع تسلیم مبیع او ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اسکی
استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز
بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا
جوتنا پھر اسمیں بیج بونا پھر اسکا سینچنا او حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود
بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا و علی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان میں اسکو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہونے
اس طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک مبادلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے مطلوب کو یا زبردستی وہ شے چھین لیتا یا سوال

کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہین تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے مین بقاء مکلفین مقصود ہی اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے
کذا فی الفتح وصفتہ مباح مکروہ حرام واجب اور بیع کی صفت یہ ہی کہ بعضی بیع مباح ہی اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہی بیع مباح وہ ہی جو مسلمانون مین
کثیر الوقوع ہی اور مکروہ وہ ہی جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہی اور اسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہی اور واجب یتیم کی بیع ہی جب یتیم کے ہلاک
ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن
اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہی ہم کہتا ہی قرآن مین ارشاد ہوا (واحل اللہ البیع وحرم الربوا) یعنے اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا
اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہی اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہی بیان سے اور قیاس سے یہان
قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہی جس سے
بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہین ہوسکتے فالایجاب ہو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین فالقبول ما یذکر ثانیا
من الآخر سو ارکان بعت اور اشتریت سو ایجاب وہ ہی جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اسکا
نام ہی جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہی اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری
کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہی اور مشتری کا قول قبول ہی اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا
تو مشتری کا قول ایجاب ہی اور بائع کا قول قبول فتح القدیر مین ہی کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہی مطلقا اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہی جو
رضا سے اول پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہی اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول
سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم ینعقد بیع الہزل لعدم الرضا بحکمہ معہ
ایجاب اول کلام اول کا نام ہی جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کرنے کے
واسطے ولہذا اکراہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہوجاتی ہی اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین
خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرے ہم کہتا ہی بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہی دونون جانب کی رضامندی سے
سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہی (ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید مین تراضی یون ارشاد
فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اسکا مقتضی ہی کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہی فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق
مین صحیح ہی کہ وہ فاسد موقوف ہی رضامندی پر آیندہ اور اسکی شرح مین صحیح ہی کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہوجاتی ہی اسواسطے کہ اہل بیع سے
صادر ہوتی ہی محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہی تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ویرد علے
التعریفین ما فی التاتارخانیۃ لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونون کی تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر ایجاب اور
قبول ساتھ ہی نکلین تو بیع صحیح ہی یعنے اس صورت مین ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین سالم نرہین لکن فی ا
لقہستانی انما سالم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی مین ہی کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہون تو بیع منعقد نہوگی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہی یعنے اگر
سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلین تو جواب ادا نہوگا اعادہ اسکا لازم ہی پھر شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین
ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہی واللہ اعلم ویرد علے الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علے
مال وسیجیء فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہی اگر عتق

ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے
ایجاب یا حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ
صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ایسا ہی الآن کے
مانند ہے یعنی میں تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور نہر میں ہے
کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ہم کہتے ہیں کہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اسکے استعمال
میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ
بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں و اما المتمحض للاستقبال فکالامر لا یصح اصلا الا الامر اذا دل على الحال کخذہ بکذا
فقال اخذتہ او رضیت صح بطریق الاقتضاء فليحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہو یعنی جس پر سین یا سوف داخل ہو تو وہ امر کے
مانند ہے اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے
لیا یا میں راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضاء کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اصح یہ ہے کہ
مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر
اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے بلفظ استقبال بیع منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور
مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی نہر الفائق میں کہا کہ خذہ بکذا استدعا ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ امر کا صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت
مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعا ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعا خذہ کا بطریق اقتضا کے
انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعتکہ فخذہ یعنی اسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہ رواج ہے کہ ایجاب یا قبول
بصیغہ امر ہوتا ہے مثلا مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ
مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا
اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وتصح اضافتہ الى عضو
یصح اضافة العتق الیہ کوجہ وفرج والا فلا کظہر وبطن اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق
کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ
پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل على معنى بعت
واشتریت کنحو قد فعلت ونعم وہات الثمن وهو لك وعبدك وفداك وخذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے
مانند اس قول کے کہ ہاں میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھپر فدا ہے یا اسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری
میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے فعل کیا یا یوں کہا کہ قیمت دی
تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور جو ذکر کی ہیں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام
ہے یا تجھپر فدا ہے تو بیع تمام ہوگئی لکن فی الولوالجیة ان بدا البائع فقبل المشتری بنعم لم ینعقد لانہ لیس بتحقیق وبعکسہ صح لانہ جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ
اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہکے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اسکے یعنی

اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وفی الفتاوی نعم بعد الاستفهام کہل بعت منی بکذا بیع
ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعت فلانه یا فلان فبلغه غیره جاز البیع اور قنیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے ہے کہ کیا تو نے
مجھ سے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سوا اوسی فلاں نے
اسکو خبر کردے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کردی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیه ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغه فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابة او رسالة لیبیع بعد مجلس بلوغها اور موقوف الصحة نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص
غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلاں غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بالاکتابت
و رسالت اور اسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ
کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم کذا فی الہدایة وصدر الشریعة کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظهر خلافا للثانی فله الرجوع لانه عقد
معاوضة بخلاف الخلع والعتق علی المال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانه یمین چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں درصورت قبول غائب بنابر قول
اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق
بعوض مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اسواسطے
کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایة ثم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اسواسطے
کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب¹ کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے ہوا ما الفصل التعاطی
وهو التناول قاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی
القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیزوں میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف
کرخی کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی اور نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جس کی قیمت
دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع کا منعقد
ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی و فعلی کو اجناس ناطفی میں ہے
کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسیطرح
اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب نے گوشت
دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاویگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبه یفتی فیض
تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنابر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الفیض ثم فتح القدیر میں ہے کہ اس پر بنا
ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین
سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن و مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے
مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جاوے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاوے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بالقول الصحیح اذا لم یصرح معه
مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراهم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیها بها لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جبکہ تعاطی کے ساتھ عدم
رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی کما لو کان بعد

¹ ایجاب کرنے والا ۱۲

کذا فی السراج الوہاج اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول دے تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر وصی اسکی چیز اپنے یتیم کو بیچے … مفید یتیم ہو جائز ہے کذا فی النہر الفائق
وصی کا حکم کی قیمت … کو … درہم دے کر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت اپنے طفل … مثل … کے سبب سے فاذا اوجب
واحد قبل الآخر ان شاء فی المجلس لان خیار القبول مقید بہ یعنی جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اسکو قبول کرے
مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید بمجلس ہے یعنی مجلس ایجاب تک ہے پس قبول کرنے سے بیع ثابت ہوگی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے
آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی الجوہرة النیرة اور مجلس سے وہ مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل پایا جاوے جو اعراض پر
دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو جس میں ہو جو ایجاب کو فسخ کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب
مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان ایک ہی ہو … بکل المبیع بکل الثمن او ترک لانہ یلزمہ تفریق الصفقة بعد ایجاب میں
عاقد ثانی اگر بیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے … صفقہ … کو جدا کرنا لازم آتا ہے … اور
اصطلاح فقہ میں صفقہ سے عقد مراد ہے … ایک چیز ہو یا … تو جائز نہیں کہ بعض کو قبول کرے … یا بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہیں بالتفریق عقد لازم آتا ہے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مشتری کا
اختیار ہے … چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے
لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب
اور قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اور رضی الآخر وکان الثمن منقسما علی المبیع بالاجزاء کمکیل و موزون یا راضی ہو جاوے
دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو بیع کے اجزا پر جیسا کہ مکیل و موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر
گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خریدے اور بائع اس پر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب
ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لا ای وان لم یرض الآخر بعدم جواز البیع بالحصة ابتداء کما حررہ الوافی اور اگر ثمن بیع کے
اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر یا بالقبول راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتداء میں جائز نہیں کذا حررہ الوافی المحشی للدرر
فہم اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزاء نہو بلکہ انقسام بالقیمة ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑون کو
بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگر بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو جیسا کہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید
سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے
کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقولہ بعتہما کل واحد بمائة وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد وہو المختار کما فی
النہر نقلا عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع نے یون کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑون کو بیچا ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے
لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ نہر الفائق میں برہان سے منقول ہے اور صاحبین کے نزدیک
تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک صفقہ متعدد ہونے میں تکرار لفظ
بعت شرط ہے اس طرح پر کہ (بعتک ہذین العبدین بعتک ہذا بکذا وبعتک ہذا بکذا) یعنی ان دو غلامون کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو
پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کے قول کو یون ترجیح ہوتی ہے کہ … ثمن … کافی ہے …

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو رکنہا ہی بیع ثابت ہو نہ متبایعین اسکا جواب یہ ہو کہ یہ اول جو واضع شے ہی یہان حقیقت بعض لفظ کے معنی سے مجاز
آتی ہو جیسے مخبر کی حقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر وقت حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا
اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف صریحا ہو تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اسکا جواب یہ ہو کہ شرع اور عرف میں تفرق
رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہو قال اللہ تعالی (وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ) یعنی متفرق نہین ہوے اہل کتاب
مگر بعد اسکے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہو کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پہ متفرق ہوے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں
افتراق رجال سے صریحا افتراق اقوال مراد ہو نہ افتراق ابدان اب امام اعظم رح کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال
اللہ تعالی (یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود) یعنے اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع عقد ہو قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی (لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون
تجارۃ عن تراض منکم) یعنے نکھاؤ اپنے اموال کو فیمابین خود باہم بطریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے
تجارت برضامندی صادق آتی ہو بلا توقف علی التخییر تو اس آیت مین حق تعالی نے خریدی کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی
(واشہدوا اذا تبایعتم) یعنے گواہ کر لو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہو قبل خیار
بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو مقصود مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا
تا قرآن اور حدیث کے مطلب مین اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہو کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک
انمین سے عقد معاوضہ ہو کہ بلا اختیار مجلس بمجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہو علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر مختصر
وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہو مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ہم مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ
دانست مقدار مبیع اور ثمن مشروط ہو اور انکا ذکر کرنا شرط نہیں سو اگر بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین
تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا اسباب مال بیچا جو اس گھر مین ہو منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اسمین کیا ہو تو بیع فاسد ہو
اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہو تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہو اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت
ما فی البیت کمتر ہو جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہو صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کسی نے اتنی مشکین فرات کے
پانی کی مثلا خریدیگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہو تو جائز ہو بسبب رواج کے اور یہی حکم ہو پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہو اور قیاس مین جائز نہین
اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہو اور ظاہر یہ ہو جواز پر دلالت کرتا ہو اور مقدار معرفت مبیع اس صورت مین شرط ہو جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین
چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہو پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہو اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو
نہ جانتے ہون اور اسی طرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے راس المال
کے یا جیسا مثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہان تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس مین علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہو مع اختیار اور اگر
کوئی چیز خریدی کی سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور
مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل رہی اسی واسطے بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے
اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خریدا اور اس شہر مین دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہو اور مشتری
نے اشیاء مذکورہ مین سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسون پر منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا کوئی اور چیز

خرید فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو تعدد متعین ہو جائیگا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس
سے اور اگر مناسبت میں شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لفظہ ما و صفت ثمن کہ مصری ہے او دمشقی اور صحت بیع کے واسطے
وصف ثمن کی دانست شرط ہے جیسا کہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے
اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع سے مقصود ہونے کا فائدہ
حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک
معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد
وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی میں تو موجب ہو اس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی رد المحتار جیسا کہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ
لا مشار الیہ [illegible] ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور اسمین شرط نہیں جسکی طرف اشارہ ہو کیونکہ
[illegible] ہوجائیگی کیونکہ اشارہ سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی
ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم انزاع کے شرط
نہیں سو اگر بائع کہے کہ میں نے اس گیہوں کے ڈھیر کو ان درہموں سے جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ دراہم نظر آتے ہیں [illegible] صحیح قول کی بنا تو
بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نا گنجائش باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہیں کذا فی النہر [illegible] اولی اتفاقا اور اس مال
سلم ہو کیلی یا موزون ناخلافا لہما کما [illegible] وقت کہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہو اپنی جنس سے یا سلم ہو بالاتفاق امام اور صاحبین کے یا
سلم کا راس المال نہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آویگا تم یہ بدلہ ہوا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں
اس صورت میں ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنی جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بدلنا بلاکیل اور وزن
صحیح نہیں کہ بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم میں اگر
راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اسمین
کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول الا کو ملا اتفاقا کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام
ہے راس المال میں نہ مسلم فیہ میں اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اسوقت موجود نہیں کیونکہ وہ مؤجل ہے فرع مسئلہ شارح کا کہنا
الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر لیس ہی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی میں ہو اور جو دراہم اسمیں ہیں باہر
معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اسمیں اختیار ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح
ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جب فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا
ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ میں اسکو خریدتا ہوں بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اسمیں وہ دراہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو دراہم
شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع میں نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہیں اور اگر اسمیں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار
نہیں بخلاف اسکے اگر اسنے کہا کہ میں نے خریدا بعوض اسکے جو اس خم میں ہے پھر ان درہموں کو دیکھا جو اسمیں ہیں تو اسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو
اسواسطے کہ جو تھیلی میں ہے اسکی مقدار خارج سے معلوم ہوجاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اسکو اختیار ہوگا
اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود میں خیار الرؤیۃ ثابت نہیں وصح بثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن [illegible]

اور یہی اصل ہے صم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ حلول مقتضا
عقد ہے اور اجل یعنے مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے و موجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن موجل سے جسکی مدت
معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہنچے صم یعنی اس ثمن موجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہو اور وہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا
کریگا اور مشتری اسکا انکار کریگا لہذا المجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع موجلا صرف لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاویگی اسی کا
فتوی ہے کذا فی النہر شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اسکا قول معتبر ہو جو مدت
کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا صم اختلاف نفس مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر
بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول ہو اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی فساد ہے کما
اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ
مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنے اختلاف مدت اور مقدار
مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونوں
مختلف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی و یبطل
الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے صم مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کر کے ثمن ادا کرے تو فوت سے حکمت مدت
مقرر کرنے والا مر گیا تو اسکا متروکہ اداے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فرع مسائل ہیں شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا مسمی او مجہولا کنیروز و حصاد و صار موجلا صفتہ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسے نوروز
یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے میں صفتہ کی جگہ ثابتہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعطک کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل بزازیہ بائع کے ہزار
درم ہیں مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینہ میں سو درم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیہ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی
البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرط ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں بائع نے انکی ادا میں
قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہکر کہ اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور
یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے صم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت وما یکثر وقوعہ ما لو اشتری بقطع رائجۃ فکسدت بظہر یا جدیدۃ
یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بثباتہا لمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا مالم الغالب غشہا فجیدہا وردیہا
سواء اجماعا انما مالم الغالب غشہ ففیہ الخلاف کما یجئ فی فصل القرض فتنبہ و بہ اجاب مسعودی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر
چلن کے روپیوں سے خریدا پھر انکا رواج موقوف ہو گیا اور سکہ نیا پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا اسکے
اسکے کہ رواج دینے کا حکم کرنا حاکموں کو ممکن نہیں بسبب منع کرنے بادشاہ کے انکے رواج سے اور انکی قیمت نقرہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے
اسواسطے کہ جس سکے کی چاندی کی ملاوٹ غالب نہ ہو کی چاندی برابر ہوتی ہے عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام اور صاحبین کے اور جس چاندی
میں ملاوٹ غالب ہوگی اسمیں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل میں آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا مسعودی افندی نے صم طحطاوی نے کہا قاعدہ غش باب صرف میں مذکور ہے نہ قرض میں اور قرض میں رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وهذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ اسلیے صحت بیع ثمن مؤجل اسوقت ہے جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے
کذا فی الفتح ہم ثمن دین سے ثمن نقد ابریشم مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور اسکے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے
اور اگر ثمن کپڑا ہے یا گھوڑا ہے یا اور اسباب تو اسکے اوپر مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے و بخلاف جنسہ ولم یجمعھما قدر لما فیہ من ربوا النسا کما سیجئ (او التاجیل ١٢)
فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل نہو اسواسطے کہ اسمیں تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا
میں آویگی ہم خلاصہ یہ ہے کہ بیع ثمن مؤجل درست ہے دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف
جنس ہو یعنی جیسے کہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں
کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ بیاج ہے والاجل ابتداؤہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمنذ سقوط الخیار
عندہ فائدہ اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہے اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع
ہوگی امام کے نزدیک کذا فی النہایہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے ولو اشتری بثمن مؤجل الی سنۃ منکرۃ فالاجل سنۃ
ثانیۃ بعد التسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکرۃ تحصیلا لفائدۃ التاجیل اور اس مشتری کے لیے جسنے سال
غیر معین کے ثمن مؤجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین
کی مدت میں تا مقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہ ہے کہ مشتری نے ادا ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب
اور قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع میں تصرف کرکے ادا ثمن پر قادر ہو
یہ قول ہے امام کا خلافا للصاحبین فلو معینۃ او لم یمتنع البائع من التسلیم لا اتفاقا قال المصنف منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع
نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے ہم اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور
اسی طرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی
کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ محل اختلاف امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتداء
مدت عقد کے وقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمی قدرہ لا وصفہ ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جس ثمن کی
مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا
کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے ہم یعنے جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس
شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمیں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھریگا اگرچہ اس شہر میں
اور دراہم بھی موجود ہوں جنسے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر میں ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ جب شخص
نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں بعوض اتنے دنانیر کے سو اسنے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی
معتبر ہوا انتہی وان اختلفت النقود مالیۃ کذہب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجہالۃ
اور اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اسوقت فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کردے
ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہوجانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہے اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں باعتبار
رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت رفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی

قید لگائی کہ اگر نقود والیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہو مشتری کو اختیار ہو جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود والیت اور رواج دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہو باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع الطعام

ہر چیز جو عرف المتفقہ مین اسم للحنطۃ و دقیقہا کیلا و وزنا و جزافا مثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہو بیع طعام کی پیمانے سے ناپکر اور بطور تخمین اور انکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اسکے آٹے کا نام ہو اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہو بمعنی مجازفۃ ہم کہتے ہین کہ علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہو بدون کیل اور بلا وزن اور ابن نجیم نے کہا کہ مجازفت بیع مین عبارت ہو شمار اور اندازہ سے اور مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے سبب کہ بیع انکل سے جائز ہو لیکن بلا کیل اگر ربوا کا سبب دور ہو جائے جیسا کہ اسکا اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین قہستانی سے منقول ہو کہ انکل کی بیع مین شرط یہ ہو کہ بمیزا اور شمار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن راس مال سلم لشرطہ معرفۃ قدرہ کما صح لو کان بجنسہ ودون نصف صاع و لا ربوا فیہ کما مر یعنی بیع مذکور بطور تخمین صحیح ہو جب کہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو جیسا کہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہو چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو جیسا کہ اناج نصف صاع سے کمتر ہو اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین ربا نہین چنانچہ باب الربوا مین آویگا

ومن المجازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ مقید بہما وللمشتری الخیار فیہا نہر اور مجازفہ مین ہو بیچنا برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہو کذا فی النہر ہم کہتا ہون نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہو کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہو اور حقیقت مین کیل نہین ہو شرط صحت یہ ہو کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہو اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہو اس صورت مین کہ خریدے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یون ہو کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی اختیار ثابت ہو انتہی وہذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر ما یملأ ہذا الطست جاز سراج اور یہ جب ہے کہ برتن کی پیچی اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہو جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہ کوٹھری بھر جاے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جاوے کہ طاس کو بھر دے تو جائز ہو کذا فی السراج وصح فی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہو بیع ہر قسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہو اناج کے ڈھیر کی بیع مین اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہو ایک ڈھیر ہو گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہین تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہو اور مبیع فی نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کی صاع یا کسیر کا ہو اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہو کہ ایک صاع مین بیع لازم ہو بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہو واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقررہ او سمی جملۃ قفزانہا بلا خیار لو عند العقد وبہ لو بعدہ فی المجلس وبعدہ عندہما وبہ یفتی اور صحیح ہو بیع سب ڈھیر مین اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنے جہالت قبل انقضا ے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیئے

تو بیع صحیح ہوگی با اختیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہو اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے
نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہے مترجم کہتا ہے قفیز ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اس میں
سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان قیل یلزم البیع بلا رضی من البائع الظاہر نعم ہر صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا اختیار
بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اسکا فسخ معتبر نہ ہوگا اور مشتری سب پیمانہ کو
لیگا کذا فی النہر ایضاً و فسد فی الکل فی بیع ثلثۃ اشیاء قسمتہ کقطیع الغنم و ثوب کل شاۃ و ذراع اصنہ و نشر بکذا اور تمام میں بیع فاسد ہے
ہر ایک بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے … لا مام عتاب … مترجم
اور شاۃ اور ذراع میں الف لام … ہے مترجم کہتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان میں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہے یا کپڑے
کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اس واسطے کہ افراد ریوڑ کے مختلف ہیں تو قیمت …
ہر ایک فرد … نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہوں کے
ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اسکے دانوں میں تفاوت نہیں ہے … حال …
کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر میں صفت مبعض کی قید لگائی ہے یعنی کپڑا … کے …
قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گز دو گز اترنا موجب نقصان نہ ہو تو چاہئے کہ امام کے نزدیک اسمیں ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایۃ البیان و ان علم عدد الغنم فی المجلس … صح … علی الاصح اور اگر بھیڑ
بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے مترجم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم
ہونے سے صحیح ہوگی و لو رضیا العقد بالتعاطی و نظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب
تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج مترجم کہتا ہے رقم کے معنی نقش کے ہیں جسکو … میں آنک کہتے ہیں
اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اسکی رقم کے یعنی جو ثمن کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں
سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم کے تفرق ہوا تو
فساد مؤکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے اس واسطے کہ بسبب رقم کے
جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہو گئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اسکو جائز رکھا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا
عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل
کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے و کذا الحکم فی کل معدود متفاوت کالابل و عبید و بطیخ و کذا
مافی بتبعیضہ ضرر کمصوغ و اوانی بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود متفاوت میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے
ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع و لو سمی عدد الغنم و الذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقاً اور اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑے کے گزوں کا
شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل میں بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے مترجم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور یہاں جو مذکور
ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و الی …
کل الی الافراد ان علم المعلم نہایتہا فان لم تعلم فلا استغراق کیمین و تعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث …

یہ ہے کہ بائع نے زمین بیچی سو روپیہ کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسّی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہوگا چاہے ساٹھ یا
اسّی گز پوری قیمت کو سو روپیہ دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپیہ سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اسمیں
بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور مکیل اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہ لغت میں نہ
اصطلاح فقہ میں وصف شیٔ اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شیٔ کا اور منفصل نہو اس سے جب اسمیں حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے
میں اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اسمیں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز
کافی ہو لہٰذا بعضوں نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جاوے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا
کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصودا
بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او فسخ لتفرق الصفقۃ
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز
بعوض درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہوگیا ہے بسبب علیحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر کے
یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ہے پھر ساٹھ گز نکلا تو
مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہوگیا وکذا اخذ الاکثر کل
ذراع بدرہم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری ہر گز عوض درم کے پاوے یا فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو
کیونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہٰذا زائد کے خریدنے میں مشتری کو اختیار ہوا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع
من دار او حمام وصححاہ وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان ازالتہا بیدہما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے
اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے ہم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے
نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے
زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہوسکتا مگر معین اور متشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے
تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے
دونگا مشتری کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع
نہیں اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا
بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے
تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ
سہم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے
تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم اره وینبغی انقلابہا صحیحۃ لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی
نہر باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں تو میں نے اسکو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت
ہو جاوے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر اشتری عدلا علی انہ عشرۃ اثواب فنقص او زاد

عمامہ او یا مانند اسکے اور اگر پاس اپنی تھان ہو جسکا قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونے کے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو
بائع کو پھیرے جیسا کہ مکیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہوا انتہی حلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کے پاس سے بیچے تو جائز ہو مانند بیع عشر کے ڈھیر سے
اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی **علیٰ انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ و زیادۃ و نصف** بلا خیار لانہ انفع فیہ
و بتسعۃ فی تسعۃ و نصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمد یاخذہ فی الاول بعشرۃ و نصف بالخیار و فی الثانی بتسعۃ و نصف بہ و ہو اعدل الاقوال بحر و اقرہ
المصنف وغیرہ ثابت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام و علیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مخالف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر
کہ وہ دس گز ہے ہر گز عوض درم کے تو مشتری یا اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو
نافع تر ہے اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اسکو ساڑھے دس درم
سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے
ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے کہ امام کی دلیل
یہ ہے کہ ذراع وصف ہے اصل میں اور حکم اصل کا اسوقت لیتا ہے جب مقصود پائی جاوے تو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی حالت پر وصف
بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم
کے مقابل ہوگا البحر و اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ امام کا قول
قول صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اسواسطے کہ فتوی قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر بالکلیہ غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہے اسی
کے واسطے بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کرچکا ہے اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب فصل فیما یدخل

فی البیع تبعا و ما لا یدخل فصل ہے اسمیں جو بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل مبنیۃ
علیٰ قاعدتین احداہما ما افادہ بقولہ **کل ما کان فی الدار من البناء** یعنی کل ما ہو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل
کی بناء دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو
شامل ہو عرفا میں وہ مبیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے
نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہے جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ
بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہوگی تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اسواسطے کہ گھر عبارت ہے زمین اور عمارت سے و ذکر الثانیۃ بقولہ **او متصلا بہ تبعا لہا**
دخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار و ہو ما وضع لا لان یفصلہ البشر دخل تبعا و ما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے
اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے اتصال قرار یعنی جو اسواسطے
بنی ہو کہ آدمی اسکو اکھاڑ ڈالے جیسا کہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسے متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں جیسا کہ لکڑی کی سیڑھی
جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو و ان لم یکن من القسمین فان کان من حقوقہ و مرافقہ دخل بذکرہا و الا لا اور جو دونوں قسموں میں سے نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ بیع سے
متصل ہو اتصال قرار ہو اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے قواعد
اس فصل کے اور صاحب نہر نے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل
ہو عرفا وہ بیع میں بلا ذکر کے داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہو مبیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں

مضمون مین ہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع مین ہو تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہو گا و الا نہین کذا فی الطحطاوی فیدخل البناء و المفاتیح المتصلۃ اغلاقہا کضبۃ وکیلون

دون نفقۃ لا القفل لعدم اتصالہ و السلم المتصل و السرر و الدرج المتصلۃ و الرحی لو سفلہا مبنیا و البکرۃ لا الدلو و الحبل ما لم یقل بمرافقہا

فی بیعہا ای الدار تو گھر کی بیع مین عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہین کہ اُس سے جدا نہین ہوتین جیسا کہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اُسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور گھر کی بیع مین داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین مین گڑا ہوا ہو اور چکی اگر اُسکا نیچے کا پاٹ زمین مین گڑا ہوا ور کنوئین کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے ضبہ غلاف ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی مین کلید انداو بند در کہتے ہین یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اُسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اُسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع مین داخل ہے اور اگر منتقل اور منقول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ مین ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور منقول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اُسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ وہ ڈول اور رسی جو اُسپر معلق ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اُسکی دیوار گر پڑی سو اُسمین لڑکا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملہ عمارت مین استحکام کے واسطے جیسا کہ لکڑی کے مجوسے تو اُنکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اُسکا مالک ہے اور جنبر کی مین ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو جیسا کہ بازارون مین ہوتا ہے تو داخل بیع نہو گا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستان اور اسی طرح گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہے فتح القدیر مین ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اُسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو تو کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اُسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البیر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجی فی باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر مین ہے سو گھر کی بیع مین داخل ہے کذا فی الفتح جیسا کہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کاسے حلوائیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے تغار اور تیلیون کی مٹھو اور مٹکے اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ سب زمین کی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر وفی الحمار اکافہ ان اشتراہ من المزارعین واہل القری لا من الحمریین اور گدھے کی بیع مین اُسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور گدھے والون یعنے جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہون اُنسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہو گا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگرون کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین وتدخل قلادتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسی کہ گدھے کے گلے مین بندھی ہے وہ حمار کی بیع مین داخل ہے عرفا مین لیکن جہان اُسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی رگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریۃ اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گھوڑا بکے اور اُسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہین بلا تعیین یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا او لا بقی او گاے کا دودھ پیتا بچہ گاے کی بیع مین داخل ہے اور گدھی کی بیع مین اُسکا بچہ داخل نہین خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ گاے کا دودھ بخوبی حاصل نہین ہو سکتا بدون اُسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلے مین بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے و یدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہا تعطیہما ہذا او غیرہا او غلام اور لونڈی کے بکنے سے اُنکی بیع

ہیں داخل ہوتا ہے یعنی وہ لباس جو پہنا لونڈی یا غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ انکو وہی لباس دے جو اُنکے بدن پر ہو یا سوا اُسکے اور هم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہوں تو
داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العنایۃ اگر بیع ہوا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت وتمامہ فی النصیر فیہ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اس طرح کہ بائع
اُسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اُسکا نصیر فیہ میں ہے و یدخل الشجر فی بیع الارض
بلا ذکر فیدخل فی المسئلتین فبالذکر اولی شجرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا اذا باعہا لانہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے
بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر شاخ خشک داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر رہا ہے کذا فی الفتح
تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلاذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلاذکر عمارت داخل ہے اور زمین
کی بیع میں اشجار بلاذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہوگیا تو بطریق اولی داخل ہونگے اذا کانت موضوعۃ فیہما کالبناء للقرار اشجار
زمین کی بیع میں اسوقت داخل ہیں جب کہ وہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا اصلا لقلع زمن الربیع ان صلہا
لا تدخل ودان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل ربیع میں اکھاڑے جاتے ہوں
سوا اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اسکا
بیان شرح وہبانیہ میں ہے هم علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور شکر داخل نہیں کہ یہ بمنزلہ زراعت
ہے اور گلاب اور آس اور چنبیلی کے پھول بلاذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور انکے پھول داخل ہیں اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہیں اور روئی کا حکم بجائے
اثمار داخل نہیں اور انکی جڑوں میں دخول کے دو قول ہیں اور عدم دخول اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور زعفری نے
کہا کہ بیگن کے پھول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہو وہ داخل نہیں اور تکا جراد و پیاز اور بالفعل سیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر سیدہ
نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلاذکر داخل نہیں اور آس کے پھول میں [illegible] داخل نہیں ہیں [illegible] اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کیا انتہی کما فی
کذا فی الطحاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ
بارض الخلیل ہو کان الکرم اور قنیہ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین کی گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور ایسے ہی
وہ ستونیاں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جنپر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں جنکا نام ارض خلیل ہے کذا الکرم هم وثائل جمع ہے دثل
بفتحتین کی یعنی رسی خرما کی رسی اور بعضے نسخوں میں بجائے وثائل دعائم ہے جمع دعیرہ کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو
جنکو بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جنپر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف
وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالتبع داخل ہیں اُسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف
کے مانند ہے اور مصنف نے اُسکو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے ذکر کیا ہے هم نہر الفائق میں کہا و لہذا قنیہ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اُسکی عمارت جاتی رہی
تو کچھ ثمن ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ
خارج ہوجاتی ہیں چنانچہ قریات کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہرپناہ خارج ہوجاتی ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا جسمیں مسجد ہے اور اُسکو مستثنیٰ کر لیا ہے تو
ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اسمیں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضرور ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلہ پر ہو انتہی فی الفتح ولا یدخل
الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبتت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح المجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لئے زراعت کے
مگر جب کہ کھیت جما ہو اور اُسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح المجمع هم زراعت اسواسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوگی کہ وہ متصل

باتصال قرار نہین بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنے آدمی نے اسکو بہیت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہین اور اگر جما ہو اور قیمت ہے تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے مع زراعت اگر دوسری قیمت زائد ہوئی پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنے اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایکسو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہے

ولا الثمر في بيع الشجر بدون الشرط عبر بنا بالشرط وثمه بالتسمية ليفيد ان لا فرق بينهما وان هذا الشرط غير مفسد ... بالثمر اتباعا لقوله صلى الله عليه وسلم الثمرة للبائع الا ان يشترطه المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع مین بدون شرط کے یعنے مشتری کے مصنف نے یہان یعنے دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنے دخول زراعت مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط و تسمیہ مین کچھ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنیکے لئے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اسکو شرط کرے اور مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوتی ہو تابیر یعنے تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمین ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشترى ارضا فيها نخل فالثمرة للبائع الا ان يشترطه المبتاع یعنے جو ایسی زمین خریدے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرے یہ حدیث مطلق ہے اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل مین تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہین تو مشتری مالک ہے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلا مؤبرة فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع) کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہین اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالی اعلم ويؤمر البائع بقطعهما الزرع والثمر وتسليم المبيع الارض والشجر عند وجوب تسليمهما فلو لم ينقد الثمن لم يؤمر اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کر لینے کا یعنے زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنے زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین ہے معلوم رہا کہ درخت کا خریدکرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھودنے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہے کہ جڑ مع بیٹ کھود لے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیئے اور یہ جائز نہین کہ جڑ کے باریک باریک ریشون تک کھودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اشاخین نکلینگی اُنکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم ہوگا اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط مین ہے بحر الرائق مین کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی چنانچہ نہر الفائق مین ہے اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہے

اور جہان زمین ما تحت الشجر داخل ہو تو اُتنی داخل ہو جتنا وہ درخت موٹا ہو بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا تو مالک زمین کو
اختیار ہو کہ اُتنا چھیل ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہونچی ہین وہ داخل بیع نہین اور اسی پر فتوی ہو جیسا ہین کذا فی العالمگیریۃ **ان لم یظہر صلاحہ لان**
ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہو اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے
کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہو تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم بیع پر جدا کر کے **کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ ثمر حیث یجبر الورثۃ**

علی قطع الثمر ہو المختار من الروایۃ ولوالجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمول علی ما اذا رضی المشتری فہ
چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر کچھ پھل ہین اور وارثون پر زبردستی کیجائیگی کہ پھل کے قطع کرنے پر یہی
روایت مختار ہو کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہ روایت ہو کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اُجرت مثل دیگا یہ محمول ہو
جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے یہ کذا فی النہر یعنے اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہو **ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر**
صلاحہا او لا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہو اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے
تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہو اور باقی مین اتفاق ہو اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے
جو لائق انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط اترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہ بالاتفاق
صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی تنہا ہی ثمار کے بعد ظہور صلاح تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع
ہوئی تو اسمین شیخین اور محمد مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہو جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سو ائمہ ثلثہ کے نزدیک
جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہو اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہو کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہو کہ اُسمین پختگی اور شیرینی
ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحیحین مین انس سے روایت ہو (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا وعن بیع النخل
حتی تزہو قیل ما تزہو قال تحمار او تصفار) یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اُنکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع
یہان تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہو کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح او صلاح کو ابن عمر
نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہو کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہان تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے
مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہو جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہو یہ کہ مشتری اُسکی شرط کرے تو حدیث
مین پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی
کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہو اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہو اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا
محل نہی یہ ہو کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنے کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو
نسائی وغیرہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے تو کس طرح اپنے بھائی کا مال تجکو حلال ہوگا یعنے اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی
اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہو تو اسمین احتمال مذکور کی گنجایش نہین
تو حدیث نہی اُسکو شامل نہوئی اور جب کہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہو اور اس تقریر
سے ثابت ہوگیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہو بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف
ولو برز بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر یہ سبب ہے کہ یہ بیع صحیح نہیں اور شمس الائمہ حلوانی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی اھ
قید اکثر سے بین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد
اصل ہے بیع اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل و حرج کے کذا فی الطحاوی **ویقطعہا**
المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں اھ قطع بعد البیع [illegible] لازم ہے تاکہ
بائع کی ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے **وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع** حاوی اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم
رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی **وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت**
الثمرۃ للتعارف وکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علی قولہما الفتوی فتنبہ او یعنون
کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جب کہ پھل بڑھ چکا ہے بسبب التعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے کہ
عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے
اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی [illegible] شیخ [illegible] مدنی نے کہا شارح سے یہاں [illegible] واقع
ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوی [illegible] سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا و
ترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا [illegible] لفساد بیع میں [illegible] اسواسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری
مول لیا مطلقا یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہے اسکو تصدق کرے فقیروں پر ہم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے
کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا اسی قدر زیادتی ہے کذا فی العینی مثلا تیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور
چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی
وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشئ اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنے اسواسطے کہ ثمار
کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے [illegible] ہوا کذا فی شرح العینی **وان استاجر الشجر الی**
وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن وان استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر
لفساد الاذن لفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع میں درختوں کو اجارہ سے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ
باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا بترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول
ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے
اسکی تحریر کی ہے ملتقی کی شرح میں اھ وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود [illegible] ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہیں اور
معدوم [illegible] تضمن کی نہیں بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب
بالکل فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا **والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ ای مساقاۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء** اور پھلوں کے خریدنے اور درختوں پر رکھنے کا حیلہ یہ
مشتری درخت کو بطور معاملہ کے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ہم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے بہلے لے کہ پھل [illegible] اور
کر کے شرح ملتقی میں کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہ زمین [illegible] سے یہ درخت بطریق معاملہ لیے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے

مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر قطن وضرع من نوی وحب قطن ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی
اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا برعرف اور رواج کے فقط یہ جواب ہے
سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا
فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہین بولتے کہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر
یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بال کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے لکہ انکی
طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعدّ ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے
کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنے تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو انکی مزدوری بھی
بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سنبلۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت
اور ناج کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ھو الصحیح ہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایہ ہے کذا فی البحر خلاصہ مین ہے کہ قطع ثمر کی اجرت
مشتری پر اسوقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء برد بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ
کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی الفتح
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے
بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اسکی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ
البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور
دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان
دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنے اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر
ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے وسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعۃ اولا
دیا جائے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون
اور بائع نے شیٔ مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین ہو گیا
کیونکہ مبیع اسکے ملک مین داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جاویگی اور بائع کا
حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن معین کرنے سے معین نہین یہان تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری
اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا
ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون
اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین جیسا کہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز
نہین ذکرہ العلامہ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہو گیا
تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے یہ سواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا
اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو حبس مبیع تا استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن میعادی کی مدت مقرر ہو گئی ہے

تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہو اور بعض موجل تو استیفائے ثمن حال تک حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اسکے
حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق
ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کرسکتا تیل خریدا اور بوتل دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کرکے دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت
میں تو یہ قبض ہوگیا اور اسی طرح ہر کیلی اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا
اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نکیا یہانتک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو
لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے ورنہ نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ ہوتا
ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی رکام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا
دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرض اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الخلاصہ وفی بیع سلعۃ بمثلہا
او ثمن بثمن سلما معا ای معا لیکن احدہما دینا کسلم وثمن موجل او سلعۃ کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اسکی مثل دوسرے
ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا
جیسا کہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اسواسطے
کہ دونوں متاع متعین ہیں یکسان اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ ہی نہیں
اسواسطے کہ اسمیں تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کرلی ہو تو اس سے تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے
اور بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق میں ہے کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا
قبل سقوط خیار نہیں کرسکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل [illegible]
کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے
کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک
وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہا غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علی
الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط
کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کردیا تیرے اور مبیع کے مابین میں تو اگر وہ نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری
قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلا گانون کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم و قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار
کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ
صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت
نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع
کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہون کو بالیون میں بیچا اور بائع نے انکو
تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھری کے گیہون
خرید کیے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہے اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر جیسے گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ میں نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اسپر قبضہ کیا تو یہ حقیقت قبضہ نہیں اور اگر گھر قریب
ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہو تو اسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وجدہ
ای البائع الثمن زیوفا فلیس له استرداد السلعة وحبسها لسقوط حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلك كما لو وجدها رصاصا او ستوقة
او مستحقا کما لو وجد الثمن یعنی بائع نے ثمن کو ایسا کہوٹا پایا جسکا لینا دینا سوداگروں میں رائج ہو مگر سرکاری یا دشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو متاع
پھیر لینے اور اسکے حبس کرنے کا اس سبب سے اختیار نہیں ہے کہ اسکا حق بائع کے تسلیم کر دینے سے ساقط ہوا اور زفر نے کہا اسکو اسکا اختیار ہے چنانچہ
اگر دراہم رانگ کے ہوں یا انپر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہوا چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی العینی یعنی اگر
راہن نے دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کہوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیر دے اور رہن بمثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فی بعض
بدل دراهم الجياد التي كانت له على زيد زيوفا على ظن انها جياد ثم علم بانها زيوف يرد الزيوف ويسترد الجياد ان كانت قائمة
والا فلا یرد ولا یسترد خالد نے اپنے کہرے روپیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کہوٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کہرے ہیں پھر اسکو معلوم ہوا کہ
وہ کہوٹے ہیں تو انکو پھیر دے اور کہرے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کہوٹے روپے خرچ ہوگئے ہوں تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم ذلك عند القبض فانه
اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جبکہ اسکو قبضہ کرنے کے وقت انکا کہوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد
کما لو کانت رصاصا او ستوقة اور ابو یوسف نے کہا اگر کہوٹے روپے صرف ہوگئے ہوں تو ویسے ہی کہوٹے پھیر دے اور کہرے پھیر لے چنانچہ اگر رانگ
کے ہوں یا انپر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضه ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال
الشافعی ہو احق به كما لو لم يقبضه المشتري فان البائع احق به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتري مفلسا فوجد البائع متاعه
بعینه فهو اسوة للغرماء شرح المجمع للعینی خرید کی کوئی چیز اور اسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہوں
کے یعنی دام ساہی اور قرضخواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری
نے قبضہ نکیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ مشتری مفلس مر جاوے پھر بائع اپنی
متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہوں کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ (من ادرك ماله بعينه عند رجل قد
افلس فهو احق به من غيره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح
نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے
اسلئے کچھ حاجت نہیں وتمامه فی حاشیة المدنی فروع مسائل متفرقة شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعه الاكار لرب الارض جاز وكذا عكسه
لا الا اذا كان البذر من الاكار فیصح خانیہ ان یجوز یعنی نصف کہیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے
اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدہا کہیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی
الخانیہ باع شجرا وترکها مشتری الی ادراک الثمر وحینئذ یستعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارته خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع
الفصولین قال فی النهر ولا فرق بینه وبین المشتری البائع کہ پہل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پہل داخل بیع نہوگا اور اسوقت چاہیے
درخت عاریت لیا جاوے مشتری سے پہل پکنے تک پہر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا
پہلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتری اور بائع میں ہم یعنی عنقریب مذکور ہوگا کہ اگر

مشتری فقط پھل خرید کرے بدون درخت کے تو اُسپر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور
قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار الشرط کے احکام میں خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑ دیں
وجہ تعلق یہ ہے بیان تقسیم بیع میں فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ دُر میں مصرح ہے صاحب دُر نے کہا کہ بیع کا ہے
لازم ہوتی ہے اور کا ہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمیں بعد موجود ہونے نفس ارکان بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمیں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا
اسکو پہلے ذکر کیا اُسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ
تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجھکو اختیار ہے
یا مجھکو چند روز اختیار ہے یا مجھکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجھکو تین دن یا اس سے کم میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یون کہے
کہ مجھکو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحاوی
معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں
عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اسکے سر میں زخم لگا تھا تو اُسکے واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز کا
اختیار مقرر فرمایا تھا اُس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر لا خلابۃ یعنی مجھکو فریب
نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مجھکو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے
روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا انہین سے
تین خیار وہ ہیں جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوے ہیں یعنے باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب و خیار التعیین و الغبن و النقد
و الکمیۃ و الاستحقاق و التغریر الفعلی و کشف الحال و خیانۃ مرابحۃ و تولیۃ و فوات وصف مرغوب فیہ و تفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع و اجازۃ عقد الفضولی
و ظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار التعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار
کر لے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنے اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع میں اختیار ہے
اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہ کہ خریدی بعوض اُن دراہم کے
جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اسکو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہیں اسواسطے کہ نقود میں خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار استحقاق
یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار التغریر فعلی یعنے ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گاے کے تھن چند روز باندہ رکھنا
تا بہت دودھ دار نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خریدی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے
ہموزن ہو اور خیار کشف میں خیار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع میں لیکن بسبب تفرق صفقہ
مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی
ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہیے کل ثمن سے لے چاہیے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں با صورت مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہو

بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور جو صفت مرغوب فیہ ہے کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اسکے
ظاہر ہوا تو مشتری کو اختیار ہو جاتا ہے کہ کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا
اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو
اپنے لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی مبیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر
اور مرتہن اسکو جائز رکھیں تو مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ میں احکام الفسوخ قال والفسخ بالاقالۃ والتحالف فیما لو اختلفا فی الثمن [illegible]
تو کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اسباب خیارات کے اسباب کا اثر یہ پہنچا اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف
کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر انکاری
ہوئے تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کریگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے اسکو قاضی
فسخ کرتا ہے کذا فی الجلبی عن الاشباہ واغلبہا ذکرہا المصنف یعرف من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی
مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرط الخیار للمتبایعین ولاحدہما ولغیرہما ولو بعد العقد لاقبلہ تاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا
بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے
ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط بیچ عقد کے وقت
یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلاشرط تو اختیار ثابت
نہوگا کذا فی البحر فی بیع کلہ او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں جیسا تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ
وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہے فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے
شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنابر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار
شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کم میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ بیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر
(جلد بگڑنے والی ۱۲)
وہ چیز خریدی کہ جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر
یا مبیع کو لے اور تجھے ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی
وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنے اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جیسے کسی
نے کہا توقیت مجہول جیسے [illegible] کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہوا اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت
(کوئی وقت مقرر کرنا ۱۲) (ہمیشگی ۱۲)
مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجکو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر الا انہ یفسد فلکل فسخہ فلا فالہا بیع نہیں تین دن
سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنے
صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ
خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنے اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہایۃ
ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگڑ کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جاگڑ لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں بخلاف
ہیوزان اجازہ من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا خلافا لہ اظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر

یہ بیع ہر طریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو
سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری کا ثمن دست اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو
اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد
تو عتق نافذ ہوگا کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ فان اشتری کذلک
الی اربعۃ ایام لا یجوز خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنے مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار
دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح
نہیں فان نقد فی الثلاثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے
تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع بالاتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا امام
یعنے مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں فا سے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے
اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اسی کی انواع سے ہے چنانچہ صاحب کنز اور درر و غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا
فیہلک علی المشتری بالقیمۃ ای بدل المبیع المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ
ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری کی
اپنی قیمت یوم القبض سے یعنے بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز
جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمۃ ہے جتنی اسکی قیمت ہو پہنچے کذا فی النہر یعنے اگرچہ ثمن مسمی قیمت سے
زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ہم درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود
ہلاک ہو گئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے
کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہوا تو دس درم کو خرید کرنا پھر
وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ
اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت
اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے پہلے بیع منفسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہیں ہوسکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز مقبوض
خریداری کی بات چیت سے ہو اسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاک ہوا اور اگر ہلاک
ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم خانیہ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء
وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ہم وکیل شراء نے
ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر
ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم
النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو ہم سوم النظر
یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجکو دے تا میں اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکھاؤن پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے

نزدیک اسمین کچھ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا
کہ یہ قبض بعلے سوم الشراء ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اسنے مال اوسکو دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہین اور دوسری صورت
مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر و علے سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گروی رکھنے کی
بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اسکا ضمان لازم آویگا اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا اسنے گرو رکھنے کے قصد سے
ایک چیز نکالی صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اس چیز کی
قیمت دین سے اقل ہے تو اسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر قیمت سے ہے تو اسکا ضمان لازم ہے تو یہ رہن کی گفتگو بمنزلہ حقیقت رہن کی ہوئی کذا فی الطحطاوی
و علے سوم القرض بالقرض سماوہ یعنی جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے صورت اسکی یہ ہے
کہ زید نے خالد سے دس روپیہ قرض مانگے خالد نے اسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس روپیہ پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس
روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور ان مین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ وہان تاوان راہن کے ذمہ ہے اور قرض کی صورت مین
نہین دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض ہے سماہ حکمیہ ہے کذا فی الطحطاوی و علے سوم النکاح لامۃ انہ یتا نہر اور اگر قبضہ ہوا
لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اسکے مالک کے اذن سے نکاح
کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اسپر لازم ہے و خرج عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ
بالثمن اور بیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ہاتھ مین عوض ثمن کے اسواسطے کہ ہلاکی
مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ فرق ہے کہ ثمن
وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شی کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بلحاظ معیار کے بغیر زیادتی و نقصان
کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع یدہ بمانند معیوب ہوجانے بیع کے درصورت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا جیسا کہ ہاتھ کا کٹنا
یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی
صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ النقصان القیمی
لا المثلی لشبہۃ الربوا اور اگر مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا
فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحلادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس
کچھ عیب اسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے و ثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت
ثانی یعنی درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا و یہ لفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر
الرد ابن کمال اور اگر بیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہے جیسا بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے جیسے
چاہے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری
خلافاً لہما لئلا یصیر سائبۃ فانا السائبۃ ہی التی لا مالک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا و یلزم اجتماع البدلین والسعود علے موضوعہ بالنقض
بشراہ قریبہ اور درصورت خیار مشتری کے بیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک مشتری اسکا مالک
ہوجاتا ہے تا بیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا اگر مشتری کی بھی اسکا

مالک نہو تو پھر مبیع بے سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہے اسواسطے منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابتدار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کرگئی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین مثل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تاکہ غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری کا مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع رشتہ قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعه بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر **ولا یخرج شیء منهما** اے من مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر **عن مالکه اتفاقا اذ کان الخیار لهما** وایهما فسخ فی المدة انفسخ البیع وایهما اجاز بطل خیاره فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار شرط ہو اور دونون مین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذرگئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح **وهذا الخلاف یظهر ثمرته فی عدة مسائل** جمعها العینی فی قوله آحق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو علامہ عینی نے اپنے اس قول آحق عزک فخم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامة لو شراها بخیار وهی زوجته بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین جورو زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والحاء من الاستبراء فحیضتها فی المدة لا یعتبر من الاستبراء اور حا مین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر نہوگا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو حیض استبراء مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبراء نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر ح من المحرم فلا یعتق محرمه ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ق من القربان لمنکوحته المشتراة فله ردها الا اذا انتقصها ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اسمین نقصان آگیا ہو تو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت نہ ہو نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو ہولی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بلا ملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہوا ہو

نہین در ایسے منقول ہی کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو
ع ومن الودیعۃ فہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہی ودیعت سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر
قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے
بواسطۂ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی
ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اسکی ودیعت صحیح ہی اسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ع ومن الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ
عیب درر وابن کمال ع اشارہ ہی زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خریدا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ
مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہی کذا فی الدرر وابن کمال
ہم ایسا شرح وقایہ مین بھی ہی کہ اگر مشتری کے پاس جنیگی ام ولد ہو جاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اسواسطے مشتری
اسکو پھیر نہین سکتا سوا اسکے اسکی مالک ہوگی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ
وافرہ المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہی کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا خیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت
سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی کذا فی
الطحطاوی ک ومن الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہی کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا مدت
خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہی اور بصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی
الطحطاوی ف ومن الفسخ لبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا
واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہی اسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ
مشتری اسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ ومن الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ
ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خریدا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک ان دونون مین سے مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہی کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا ہم شرح وقایہ مین بھی
اسلام مشتری مذکور ہی چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہی تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہی یعنی مشتری پر انتفی بائع سو اسواسطے کہ
مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نہوا اور بائع باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم
آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہی اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا
مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ ص ومن المأذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ ولی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما رمز ہی
ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خریدی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہو بنا بر استحسان کے اور خیار بھی اسکا
باقی ہی اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہی یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک عبد
مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور
ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اُسکی کوئی چیز نہ لیجاوے تو اُسکا قبول یا نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت ونبہ بقولہ علیٰ ذلک مسائل منھا
ست التعلیق کان الیہ فھو شراء بخیار لم یتحقق میں کہتا ہوں کہ مسائل مشہورہ کی طرف چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں انکا نام تعلیق ہے جسکا
اشارہ یہ ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت وسے مدۃ اسکنی باجارۃ واعارۃ لیس باختیار ت اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ
یا اعارہ کے اختیار نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک میں لا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے
کہ ہر صورت اختیار کی خیار باطل ہوگا ص وصید شراء بخیار محرم بطل البیع فیہ اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا
یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگی یعنے بیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو بالاتفاق
بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ز والزوائد الحادثۃ فی المدۃ لبعد الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد سے پیدا ہوں مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اُنکا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک اُنکا مالک مشتری
ہو حلبی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ و منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوں مسئلہ میں داخل ہے لیکن
کسب میں جسکی رمز کاف ہے ز والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لھما فینبغی ان یرمز لھا بلفظ تقصد ویضم الرمز الی الرمز ولم ارہ
لاحد فلینظر اشارہ ہے عصیر سے یعنے اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تقصد مرموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ
کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی الحق عزک فھم تقصد یعنی اپنی عزت کو
رکھ ڈال حق تعالے کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعلیم کر بقدر اُنکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگوں کے نزدیک
تو صدر نشین ہو اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جھل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لھما وفسخ احدھما فلیس للاخر الاجازۃ لان
المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار رکھا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اُسنے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود نادانی اپنے ساتھی کے
بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو
اجازت لاحق نہیں ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا
علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع فسخ کی
اور اُسکے ساتھی کو علم ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہو اور
فسخ باطل ہو والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار
اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اُسکے غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جس پر رد بیع کیجاوے
کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے
تو مجکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہے کہ اُس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے مخاصم قرار دے

پہر صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پہیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحۃ بالفعل بلا علم اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہی ہمنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صریح کیا ام فسخ بالفعل کی مثال یہ ہی کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پہر بیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے مثلا بیع اگر غلام ہی اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی بطور نقود نہ ہو اور مشتری اوسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن الفتح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تام ہوجاتی ہی اسکی موت سے یعنی جسکے واسطے خیار مشروط تہا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تہا تو بیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے ترکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار شرط نہ تہا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع خیار ثابت ہی کذا فی الطحطاوی

اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتعزیر ولفقد ان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ام یعنی بیع فسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہی اسکی حیات مین اسواسطے کہ خیار عبارت ہی ارادے اور مشیت سے دار و مدار اسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہی کہ ارث اسمین جاری ہی جو انتقال پذیر ہی مانند اعیان کے اسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہی کہ خیار تغریر یہ ہی کہ بیع یعنی فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع سے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر بحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تہا

کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لا انہ یورث خیارہ ورقلبہ فیذا اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے خیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی امور مذکورہ مین یہ نہین کہ مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ام یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہی تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہوا کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم ہی اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہی تو عند التحقیق مورث مین جمیع بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہی صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہی کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہی تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرضہ او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج داخل بشہوۃ القول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہوجاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تام ہوتی ہی آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تام ہوتی ہی چنانچہ تدبیر اور کتابت اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے قول اصح مین اور جیسا کہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ام اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہی یعنی اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون مالک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہی جو بدون ملک کے

حلال نہین ہے مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کتابت کا سکھانا مبیع کو بیچ کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا
شکستہ ریخت کرنا یہ سب ایسے تصرفات ہین کہ خیار باطل ہے اور تمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شرط الخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم ہی بکر ام لا کان
اجازۃ ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجئی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت
سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ بیان خیار العیب
کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا ہم جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف
کرنے سے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے
اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ یہ فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر
بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ بہا وان لم یاخذہا معراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط
بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جسمین خیار شرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج
بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیچا ہوا
سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے
خرید کیا اور اسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر
من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنے بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے مشروط ہو
اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنے طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک کے طلب حق شفعہ نہین ہو سکتی ہے پھر
جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرط المشتری او البائع کما فیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ
عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد
کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنابر استحسان کے اور اس صورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے
مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد
ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم
ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے تو بعد جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے
اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین تصریح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے
واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وہکذا فی
البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یون ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع
دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر یعنی جبکہ نائب اور منیب مین سے
ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر
ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہوا اسواسطے کہ اسوقت اسکا مزاحم نہ تھا اور

شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معاً فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی ہوں تو مذہب اصح میں فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فقد قبل الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیمابین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے ـــ مترجم نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولیٰ ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ مجھکو خیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں خیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ـــ مترجم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں خیار ہے والا یعین ولا فصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جسمیں اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے بیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنے در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن بیع مجہول ہے ـــ مترجم عدم تعیین اور تفصیل کی یہ طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ خارج ہے گویا اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے لا محالہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمۃ الی الخیر میں ثمن بیع برابر منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو تو یہی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں ـــ مترجم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے فرع مسئلہ متشابع کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی والوکالۃ فیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوگی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ـــ مترجم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ـــ مترجم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہے چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہوا تو انمیں خیار التعیین شرط کرنا بے فائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی ـــ مترجم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں

ایک غلام تین سو یا چھ سو پر اس شرط پر کہ انہیں سے ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار التعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ بیچ ان غلاموں میں سے
ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے تو قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہو خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی کذا فی النہر
میں اسکو رد کیا ہو اس طرح پر کہ جواز خیار التعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق اور مناسب
دیکھے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس بیع بہت مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب معلوم ہے اسکا جواب شارح نے
اپنے قول میں دیا الا ان یدعی انہ قد ورثہ قیمیا ولم یقبضہ کیلایة ولا عبرة فیہ بہذا الشرط لانتفاء الحاجة الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت
کے پاتا ہو اور بائع کا وکیل اسپر قبضہ کرتا ہو اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو شرط خیار التعیین چاہیئے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی خیار
التعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور بنا احکام نوادر پر نہیں کذا فی
الطحطاوی فیما دون الاربعة لاندفاع الحاجة بالثلاثة لوجود جید وردی ووسط خیار التعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کم میں بسبب حاجت روائی کے
تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم کہتے ہیں کہ خیار التعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزوں سے ہو بھی
مقصود ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیار التعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار
الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعیین کرے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے
بلا تعیین تو تعیین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت
کے اسکو خیار التعیین ہوگا تین دن تک عادت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا شرط
نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح من شرح النقایہ ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو بشرط خیار التعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع
لازم ہو گئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا بیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو دونوں بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا
مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالة لا یرده الاخر بل بطل خیاره خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے
ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحةً یا دلالةً اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا ہو نافذ
یا حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہیں کر سکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرویة والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رویة الاخر او رضاه بالعیب خلافا لہما لضرر البائع بعیب الشرکة اور اسی طرح خلاف ہے
امام اور صاحبین کا خیار الرویة اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت
کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر
نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر
ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفا نصف اس میں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یاتی ہم البیع لو اشتری
رجل عبدا من رجلین صفقة واحدة علی ان الخیار لہما الا یعنی فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازة او ردا خلافا لہما
مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار ہیں بیع اور عدم بیع میں
پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے شخص سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری بسبب
شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزه او کتبه ای حرفته کذا فظهر بخلافه بان لم یوجد معه ادنی ما یطلق علیه اسم الکتابة
والخبز اخذه بکل الثمن ان شاء او ترکه لفوات الوصف المرغوب فیه غلام خرید کیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور
لکھنا اسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری کو اختیار
اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے کیونکہ بصورت خرید پورا ثمن ہے اسواسطے لازم ہوگا اور وصف کے مقابلہ
مین کچھ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ازبسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اسکے نہونے
رد بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر رفع حاجت کے روٹی پکا سکتا ہے اکثر لوگ ...
استعداد فعل سے ہم ... کیونکہ نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انه لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک ... اختیار
اور اگر مشتری نے یہ دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اسپر قبض بیع کے واسطے زبردستی نکیجاویگی یہانتک کہ ...
وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلا معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہر باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ... بسبب ... کاتبا او غیر کاتب رجع بالتفاوت
فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جو تفاوت ہو دونون
مین اتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلا کاتب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کاتب کی اسی درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون
تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائه شاة علی انها حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانه شرط فاسد لا وصف
حتی لو شرط انها حلوب او لبون جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام ...
سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہانتک کہ اگر یہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودھ
دیتی ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہوسکتا
کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا پیٹ پھولا ہو یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر
دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا
صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف مین غرر نہو یعنی اسکے وجود مین تردد نہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اسکا اظہار
صحیح نہین مگر بمعنی برائت وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الخلاصة عن الطحاوی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار
علی الظاهر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایة کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا
مگر شرط کرنے سے تو عارض سے ہوا لہذا انکار کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازة والزیادة
چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوے مین منکر کا قول معتبر ہوتا ہے یعنی ایک تو قدرت بیع کا مدعی ہو اور دوسرا منکر یا ایک
کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہو یا ایک کہتا ہے کہ صاحب خیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہو یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہو اور دوسرا منکر تو ان سب
صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریة بالخیار فرد غیرها بدلها قائلا بانها المشتراة فقال البائع لیست هی ولا بینة فالقول
للمشتری بیمینه وجاز للبائع وطیها وردها ... بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی شرط خیار پر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیر دی اور
کہا کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے ...

کرنا جائز ہے کذا فی الدر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح هـ جب یہ معاوضہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے
اور یہی بیع کا بھی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہوا اسواسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی
لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہوا اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال
ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم **ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری**
لان الاصل عدمہ بحر والکتابۃ فکانت الظاھر شاھدا له اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اسمیں نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو
پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور
کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے هـ صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات عارضیہ سے
ہیں لہذا اسمیں مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے **ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن فنسیہ فی**
ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا
بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے
مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باوجود اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف
مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا هـ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار رد لائق
حال کے مشروط کے مانند ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **باع دارا فیھا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیھا شیء من ذلک لا خیار**
للمشتری گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ جو اسمیں داخل ہیں منجملہ شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں (کڑیوں ۱۲) اور کھجور کے درختوں کے پھر اسمیں یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو
مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ ذکر عبارت ہی غرض سے ہے اور اشیاء مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار
سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اسکو ثابت
ہوگا کذا فی الطحطاوی **شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا ہو بزعفران فسد**
گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اسکے سب درخت پھلنے ہیں سو
انمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اسپر کسم کا رنگ ہے اور اسمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی هـ اسواسطے کہ صفات
مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہیں اور اختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی **ولو علی انہا بغلۃ مثلا فاذا ہو بغل**
جاز وخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابط اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے
اور اسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا اختیار یعنے پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے
کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے هـ قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری
کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار
خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا **البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلاثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ** بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے
بتیس (۳۲) مقام میں اشباہ میں ذکر ہیں هـ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو

عقد مقتضی ہی بلا شرط تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہی یعنی موجب عقد کے موکد ہی اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع مین اسکا جواز وارد نہین لیکن اسکا رواج ہی چنانچہ چمڑا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو دوخت کردے یا ٹوپا یا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دے کہ قیاساً جائز نہین لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی اور مختار النوازل مین ہی کہ شروط مفسدہ معاوضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اس مین احد المتعاقدین کا نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن البحر اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور امان جملہ بیع بشرط الکفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بیع یعنی بیع اور از انجملہ شرط قلع ثمار مشتری پر ہی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گاے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ لکھ شرط علی انہا صفیۃ ان للمشتری لا الفساد ان الرغبۃ فسد بدائع بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہین اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم ہر دو اسلئے کہ شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حملہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حملہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو براءت کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین رغبت کرتے انکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہی یا ہوا ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز الا اذا کان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہی بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہی چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ ستی عاین المعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے گھی سیر بھر گھی لت کیا ہی اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدہ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے سلا ہوا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے سلا ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پھیر لینے کا فروع اسکی کثیر ہین اور احکام تقسیر اگر تو اہل تقسیر سے ہی تو تکثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہی خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ غیر ظاہر لما یاتی ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہی سبب کی طرف اور وہ جو بعضون نے کہا کہ منجملہ اضافت شے کے ہی اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت شرط نہین

ثبوت اختیار کا نہ شرط ہے۔ و ثبت فی اربعۃ مواضع الشراء الاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لان کلا منہما
معاوضۃ فلیس فی دیون و نقود و عقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور
صلح میں یعنے وہ صلح جو شئ معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ
کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ نہیں کذا فی الفتح ھم فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ میں نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ
مراد ہیں تو اگر بیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اسمیں خیار ہے اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو
صح الشراء و البیع لما لم یراہ ھم صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ھم خواہ بیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی
عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک لم یجز اجماعا فتح و بحر و فی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ
کرنا بیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر بیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح و بحر اور
اخی زادہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ھم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور
منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف
نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح
اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط
جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ بیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے
ھم ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا
تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور
حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنہیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ بیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو
تو اگر مشک وغیرہ کو مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا
پھر اسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی بیع کا حال اس سے
بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بینا سے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی
البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ بیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو نہ پھیرے جبکہ اسکو دیکھے تا اسطرح بعد حمل کے بھی
پھیر سکتا ہے مگر جبکہ بیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرویۃ بالنص ولا وجود
للمعلق قبل الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ نص
حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ھم رضا سے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے
تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرویۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری
نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع
مستحکم نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا و ثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایہ لاطلاق النص
مالم یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت رہیگا یہی قول اصح ہے کذا فی العنایہ بسبب مطلق ہونے

نہیں بلکہ بیسے کہ تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خیار الرویۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد یہ مبطل خیار الشرط مطلقا
ومفید الرضیٰ بعد الرویۃ لا قبلہا مبطل لہا آور خیار الرویۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار الشرط کا مبطل ہو مطلقا یعنی صراحۃ یا دلالۃ اور جو مفید ہو رضامندی کا بعد رویت کے
نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر جیسے مفید رضا چنانچہ بیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرویۃ
دونوں خیار الشرط فلیحفظ جیسے مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہو تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی
الدرر یا جیسا خیار الشرط والا تو اسکو دیکھنا چاہیے ہم مشتری نے گھر لیا اور دیکھے بدون دوسرا گھر اسکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید لیا پھر بعد
پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہے ویشترط للفسخ علم البائع بالفسخ خلافا للثانی آور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو شرط ہوتا ہے کہا
پیچھے سے بلا خریدے سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے سے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا اور ابو یوسف بائع کو شرط فسخ ہوتا ہے وہ کہا ہے ولا خیار للبائع عام
یرہ فی الاصح آور اختیار نہیں اس بائع کا جس نے بیع کو نہ دیکھا ہو قول اصح میں ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اس نے بدون دیکھے بیچ ڈالی
تو بعد رویت کے اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہے یہ غیرہ میں ہے اصح یہ کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحاوی نے کہا
مجتہد کا قول رجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے اگر [illegible] نہیں ہوتا تو شاید کہ اسکا ناسخ کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ ناسخ کا قائل نہیں ہوتا ہے وکفی رویۃ ما یؤذن بالعلم بالمقصود
کو جیسے صبرۃ ودقیق اور حیوان کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور بکریوں کا [illegible] دیکھنا اور
یعنی تمام بیع کا دیکھنا ضروری نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہے جس سے بیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے کیلات اور موزونات کا ڈھیر اور
جب اناج کا ڈھیر دیکھ لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو
اسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ ان کی افراد میں تفاوت
کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا [illegible] شرط نہیں
میں ہے کہ بنی آدم میں اگر تمام اعضا دیکھے سوا چہرہ تو خیار الرویۃ باقی ہے کذا فی الطحاوی ووجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضا فی الاصح آور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ہم سواری کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا ورویۃ ظاہر
ثوب مطوی وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ ہو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف آور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس
کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں امام قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانہ میں
ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لا بد من رویۃ داخل البیوت وہو الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرہ
وہذا اختلاف زمان لا برہان وشملہ الکرم والبستان آور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھریوں
کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے باغ کا کنجان
درخت ہوں یا متفرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہے اسواسطے
کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ ان میں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے
مکانات سرما اور گرما اور مکانات عالیہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو اب ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام
اوپر نیچے کے ۱۲ مطبخ ۱۲ پاخانہ ۱۲
اور عراق میں تو معلوم ہوگیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر
وجس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بکری مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہے اسواسطے کہ

اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے
معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولنظر جمیع جسد شاة قنیة للدر والنسل مع ضرعها علیہ تھا اور جو گوسفند یا بچہ دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکا
تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریة وضرع بقرة حلوب وناقة لان المقصود جوہرہ اور گائے اور اونٹنی شیردار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ
وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرة وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار وصحنها علی المفتی به
کما مر او رؤیة دهن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیشہ
میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیة وکیل قبض اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو
میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں ووکیل شراء اور کافی ہے دیکھنا خریدنے کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر
فلانی چیز خرید کر لا رؤیة رسول المشتری وبیانه فی الدرر کافی نہیں رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہے رسول وہ ہے جو بطور رسالت ہو یہ ہے کہ مشتری کہے
ایک شخص سے کہ تو میرا پیام پہونچا دے قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار
ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیره وهو
کالبصیر الا فی اثنی عشرة مسئلة مذکورة فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر
کے مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم ازانجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور القول معتمد لائق شہادت مطلقا
نہیں اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمی یعنی بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر اسوقت مکروہ
نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور ضمانت کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجائے
اسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ ویسقط خیاره بجس مبیع وشمه وذوقه فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے
سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہے اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بالجس
والشم والذوق کرؤیته اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور
چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجائے رؤیت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بابلغ وجہ ممکن لازم ہے تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف
بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیله ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار له یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو
سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہو گیا تو
اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی هذا کله اذا وجدت المذکورات کلها من الاعمی وکذا رؤیة البصیر وجه الصبرة ونحوها مما مر
قبل شرائه ولو بعده ثبت له الخیار بها ای بالمذکورات لانها مسقطة کما غلط فیه بعضهم فیمتد خیاره فی جمیع عمره علی الصحیح ما لم یوجد منه
ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او هلاک بعضه عنده ولو قبل الرؤیة یہ سب کچھ اسوقت ہے جبکہ اشیاء سے مذکورہ
چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ
یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطے اشیاء سے مذکورہ کے
اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ
مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاوے جو رضامندی پر دلالت کرے مثلاً قول یا فعل کے یا مبیع عیبدار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت کے ہو

ہم وجہ یہ ہے کہ عیب سو اسطے پھیر دینا درست ہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیر دینے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض یا بیع کی بیعت مثلاً دو کپڑے
مشتری نے خریدے پھر ایک کپڑا ہلاک ہوا یا ہبہ یا بیع یا تسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے گی واذن للاکار یعنی زرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لانہ
فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل دیکھنے زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل
ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب
لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خریدا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب
کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر وہم المصنف الذی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے جو
شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا نہ ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن
رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الاخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الاخر وحدہ لتفرق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین ایک کپڑا دیکھا پھر دونون
کپڑے خریدے پھر اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزون
یعنی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما راہ حال کونہ قاصدا الشراء لہ عند رؤیتہ فلو راہ لا لقصد شراءہ ثم شراہ قیل لہ الخیار
ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ لعدم
الرضی درر فلہ الخیار لہ اذا لم یتغیر پھیر اور اگر خریدا اس چیز کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت جانتا کہ یہ وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر چیز کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خریدا تو بعضون نے کہا کہ
اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بلا قصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رؤیت کالعدم ہے مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری نہ جانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہے
بسبب عدم رضامندی کے کذا فی الدرر ہم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب درر نے یہ قید لگائی کہ
خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے متن مین وقت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت
دلیل ہے جب اعتماد اس قید مذکور کا ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہ قیل بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک شئی دیکھی پھر نقاب ڈالکر اسکو خریدا
اور پھر اسکو معلوم ہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپیٹا اور
خریدا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا راے شیا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین بثوبین متفاوتا لانہ ربما
یکون الاردی بالاکثر ثمنا کسی نے چند کپڑے دیکھے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خریدا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور
اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین لپیٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہے تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کا ہو ولو سمی لکل واحد ثمنا او ثیاب
عشرۃ فلا خیار لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر ہر ایک کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ان کانت المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ
جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہون بیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر
عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینہ اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

غلام کو بیچ کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ میں نے
ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع نہیں لے سکتا
بسبب اقرار وکیل کے اور اسواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور ہما فقہ نہیں کذا فی الظہیریہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری
الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہی مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں
بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف
فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہی یا نہیں اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی ھ یہاں تین قول ہیں ایک
قول تو شارح نے ذکر کیا آور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ بیشک بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر اور چار پایوں کا
بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام
کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او لیسیر کالفلس والفلسین او نحوہما اور بستر پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے سولی سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ھ اگر شیئے کے واسطے چوری کرے یا
کھانے سے زیادہ چراوے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہی ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اسکے منقطع ہونے کے دونوں چوریوں کے لئے ھ ربع ثمن کی رجوع کی وجہ یہ ہی کہ
غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو ہر سبب کا نصف ہوگا
تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلاثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع
اسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا او کبرا التمییز وقدرہ بخمس سنین او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل لم یلبس
وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک والکبر الا انہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانہ عیب فی الکبر لسوء اختیارہ والبول عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف ہیں بسبب طفلی
اور جوانی میں اسواسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے
اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہی اور فقہانے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان
اسکا جوہرہ میں ہی سو اگر وہ بذات خود نکھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ
بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے
پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے ھ جب طفلی یا جوانی
میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ عیب قدیم ثابت ہوا
فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ وہ
نیا عیب ہی ھ یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو مشتری اسکو اس عیب کے سبب نہیں پھیر سکتا کیونکہ
طفلی کا سبب غرارت کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں
مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعیب ثم عند بائعہ ثم عند مشتریہ بیان من نوع لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے
پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اسکو پھیرنا جائز ہی اور اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ھ خانیہ میں مذکور ہی کہ نوع متحد سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

وقت مین دونون کے پاس عیب آئی ہو اور اگر اسکے غیر وقت مین عیب آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہے کہ بایہ اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی وثق لو وجدہ یبول فی الفراش
صغیرا فلم یرجع بالنقصان ثم بلغ هل للبائع ان یسترده النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب
کرتا پایا پھر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہو گیا تو آیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیر لے
مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے تو اشبہ بقواعد مذہب یہ ہے کہ ہان پھیر دے نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الظہیریة والجنون سببه اختلال
القوة التی بها ادراک الکلیات تلویح جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے خلل سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح ہم
یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح مین یون ہے کہ جنون عبارت ہے اوس قوت کے اختلال سے جو تمیز کرتا ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہے کذا فی
الطحطاوی وبها علم تعریف العقل انه القوة المذکورة ومعدنه القلب وشعاعه فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت
ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدرک ہے کلیات کی اسکا نام عقل ہے اور اسکے کان دل ہے اور اسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہے کذا فی الدرر وهو لا یختلف
بالاتحاد سببه بخلاف ما مر وقیل یختلف یعنی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیب کہ مذکور
ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح النقایة ہم جب اتحاد سبب ہوا تو اگر غلام مجنون ہوا
طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب یعنی اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے ومقداره فوق
یوم ولیلة اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے
اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولا بد من معاودته عند المشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلاثة زنا الجاریة والتولد من الزنا والولادة
فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک بھی ضرور ہے قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد بیع بلا معاودت
جائز ہے لونڈی کی زنا کاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ہم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہے
کہ جاتا رہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے لکن فی البزازیة الولادة لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیه الفتوی واعتمده فی النہر کما ہو
لیکن بزازیہ مین ہے کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہے ہم پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہان
قاضی اور مفتی مخیر ہین والحبل عیب فی بنات آدم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہے کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہے نہ جانورون مین والحبل والبرص
والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور
بیماریان عیب ہین وکذا الادرة وهو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے ہم
بہتر تھا کہ شارح یون کہتا العنة والخصاء عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انه خصی فوجده فحلا فلا خیار له جوہرة
اور جبکہ مشتری نے غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اسکو تندرست نر پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرة اسواسطے کہ عیب
نکلا تو مشتری والے سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط وکذا نتن الانف بزازیة والزنا والتولد منه کلها عیب فیها لا فیه ولو امرد فی الاصح
خلاصة اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیة اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہین لونڈی مین
نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصة ہم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہین کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خریدنے سے
ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیاء اسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد
یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیه بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اسی طرح پر کہ بیان سکے

پاس آنے کی نوبت نہ آئی ہو تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او یکون الزنا عادة لہ یعنی بار بار اکثر مرتبہ ہوا ہو کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح پر کہ
زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی والا واحدة عیب مطلقاً اور رنڈی لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہوا
کہ مانع ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنة وان باجر لا قنیہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علامت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر
اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ہم ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی کھجلی ہو مبرز میں کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی
اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علامت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت
مطلقاً عیب نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیہا شری حمارا فتلده الحمران طاوع فعیب والا لا او قنیہ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جسپر کہ گدھے
چڑھتے ہیں اگر برضامندی اسکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ وہ اس کی دلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں والتخنث لیعنی ہونا و کسر مشی فان کان برد لا اقل بزازیہ اور زنخا
اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر کثرت سے ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر قلیل ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرفض
والاعتزال بحرثا عیب فیہما لو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثاً دونوں عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ
مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج ہم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہیں وہ رافضی جو شیخین کو
برا کہے اسواسطے کہ وہ کافر میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبع عشرة سنة وعندہما خمسة عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول
البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب
ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثة اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینہ سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے
دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوے مسموع نہوگا لیکن عدم حیض بڑی لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ و آئسہ میں کذا فی الطحطاوی
فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضة والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور
قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال
لا المؤجل بعتقه فانه لیس بعیب کما افاده مسکین عن الذخیرة اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی بعد اسکی
آزادی پر معین ہوا اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ہم دین موجل بالعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن
مولے لکن عمم الکمال وعلله بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان
کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولے اور عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج
کسبل وحول وکثرة دمع والثؤلول بثلاثة کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرة بعض شراح الہدایة اور سپید بال اور
نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سبل جالا اور کوتہ سنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکنا اور مسا ثؤلول ثالیث ثلثہ
بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے
مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے لیکن مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے
بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا
کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے [illegible]

بیسارہ فقط الا ان یعمل بالیمین ایضاً لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص اپنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ
فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہو والشیب وشرب خمر جہرا وقمار ان دعیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ
اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند ان کے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہ ہونا
اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں اس بالغ کی قید ہو اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے
صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب
نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم نہیق حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوٰۃ ولکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور
کم کھانا چارپایوں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں عیب
نہیں وفیہا لو ظہر ان الدار مشؤمۃ ینبغی ان یکون من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری اسکے
بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ
مرادنا منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالیٰ ہماری انسے بچاوے
آئیں حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش والا فلہ اخذہ او ردہ بکل
الثمن مطلقاً پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا گر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری کو بقدر
عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو بعوض نقصان کم کر کے یا اسکو
پھیر دے کل ثمن لیکر اسطرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الچلپی ہم چلپی نے کہا قولہ کل الثمن متعلق بیجب اور ردہ سے فقط اور اسکی وجہ ظاہر نہیں کیونکہ
معلوم ہو بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے قولہ فلہ اخذہ سے متعلق ہونے کا کذا الاخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان وہاں سے خالی نہیں یا تو
بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا تو اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے
یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہو تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر سبب
مشتری سے ہوا تو سپرد ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو لے سب ثمن دیکر اور
اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اس پر سے ثمن ساقط ہو اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے ہے تو چاہے مشتری اسکو ترک
کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم
سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے
ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب
ثانی کو بعد قبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں
میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا
بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع والاجنبی کذا فی الچلپی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ
فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے سنے جاوینگے
ہم نے الفاظ میں قاضی خان کی شرح سے صریح ہے کہ بصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

وہ اختیار کا منکر ہو انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جبکہ مشتری کے گواہ نہوں اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہیں کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرا ما لہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد
بحر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس مبیع کو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اسمین پھیر دینا جائز ہے باوجود بار برداری
کے بھی کذا فی البحر قلم اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنی وعند مالو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ او رضی
او رضی بہ البائع یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر ان مسائل میں رجوع
نہیں جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بنا بر یہ ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اسکو اپنے طفل صغیر
کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی البحر قلم رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیا سے پھر
عیب کے ساتھ کیا سے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت کا ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیر لے اور اگر اس سے
کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اسکی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر
ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ
متن میں موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اسمین ایک عیب قدیم موجود تھا تو
اسمین نہ رجوع جائز ہے نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو اور مقتضا ے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع او سینا طفل
کے واسطے تملیک ہے اور قبض میں باپ اسکا نائب ہے تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ وہ مانع ہوا مبیع کا
تملیک کر کے کذا فی الطحاوی ولہ الرد برضی البائع اور اسکو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے قلم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع میں ایک عیب ہوا اور مشتری کے پاس
دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصہ کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضا بائع کے رضا بائع اسواسطے
شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا اگر وہ صورت رضا بائع
مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب سیاتی کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب
قدیم رجع بہ ای بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضا سے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا بسبب زیادت مانعہ کے پھیر دینا جائز نہیں
چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب قطع ہونے رد کے قطع
کرنے سے قلم یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگنے وغیرہ میں آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے
پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اسکو جائز ہے اسواسطے کہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدا لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ
خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اور اسکی انتڑیوں کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے
مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اسمین فساد مالیت نہیں لہذا اسمین رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع
لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے
سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹے کر سیا کر چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا
فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ بای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع
بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے
قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے کیونکہ زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہ امتناع
رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہو جانے سود کے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اسپر حکم نہ کرے کذا فی الدرر وابن کمال
ہم زیادتی مبیع میں امتناع رد ہوا اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تبع بغیر متبوع
فسخ ممتنع ہو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا کہ حصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ مقدار یا قدر او جنس سے ہوتی ہے سو یہاں دونوں مفقود ہیں کذا فی الطحطاوی
کما یرجع لو باعہ ای المشتری بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع ممتنع الرد
بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع
رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ مبیع کو رہن رکھے یا کرایہ پر [illegible] کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو
امتناع میں کچھ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا اندراج نقصان میں اسکو فتویٰ ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد ہلاک المبیع
عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدہا او وقفہ قبل علمہ بعیبہ یا غلام مر گیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو
یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پیشتر او کان المبیع طعاما فاکلہ
او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما و علیہ الفتوی بحر و عنہما یرد ما بقی و یرجع
بنقصان ما اکل و علیہ الفتوی اختیار و قہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا
یہاں تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر او صاحبین سے دوسری روایت
ہے کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کھا لیا ہے اسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد
اور وقف میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے
تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد ذکر کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے او صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ او عنایہ اور فتح القدیر او شرح زیلعی میں تو
صریح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال ابن ملک زیلعی قلت
فعلی ما فی الاختیار و القہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنوں میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے حصے کے موافق ثمن کر
باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب میں آئیگا میں کہتا ہوں بموجب
اختیار او قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جا ہم قیاس یعنی رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور
عنایہ اور فتح القدیر او شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق
او اطعمہ طفلہ او امراتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل رؤیتہ واقرہ
شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب
کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر
ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں قبل رویت کو ذکر کیا ہے
اور اسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اولے ہونے کی قید کی خبردار رہنا

تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اسکے فعل سے ہم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں بعد بیت مذکور کے
اور شرح مجمع میں قبل روبیت حلبی نے کہا اور یہی صحیح ہے والا ان مسائل میں یعنی ہشتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور ہبہ
اور ... میں کچھ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع البائع اخذہ مبیعا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہ
بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار
ہم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل وغیرہ تو رجوع بالنقصان ممتنع
ہے اور جب رد ممتنع ہو جاوے جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح پر
کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحطاوی و قبہ القدسی علی قولہما فی الاکل و اقرہ القہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ فتوی
صاحبین کے قول پر ہے اور کل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قہستانی نے ہم ذکر فتوی عنقریب مذکور ہو چکا تو مگر رد کر گیا مشتری نے بعض اور طعام کے کچھ وقت ...

فوجدہ فاسدا ان ینتفع بہ ولو علفا للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز
چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کھیرا پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا ہو مگر لائق انتفاع ہو اگرچہ جانوروں کا چارہ ہو سکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے
اگر اسمیں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ کہ جب کہ بائع
اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں **ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ** اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اسکے توڑنے کے
تو اسکو پھیر دینا جائز ہے **وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع** اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر **ولو وجد
البعض فاسدا جاز بحصتہ عندہما** اور اگر اکثر انڈوں اور خربوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر
ہم دیا ہے میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہوتے ہوں عادۃ میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ
قنیہ میں ہے صحیح اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق و فی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب
عندہما و بہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمیں چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو
پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنے ظاہر گھی کی قیمت کیجاوے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہے پھر قدر تفاوت کے
بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی **وباع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث
عیب آخر عندہ فلہ یرجع بالنقصان** مثلاً زید نے بیچا اسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے
تو زید اسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا
عیب سوا اسے عیب قدیم کے نہ پیدا ہوگیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیر لیگا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی ہم
مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اسکے بائع
سے یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ **وہذا لو
بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط** اور یہ لیکن رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہے جب کہ
مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے

اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد مالم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے
جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل خیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح
وفی الخلاصة لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہانتک مبیع ہلاک ہوگئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیرے واللبس والرکوب والمداواة له وبه ای بالمبیع رضی بالعیب الذی یداوی وبه فقط الم نقصه برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضا کا
ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اسکو نقص نہ کر دیا ہو
کذا فی البرجندی ثم یعنی اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہوں اور
ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہوگیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں رد تھا
اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہوگیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس اسمیں دوسرا نقصان پیدا ہوگیا کذا فی الطحطاوی وکذا اکل غلة بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہے قول اور فعل
جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہا زیوفا
فعرضها علی البیع فلیس برضی لمعرفة ثم علی خیار العیب ظہیریة ام لا وعرضه علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے
واسطے سوا دراہم کے جبکہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے
کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ہے ثم اور منجملہ دلائل رضامندی کے
اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال له البائع اتبیعه
فقال نعم لزم ولو قال لا لان لم یعرض علی البیع ولا تقریر الملک بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہاں تو بیع لازم ہوگئی اب
خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک
ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ تیری ملک ہے لا رکوبه لیردہ علی البائع او لیشتری
العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بد له منه ای الرکوب لعجز او صعوبة رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے
چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ثم یعنی
مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہوئے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی
نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے ودل ہو قید للاخیرین او للثلثة استظهر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وفیه ہم
الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے
اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا اور له
قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول
ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنی تا خلاف متبادر نہ ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال له
البائع رکبتها لحاجتک وقال المشتری لا بل لاردها فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری
نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر میں ہے

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیر سکا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے کذا فی الحاوی وصح البیع بشرط البراءۃ من کل
عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجهولۃ لا تفضی عندنا الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث
بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ ذکر کیا ہو بخلاف امام شافعی کے
اس واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعیین براءت میں منازعت کو نہیں پہنچاتی اور اس میں
داخل ہے وہ عیب جو موجود ہو قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو مشتری بیع کو نہیں پھیر سکتا ہے براءت عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری
کو کہا میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو نہیں پھیر سکتا اس واسطے
غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جاوے اور مشتری کا حق رد بسبب سلامت عیب کے فوت ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا اگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سے خواہ
بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ وعند محمد اور امام مالک
براءت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے ہر عیب سے جو عیب موجود
کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض کے کوئی عیب پیدا ہوگا تو اس صورت میں
مشتری پھیر سکتا ہے وہو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور فاسد ہے بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابراء احتمال اضافت کا نہیں رکھتا تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے
ایجاب بیع ہے سطح پر کہ متحقق سلامت عیب سے اس میں ہے کذا فی الحلبی ابراہ من کل داء فہو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن وغیرہ
تبعا للاختیار والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابراء کیا ہر دا سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے
مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوا
بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے ہم نے سب شرح دیکھا ہے کہ وہ مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں داء سے مراد ہے باطنی مدلول کو داء کہتے ہیں لیکن
عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تعلیل یا افساد پیٹ کی بیماری کذا فی المنح ولو ابراہ من کل غائلۃ فہی السرقۃ والاباق والزنا اور اگر بائع نے
ابراء کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ہر چند لغت میں غائلہ بمعنی شر اور بدی کے ہے لیکن تخصیص عرفی اس واسطے ہے کہ مدار احکام
عرف پر ہے اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما البیع فوجد مشتریہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ
ولا یمنعہ منہ الردعا یہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ مجاز عن الترویج خریدا ایک غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو
کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار ہے اسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہو گا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے
ہم یعنی اذن عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کریگا کہ کہنا متعلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ
سودے کا کہنا اپنی عادی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ قسم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہیں یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی
ولو عینہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل لا یردہ لاحاطۃ العلم بہ الا اذا لا یحدث مثلہ کالاصبع الزائدۃ فوجدہا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور
اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریدار ہے ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یکچشمی یا بیکاری دست نہیں
اور اس نے خرید کیا اور پھر یہی عیب اسمیں ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہو جانے اس عیب کے بخوبی تمام

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اسمین پائی تو اسکو
اس صورت مین پھیر دینا جائز ہی باوجود نفی عیب مذکور کے سبب متیقن ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ
وباع من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع
الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہی تو اسکو مجھسے خرید کرلے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اسکلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت
نکرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہو اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول
اقرار کا مصداق نہیں ہوسکتا کذا فی العمادیۃ اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ
استخدام فسخہ کسی نے ایک شیر دار لونڈی مول لی اور اسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت
لینا ہی جس لینے اور خدمت لیکے پھیر دینا جائز ہی بخلاف ما اذا حلب لبنہا فاکلہ او باعہ من نحو لبن یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وصرنا وہبانیہ
علامتنا علیہ الشارح بخلاف اس کے کہ بچہ کہ مشتری سو اسکے کہ بائع نے نقصان یا دمکے دودھ یا ہر دودھ دودھ اور اتا انہین دودھ جمع ہو سے اور مشتری
گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہی تو اس کی کو نہ پھیر سکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار
کذا فی شرح المجمع اور مصنف نے اسکی تحریر کی ہی منار کی شرح مین کما لاتستحق مصافی غیر ذلک تاتی المسود الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا
لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس
برضی الا اذا کرہ من الفن پھر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دو دفعہ یا ایسکے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہو اور
مسود مین ہی کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے
نزدیک وسعت ہی تنگی نہیں اور استخدام آزمایش کے واسطے بھی ہوتا ہی کہ مملوک لائق کار ہی یا نہیں اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ دوبارہ خدمت
لینا رضامندی ہی مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری مین ہی کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر
زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بہ
اصبع زائدۃ ونحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجدہ بہ ذلک کان لہ الرد بیقین مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد
انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھیر دینے کا
اختیار ہی وہ اسی قسم کے دلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہی کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہوسکتی تو معلوم ہوا
کہ عیب قدیم ہی جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ آبقا فلہ الرد
ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا باباقہ
آبق فیکون رضا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوا اسکے گریختگی کے
پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہی اور اگر اسنے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا اسکے
بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا
تو اسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ وہ بھگوڑا ہی تو مشتری

والمیتۃ والدم وخنزیر والترب ونحوہ باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور کام مین دنیا بطریق بیع اُسے کے اور غیر کو منع کرنا اور اُسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدر رتو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اُسکے جیسا کہ قطا فدرات خالصہ نکل گئے هم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے جیسا کہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہو اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وقا فدرات سے ملکر بالشی ہوجاوے تو اُسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور رہیگا کالدم المسفوح فیجوز بیع کبد وطحال فجر بالدم کی بیع باطل ہے جیسا کہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل اُنکی خون ہے لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد والافرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور جیسا کہ مردہ جانور سوا مچھلی اور ٹڈی کے کہ انکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اس مردار جانور مین جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اُسکو گلا دبا کر یا کسی اور سبب سے سوا اسکے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال لم یوجد اور جیسا کہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خریدا کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹھہرانا اُسپر با حرف جارہ داخل کر کے هم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہے کہ ابتاعک الدار بہذا الحر یعنی مین نے گھر بیچا بعوض اس حر کے تو دار اس مثال مین مبیع ہے اور حر ثمن ہے خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزین بیع قرار دی جاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور جیسا کہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے هم حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق ہوا ہے اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد و یاسمین وورق فرصاد وجوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشائخنا عملا بالاستحسان ہذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اُسکی بیع ہے جسکی جڑ زمین سے غائب ہو جیسا کہ گاجر اور مولی یا اُسکی بیع معدوم ہو جیسا کہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل کر کے اور یہ خلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اُسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الآباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے مضمون کی یعنی وہ منی جو نرون کے پٹھون مین ہے یعنی جانور کا نطفہ جیسا کہ ہنوز اُسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہو والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج الدابۃ او آدمی اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ هم حبل الحبلہ اُس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تھا کہ اونٹنی اور اُسکے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنی مشتری یون کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اُسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور وہ تھا کہ

بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہے اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مر جائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ
تبین انہ ذکر الضمیر بتذکیر الخبر عبد و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے
یعنے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی
من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح و یتخیر بفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ
بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں نر اور مادہ ایک جنس ہیں
تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے کہ غلام آدمی میں نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے
کہ مرد اور عورت کے طریقے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ انمیں جنسان تفاوت اغراض میں ہیں تو اگر کرا خریدا اور وہ بکری
نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بنایۃ و کذا ضم المیتۃ ... بالنص اور اس چیز کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام
خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ سے ذبح ہوا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیہ کے ساتھ ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام
ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے متروک التسمیہ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اسکا مسلمان ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی
کہے جبکہ متروک التسمیہ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جاتی ہے کافی میں اسکا جواب دیا کہ
متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں مساغ اجتہاد نہیں تو یہ خلاف معتبر نہیں اور قاضی کا حکم بھی نافذ نہیں و بیع الکراب

مطلب

وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیہ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے
اسواسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اسکی صحیح ہے بشرطیکہ عدم ترک کی شرط ہو کذا فی الولوالجیہ یعنے
ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمیں ہل چلایا یا اسمیں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ
ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس
بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہولاء باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم و بیع قن ضم الیہم درر
اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنے جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہے یعنے باعتبار انجام کار باطل ہے تو
اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبضہ مشتری سے اور باطل نہیں انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہے اور اس
مملوک کی بیع صحیح ہے جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد
اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمیں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار
کے انکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبرین فی الحال متحقق ہے
کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوینگے
کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہولاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد
وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء او ردا عینی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل
موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجح اشتراط رضا ہے مکاتب سے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہے
ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضا کی تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضا سے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے

حاکم اول کے جاری رکھنے میں تردد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو رفع خلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت
محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم ندیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری
کردیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہوگیا عدم جواز پر اگر
بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف نافذ ہوگا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور بعض کے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول عمادی میں ہے کہ قضا
بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یون ہے کہ فیصلہ قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے اگر وہ جاری کرے تو
نافذ ہے ورنہ باطل اور یہی اوجہ ہے فافہم کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولد ہو ام ولد کو مدبر یا مکاتب بھی ام ولد کی طرح ہے یعنی اولاد مکاتب و مدبر کی
اولاد انکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور جیسا عتق ام ولد وغیرہ کے مانند ہے بطلان بیع میں وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ
اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال گویا یاد رکھنا چاہیے ابن کمال نے کہا کہ تو جان
میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر عرفی جیسا کہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں اور
کذا فی الطحطاوی وخمر وخنزیر ومیتة لم تمت حتف انفها بل بالخنق ونحوه فانها مال عند ذمی کخمر وخنزیر یہ مال غیر متقوم جیسا کہ شراب اور سور
اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دبنے اور مانند اسکے جیسا کہ مار دینے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک یعنی شراب اور سور
وذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراهم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل ان بیعت بالعین [illegible] بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکه بالقبض
بقیمته ابن کمال اور یہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی عوض دین کے جیسا کہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے
تو مبیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مالک نہیں ہونے اور اگر انکی بیع ہوئی عوض عین یعنی متاع اور اسباب سے
تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم
الی حر وذکیة ضمت الی میتة ماتت حتف انفها قید به لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لهما اور باطل ہے بیع اس
مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس بکری کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنی جدا جدا ثمن
مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں سلم اور ذمی دونوں کے نزدیک
ومبنی الخلاف ان الصفقة تتعدد بتعدد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرار لفظ العقد عنده خلافا لهما فظاهر النهایة یفید انه فاسد ورایا الامام وصاحبین
کی بنا سے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بعد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین
کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقة میں کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہے کہ بیع جمیع ثمن حر اور بیع ذبیحہ بمیتہ فاسد ہے بخلاف
بیع قن ضم الی مدبر ونحوه او قن غیره وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانه کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب فکمدبر اشباه من قاعدة اذا
اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی
[illegible] جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملاکر بکے گی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف
ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ تصریح اشباہ میں ہے منجملہ اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال
مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما به فی الاصح خلافا لما افتی به المولی ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع
صحیح ہے قول اصح میں برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے کہ مفتی مرحوم کا یہ فتوے ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اسکے ساتھ

بہ نقصان ہے بیع باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اسی کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک اور فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت باطل ہونے کے بعد قبض
بیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے وفی الشمنی بیع المضطر وشراءہ فاسد اور مضطر یہ ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدنا فاسد ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص
کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با ضطرار محتاج ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر بیشتر ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خریدنا بہت
ثمن کو کم کر کے کذا فی الفتح ابو داؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے
کذا فی الفتح وفسد بیع ما سکت ای وقت السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے
یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خریدا کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی انہوں نے کی ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ
بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بقیمتہ اسکی قیمت کے فاسد ہے یعنی جس میں ثمن قیمت ٹھہرا ہے تو بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المثلی القیمی ابن کمال بخمر و
خنزیر فینعقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب میں
چنانچہ قریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کہا صحیح ابن کمال تو وہ پیسہ اور صرفی اور اناج عرض نہیں ہے وفسد تقدیم ای العرض بام
الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری العرض لما مر انہ مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع مثلی قیمتی کی ام ولد اور مکاتب
اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین قبضہ کر لیں تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ مال فی الجملہ ہیں
بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصطد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ابھی
نہ اس کے شکار کرنے سے پہلے اسکی بیع اسباب سے ہے اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل وموزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعۃ
شرح وقایہ میں کہا کہ مچھلی شکار نہیں ہوئی تو مملوک نہیں ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہے اور اگر متاع سے ہے تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال متقوم
ہے اسلئے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہاں حاصل نہیں او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی ہے
پھر ڈال دی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں سے گرفتار نہیں ہوتی مگر حیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی پکڑ لی جائے بدون حیلے کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ
فاسدہ لملکہ حینئذ یا مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور اس نے اسکا مدخل نہ بند کر دیا تو اسکی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اس نے اسکا مدخل بند
کر دیا تو اسکا مالک ہوگا اس واسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور سبب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے بجز اس صورت کے کہ مچھلی حوض میں گئی آدمی کی
تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بوجہ تسلیم کے ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے والاخیر صحیح اور بعضوں نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہیں بواسطہ عدم احراز کے اور
خلاف اس صورت میں ہے جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ
لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ
من یدہ اما قبل صیدہ فباطل اصلاً لعدم الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیوں کی ہوا میں جو پلٹ نہیں آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل
انکے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہے اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو اسکی بیع
فاسد ہے اور اگر ہنوز اسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی وان کان
یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہے کہ اڑ جاتی ہے اور پھر آتی ہے جیسے کبوتر تو اسکی بیع اڑنے کی حالت
میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں اور وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ تجویز بلا کہ بیع قبل قبض فسخ نہیں پھر وجہ یہ ہے کہ بیع ہلاک سے فسخ ہوتی ہے اسی طرح یہاں
بصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا ہے کہ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ شرط صحت بیع قدرت ہے تسلیم پر بعد
بیع کے ولہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہوں کہ جواز بیع بصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت
ہوئی طائر کی تو عقد وقت تسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا وجود بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم عادت ہو فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ
کے کہ عادت میں اسکا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے
بچے کی اور بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولہذا مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور نہایہ
اور عینی میں اسکو باطل کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد الخ
واللبن ما عیذا اور ہو اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی و امۃ الا حملھا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوا اسکے
حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے و لبن فی ضرع وجزم
البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے فساد بیع کے چند وجوہ ہیں معلوم نہیں کہ
میں دودھ ہے یا ہوا اختلاف ہوتا ہے کیفیت میں غالبا نزاع واقع ہوگا [illegible] دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط
ہو مشتری کے مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اسکی ممکن نہیں ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی
ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطر یعنی کے یعنے اسکا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی
و مالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو مبیع غیر مبیع
مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف و اللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد
کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح ہو جاویگی و کذا کل ما اتصاله خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما انہ معدوم عرفا اور اسی طرح ہر چیز کا کہ اتصال پیدائشی
جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزہ کا کہ اسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکورہ چیزیں عرف میں معدوم ہیں وانما صحح
بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانها للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہا نے صحیح
کہا ہے فقط رواج کے سبب سے یہ جواب ہے اس سوال کا جو پیدا ہوتا ہے کہ اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے
بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ
گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنے تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں
کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قنیہ میں ہے کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہے
جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ سنۃ جاز وسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا
اور قنیہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اسواسطے کہ
قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے و ذراع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور
اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال معین شہتیر اور
کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر

دوسری جہالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب سے جو زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت
نقل کیا ہے واللہ اعلم (کذا فی الطحطاوی) و ذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع و سلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کرباس جاز لانتفاء
المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہو [illegible] پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا گز ی کو
جدا کر دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا ضرر نہ ہو جیسا کہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب
نہ ہونے مانع کے کہ وہ مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک
گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اسکے موجود ہونے کے (طحطاوی) سے فرمایا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا فلو قطع اور قطع اور تسلیم کا
بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا و ضربة القانص بقاف و نون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی
قانص بقاف و نون عبارت ہے شکار کرنے والے سے اور صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ میں نے بیچا تجھ سے اسکو جو ایکبار جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے
تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی الفتح والغائص بالغین المعجمة الغواص اور فاسد ہے بیع غوطہ
کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ و صاد مہملہ غوطہ مارنے والا اور صورت اسکی یہ ہے کہ غواص یوں کہے کہ میں ایکبار غوطہ مارتا ہوں جو کچھ
موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض [illegible] کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوئی والبیع فیہما باطل للغرر بحر و نہر والکمال ابن کمال قال المصنف
وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد تبعا لہ فی المختصر [illegible] الباطل [illegible] کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے
غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملا خسرو نے [illegible] اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پرویا ہے
[illegible] ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو [illegible] اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی
کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے [illegible] فالظاہر انہ بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ [illegible] شرح مجمع [illegible] بالنسیۃ
عنایۃ للنھی و لشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے کھجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک
کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے
کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر کھجور گدر ہو تو بیع
مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں شبہہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتابوں میں تفسیر مزابنہ یوں مذکور ہے کہ ہے بیع الثمر بالثمر
راس النخل بتمر [illegible] لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر [illegible] عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور کچل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے
حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے [illegible] لہذا تفسیر مزابنہ کی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسة
اور فاسد ہے بیع الملامسة یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا [illegible] یہ ہے کہ بیع الملامسة [illegible] یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب
تو نے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرا [illegible] بیچتا ہوں اتنے کو سو جب
میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھو
[illegible] والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح ہے کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذة ای نبذھا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذة یعنی بیع کا
ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل و خیار
فسخ والقاء الحجر علیہ [illegible] ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع ہم القاء حجر کی صورت یہ ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے [illegible]

بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رویت و بلا اختیار کے اسکے بعد وہ ہو من بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ یعنی بالمس
اور منابذہ و بالقاء حجر زمانہ کفر کی بیوع میں سے ہیں اور شرع میں ان اسباب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح الجمع یعنی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیع
فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر خلاصہ ان بیوع میں وجود قمار ہی بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یوں کہا مشتری کو
سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگاوے تو میں نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیع مذکورہ فاسد ہیں یا باطل نہیں
ہو اسلئے علامہ تصحیح نفی ثمن سکتہ ذکر ثمن کی اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین میں ابو سعید خدری سے مروی ہے
کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر
اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التفسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح
محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون میں بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے میں ظن و تخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین
لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون میں سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہیں کہ دو کپڑون
میں سے کون کپڑا یا دو غلامون میں سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے
بحر الرائق میں قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی میں جائز ہے فلو قبضہما ہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر
مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع
فاسد معتبر ہوتی بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا
کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون میں شائع ہو گئی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے
کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں
کذا فی البحر ولو تعین فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا
پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی و بصورت تعذر رد مالک اسکا مضمون ہونا متعین ہو گیا اور دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم
یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون میں ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا
کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون میں سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط
نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہو کہ ایک کا لینا دو میں سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار التعیین میں مذکور ہو چکا **والمراعی ای الکلاء واجارتہا**
اما البطلان فیہما فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارہ کی اور اجارہ اسکا بطلان اسکی
بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزون میں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم ابو داؤد میں حدیث مذکور پایا
لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو
پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور
غیر مالک اسمین برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور اس سے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک جائز
نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون میں نہ رکھا ہو چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ
رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے انکا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس نہ اگائی ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اُسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اُسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً
للقدوری کذا فی الطحطاوی تبصرف وانا لبطلان اجارتها فلانها علی استهلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شی مباح کے
استہلاک پر ہے کذا صح ابن کمال حالانکہ شی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز
نہوگا کذا فی البحر هذا اذا نبت بنفسه وان انبته بسقی وتربیة ملکه وجاز بیعه عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جب گھاس خود رو ہو
اور اگر اسکو پانی دیکر اور پیوش کرکے جمایا ہو تو اُسکا وہ مالک ہے اور اُسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال
وبیع القصیل والرطبة علی ثلاثة اوجه ان لیقطعه اولیرسل دابته فیها کله جاز وان لیترکه لم یجز عینی قصیل کہا اور خوید او ررطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے
ہے کہ اُسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اُسمین چھوڑے کہ اُسکو کھاوے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے کہ مشتری اُسکو قائم رکھے تو جائز نہین
هو قصیل النبات وهما دهما خویدہ ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اسکو یونجے اور فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین وحیلة ان یستاجر الارض
لضرب فسطاطه اولایقاف دوابه اولمنفعة اخری کتقییل ومراح ونحوها منح وتمامه فی وقف الاشباه اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے
اپنے خیمہ کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ دوپہر یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے
اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف میں ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی وبیاع
دود القز ای الابریسم وبیضه ای بذره وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود وجائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنی اسکے بیج کی جسکو بزر
بزر الفیلق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وهو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے
ساتھ اُسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وهذا عند محمد وبه قالت الثلثة وبه یفتی عینی وابن ملک وخلاصه وغیرہا اور بیچنا ریشم کے کیڑے اور اُسکے انڈے
اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک و شافعی اور احمد کا اور اُسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصة وغیرہا اور مکھی
کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعا مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی شرح الحموی اور
ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق
وبه یفتی للحاجة مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت
کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرها من الهوام فلا یجوز اتفاقا کالحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلده او عظمه والحاصل ان جواز البیع
یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمده المصنف وسیجیء فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون کے سواے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق
جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اُن حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ اُنکی بیع جائز نہین سوا مچھلی کے اور اُس جانور کی جسکی کھال اور
ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اُسکا
بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکة فی القز اذا کان البیض منهما والعمل منهما وهو بینهما انصافا فلا اثلاثا فلو دفع
بزر القز او البقرة او الدجاجة لاخر بالعلف مناصفة والخارج کله للمالک لحدوثه من ملکه وعلیه قیمة العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثله دفع
البیض کما لا یخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی
دونون سے ہوا اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھون آدھ ہو نہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گاے یا مرغیان دوسرے
شخص کو دین نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گاے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک بچہ چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی یاشیا اور اسکے مانند ہو اونٹوں کا دینا دوسرے
شخص کو مناپنچہ پر پوشیدہ نہیں ہم فتاوے عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہو اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہو کہ اونٹوں کا
آدھے انڈے اور مرغیون کا مالک وہی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیچ کر یہ پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی
الطحطاوی والابق ولو طفلا او یتیما فی حجرہ ولو ہبہ لہما صح عینی وفی الاشباہ تحریفا نہر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگر بائع نے اپنے فرزند صغیر
یا اس یتیم سے جو اسکی گود میں ہو بیع کی ہو اور اگر اسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور اشباہ میں جو ہے وہ تحریف ہو کذا فی النہر الفائق میں
مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعض نسخے میں اسکے بالعکس ہے اور اسی نسخے میں اسکے موافق ہو اور شاید کہ
پہلا نسخہ تحریف ہو اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا اشباہ کی طرف نہ کرتا اسلئے کہ
اشباہ کی روایت اسی کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی والنہر الا من یزعم انہ ابق عندہ فیصح لعدم المانع اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہو مگر
اس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہو کہ وہ یعنی غلام گریختہ اسکے پاس موجود ہے تو اسکی بیع جائز ہے اسواسطے عدم مانع کے یعنی بائع جواز نفاذ
تمام ہے جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی فہل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اسکا
قابض ٹھہریگا یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اسنے قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہریگا اسلئے اسواسطے کہ یہ
قبضہ ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی
عنایۃ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہو کہ میں اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہریگا
اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ ہم اگر غلام مذکور ہلاک
ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم وغیرہ
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب لازم نہ ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرہ
ہم یہ قول عطف ہے الا من یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وہو
الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایہ وغیرہا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک
نے اسکو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا
قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے باطل ہونے کے قول پر لیکن جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر
الروایہ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال علم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع
غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے بناء ثلثہ وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص
بالحی ولا حیاۃ فی اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ وہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے
اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اسمیں ملک کا حلول نہیں
وشعر الخنزیر لنجاسۃ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ
وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ولیفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد وقیل ہذا فی المنتوف اما المجزوز فطاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے
اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے یہاں تک

کہ اگر بدون ثمن کے دیا ہے تو اسکا خرید کرنا بسبب شبہ اور رشوت کے جائز ہے اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہین ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول
صحیح فاسد یعنے نجس کردیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہ حکم ہوا کہ اسکا جسے ہو بال میں پیٹ ورنہ اسکا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال سخت ہے تاہم
انگلی کے مقدار اور لب اسکے نرم ہوتا ہے تاکہ میں گرہ دینے کے لائق ہو اور زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے ابن زن سے
سیتے ہین وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو
قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اسکی کچھ حاجت نہین
یعنے بسبب زن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اسکے
سوا اور چیزے درشت مقصود ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل
بہنا اعتمادا علی ما سبق قال الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کے
چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہو اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل کی بیان کی ہے اعتماد پر ایسا ہی
کہا ہے وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد الانسان والخنزیر والحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اسکی
بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت
علیکم المیتۃ وہذا جزءہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہے سوا اسکے
کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تمپر حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزء ہے مردہ کی
وفی المجمع وتجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہے کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا
سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوا مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیون کے گودے
کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جسمین زندگی
حلول نہین کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ
انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقابلہ کرنے کے لیے جائز ہے
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا
بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خرید کرنا اس سے جسنے
اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے
فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزان ہوگیا
فساد یہ بسبب بیاج کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا
در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے
قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی ہو
تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور

خرید کرنا اُسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اُسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اُسکا خرید کرنا
بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوا اُسکے غلام اور مکاتب کے

ولابد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وكون المبيع بحاله فان اختلف جنس الثمن او تعيب المبيع جاز مطلقا كما لو شراه بازيد او بعد النقد

اور ضرور ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب
لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہی خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض
کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا **والدراهم والدنانير جنس واحد في ثمان مسائل منها هنا وفي قضاء دين وشفعة واكراه ومضاربة ابتداء
وانتهاء وبقاء وامتناع مرابحة ونيّرا وزكوة وشركات وقيم متلفات وارش جنايات كما بسطه المصنف معزيا الى العمادية** اور دراہم اور دنانیر ایک ہی
جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجملہ یہ مقام ہی اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع
مرابحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ (تلف شدہ ۱۲) کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہی مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اُسکو دنانیر سے خرید کیا
جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہیں ہوا اسلئے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا
دین تھا سو اُسنے ادائے دین میں پہلو تہی کی پھر اُسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور
غیر دنانیر کے اوسکے مال سے قاضی ادائے دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار
درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اُسکو دراہم کا مطالبہ نہیں پہونچتا اور اکراہ
کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اُسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہی تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی
یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اتنی ہی بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت
منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اُسنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور
بقائے مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اُسکو ایک دینار سے مول لیا تو اُسکو
بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہی اور زکوۃ کی یہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر
سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں
تو دونوں میں شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہی چاہے دراہم سے اُسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور
جنایات کی دیت کی یہ صورت ہی کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ میں عشر ہی اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ میں ثلث ہی اور دیت
یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درم ہیں تو اشیائے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی العمادی **وفی الخلاصة كل عوض
ملك بعقد ينفسخ بهلاكه قبل قبضه لم يجز التصرف فيه قبل قبضه** اور خلاصہ میں ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے
قبل اُسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اُسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اسمیں تصرف کرنا
قبل قبض کے صحیح نہیں عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمیں تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو
تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اُسکی علت یہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع میں مبیع ہی

ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ
طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہو بیع اس چیز مین جو ملائی گئی اسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز یعنی
مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی
قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ
اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی
العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز ولو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر
کہ بائع تیل کو تول دے اسکی ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضاے عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے
وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظروف کے
وہ جائز ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظروف معلوم ہو جاوے ثم زیتون کا تیل بطریق مثال کہا ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق
مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہوگی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظروف کا وزن شاید کم ہو شرط والے
تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظروف کا ساقط کرنا شرط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع
معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض
او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظروف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہے
طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے یعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ کبھی ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے اور مترجم
اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ
یہ ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظروف مقبوضہ کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار
مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی
ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح بیع
بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ شعر ولیس لہم قال الامام تقاسم ٭ بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر
اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہے
یعنی بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وارتضاہ فی الغاز الاشباہ شعر ومالک الارض لیس یملک بیعہا ٭ بغیر شریک ثم لو منہ ینظر ٭
اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین
سواے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے
اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدد اسکے بین الطول
والعرض اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اسکے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر
بعرض باب الدار العظمی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے

ھم بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ
مین بھی باب الدار العظمے وارد ہی تو ظاہر الاعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہندی مین پھاٹک
بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور ہبہ
اسکا بسبب اسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہی اسکی مقدار معلوم نہین ھم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنے
وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی جیسا نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اسکی
بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہون تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسئیل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی
تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہو تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان
یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور زمین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب ان سب یا مسیل
اعتبار ہو اور اسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہی چنانچہ شمنی
نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اسکے حدود مذکور ہوون تو بھی اسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن
الچلپی وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث
اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور
اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ھم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ
صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین مع حق مرور کو
بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیۃ وشرح وہبانیہ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب
بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین
کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی الفتح اور ظاہر الروایۃ
مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسئیل
وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر وعلی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسئیل کی اور ہبہ اسکا خواہ سیلان
آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اسکے
بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا النیروز سلطانی
ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اس ثمن سے جو
مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطانی ہی اور مجوسیون کا نوروز
وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت
بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان
وہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا
جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ھم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصاری وفطرهم وفطر الیهود وصومهم فاکتفا بذکر احدهما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے
اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان
نیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے ما بعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں
علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف
نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری
کی مدت پچاس دن ہیں ھ درر میں تحت حاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں چھپن دن
اور قہستانی میں ستاون دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد والدیاس للحب والقطاف للعنب لانها تتقدم
وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنی کھلیان باندھنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور
مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الدین اما تاجیل
المبیع او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم الیها صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات
مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور بیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الحموی ثمن دین یا
کی اصلاح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بیع سے تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا بخلاف بیع وہ تاجیل مجہول ہے
جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات لان الجهالة الیسیرة متحملة فی الدین والکفالة لا الفاحشة جیسا کہ ضامن
ہو ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ تھوڑی جہالت دین اور ضمانت میں متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ جیسا کہ ہبوب ریح اور قدوم غائب ولو اسقط
المشتری الاجل فی الصور المذکورة قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا
اتفاقا ابن کمال وابن ملک بجهالة فاحشة کهبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے اشیاء مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں
قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہ ہوگا باتفاق کذا صح ابن کمال ابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے
ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائهما
ای وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صیده یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باهلیته و
انتقال الملک الی الآمر امر حکمی وقالا لا یصح وهو الاظهر شرنبلالیة عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو
شراب یا سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراء امام
کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری
صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراء میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ھ جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شراء اشد کراہت کے ساتھ
ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بناوے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے
کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی نیروز وزاد صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا یہ شرط عطف ہے نیروز پر یعنی بلکہ

معطوف علیہ البیع اسے الیسیر وزہیرہ لفظ غیر وکما لا یخفے شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہے کذا فی الطحطاوی
یعنے الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او فیہ نفع لمبیع ہو من اہل الاستحقاق
للنفع بان یکون ادمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ
مراد رکھا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اسکے مناسب ہے اور اسمین فائدہ ہے بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ
ہے اس مبیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اسطرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو جیسا کہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط
مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور جو شرط عقد بیع سے واجب ہے چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے
اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہے اور اگر ایسی شرط ہو جسمین
بائع مشتری کی منفعت نہو جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول ظاہر فقین بیع جائز ہے خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہو
جسمین نفع ہو نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اسکے کھالے کے یا کپڑا اسواسطے لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم
یرد الشرع بجوازہ اما لو جرے العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج نہ جاری
ہو اور شرع مین اسکا جائز ہونا وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تسمہ یا پٹی لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس
شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار شرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ
العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قبا سی دے یہ مثال ہے اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین
فائدہ ہے مشتری کا ہے اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ باغ کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوار بنا دے یا خندق بنادے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین
مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شرطون سے بیع فاسد ہے او یستخدمہ شہرا مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہرا لما
ان الخیار لو کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام در یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہے
اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہے مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہے کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط
کرنا جائز ہے کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے
پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا
تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو
مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بناوے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہے
اس مبیع کا جو مستحق ہے نفع کا ہم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسندیدہ آتا ہے
کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتری افاد
الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہے اس شرط سے جسکو عقد
مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی نہین
اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکا اتنا عرف دے تو قول اظہر فساد ہی اس بیع کا چنانچہ دنی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی کشرط
ان لایبیع عبد ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری
نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی وکہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہی اولا یقتضیہ
لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہی عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط
کرنا کذا صحح ابن الکمال اسیطرح ابن کمال نے تصحیح کی یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ یا ضامن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا
ضامن دے تو بیع صحیح ہوا ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا تسمیہ تو اگر مسمے اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون
اسکی تعیین پر مجلس عقد کے اندر راضی ہوجاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل
کردین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری
العرف بہ کبیع نعل امر صرما باسم بالحول النعل العینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب
استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا اکا ٹے اور اسپر دوال لگا دے اور اسی
کیلین جڑنا ہی کھڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا عینی نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار
کذا فی العینی شراک تسمہ اول عبارت ہی سینے سے یعنی سین کھلا رکھوان یا ہے شتا یعنی وہ دوام اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر ہوتا ہی صرم فتح صاد وسکون ری
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کما بسط الاشباہ من الشرط
والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط بتعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہی مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن کی خیار شرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبد ابن کمال باذن بائعہ صریحا او
دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت
حال کے اسطرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجا رضا سے بائع اذن بائع مذکور ہی ابن کمال نے اذن
ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضامندی بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہی بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس
ملک ثابت ہوتی ہی باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجا سے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فہذا صح حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اسکا
حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال
کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک قنیہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہین اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد
کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اس طرح کہ جب
فاسد شامل ہی باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے متحقق ہوگیا خبردار رہنا

ہم جوہری نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے
باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ تقسیم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مالک ہوتی ہے اور
حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی کی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو
ہم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضا بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ در صورت خیار شرط کے قبض
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بالطریق اولے نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے
امر سے در صورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ہم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد
قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک بھی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے
جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل ح فی شراء الاب من الطفل
او بیعہ لہ کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خریدنے
مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم کہ اس
مین یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارت منقول ہے باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبدا لنفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی
یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خریدا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر
قبضہ نکرے اور استعمال مین نہ لاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال
ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مال الطفل فاسدا وشرائہ لنفسہ من مال الطفل فانہ لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ
واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہے مشتری اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ
فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی

واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا اشباہ اور جبکہ
مبیع فاسد کا مشتری مالک ہو تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوا پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور
نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہے
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے کذا فی
الجوہرہ وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا فی سادستۃ او جوہرہ اور شرح مجمع مین ہے کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی
یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا مثلا ان مثلیا

والا بقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا بیع کا مثل دیکر
اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ
بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے

کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور بعد عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رہن واجب ہے نہ قیمت
کذا فی النہر والقول فیہما للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادتی یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور
قول منکر کا معتبر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل
قبض مبیع کے اور یہ فسخ بازرہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ہم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعا عنہ مفعول رہتا اعداما کے مانند کذا فی البحر
او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف
مشتری کے ہاتھ میں رہے اور یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اس واسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ہم اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مثلاً
بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور
چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں ہو واسطے کہ جو چیز شرعاً واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا
اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری اسکا بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو
معلوم ہو تو اسکو فسخ کردینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ فعلیہ
کہتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب جواز سے مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبری المشتری من ضمانہ قنیہ اور جس مبیع فاسد
کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ
میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ہم اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل
ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ
سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہوا ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ جہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ
مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ہم اگر مشتری نے
مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی
مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان
باع المشتری المشتری فاسدا بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع
فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے
بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ لغیر الاکراہ فلو بہ ینتقض
کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض
اور ناجائز ہونگے او وہبہ وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ورد معہا عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور
قبضہ کروادیا یا غلام کو آزاد کردیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگرچہ حاملہ نہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق
کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء لکون
المامور بالامر ملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے لیکن بسبب اسکا

بلکہ امر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے
تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس امر کے کرنے سے
قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور عجیب بات ہوگا البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں وما فی البنایۃ علی خلاف ہذا ارواۃ
وغلط من الکاتب کما بسط العمادی اور جو بنایہ مین برعکس اسکے قول ہی یا دوسری روایت ہی یا افلاط کاتب سے ہی چنانچہ عمادی نے اسکو شرح
بیان کیا ہی هم خانیہ مین ہی کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف
آزاد کیا تو عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی الفتح او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ مین وقفہ واخر
عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری
نے بیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہین سو صحیح نہین
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہی هم جامع الفصولین مین یون ہی کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ
باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنا دے انتہی نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہ بہتر ہی تطبیق سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تحمیل قاضی پر
محمول کیا ہی کذا فی الطحاوی او رہنہ او اوصی او تصدق بہ لنفاذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر لانقطاع حق الفسخ بتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ
فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین
یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے
حق العبد کے اسکے ساتھ مگر چار صورتین جو اشباہ مین مذکور ہین هم اشباہ مین ہی کہ عقد فاسد متعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہی اور فساد مرتفع ہو جاتا ہی
مگر چند مسائل مین اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہی ایک شخص نے اکراہ سے کوئی چیز مول لی
اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہی مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہی اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام
متن کا تصرف مشتری مین ہی تو مسئلہ اولے کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہی اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود
شارح کے آیندہ قول مین موجود ہی کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سواے اجارہ اور نکاح
کے چنانچہ مدبر ہو جانا و لفاذ بیع فاسد کا هم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہی عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہی اور نکاح
مین اخراج عن الملک نہین ولہا یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولعا لجمیعہ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہی اسکے فسخ بیع فاسد سے قول
مختار یہ ہی کہ ہان باطل ہو جاتا ہی کذا فی الولوالجیۃ هم یہان گفتگو اسمین ہی کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہی جمیع مسائل سابقہ مین
اور کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہی تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن
عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل
کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادا
قیمت کا حکم نکیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اسبا ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین ولا یبطل
حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ
ہوگا فسخ کرنے مین اسی کا فتوی ہی وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مالو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کاجارۃ یعنی وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لیتا وقتیکہ اسکا ثمن منقود پھیر دے
ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہو تا غیر نقد یعنی کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور
شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری یعنی صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں ہے مانند اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح
اور وہ فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے ہم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین جو اس پر تھا اور غلام قبضہ
کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر
اجارہ فاسدہ میں سابق ہو پھر مستاجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
یعنی سابق انتہی قول بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ یعنی سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے
لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف
عقد البیع کذا فی الطحاوی ایضا اور اسی طرح نہر الفائق میں ہے فان مات احدہما ای موجر او المستقرض او الراہن فاسدا عینی وزیلعی ای مات
فالمشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلو جعہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا
مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جاوے اور
مستاجر و مقرض اور مرتہن زیادہ حقدار ہیں باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہاں تک
اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کما لا یخفی علی المتوہم ہو اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی اور عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری
احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ
فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس
جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مر جاوے تو وہ شئے مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریموں سے کذا فی الطحاوی فیاخذ
المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمة ومثلہا لو ہالکة بناء علی تعیین الدراہم فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا
لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور انکے مانند اور دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہوں بنا بر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح
ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو
جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں متبین بال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور
حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایة
الصحیحة المقابلة للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لا بتعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ
فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں
ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب
یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں
امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا
مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی اسواسطے مشتری کو نفع حلال

خریداری حرام ہو مگر یہ کہ غارت گر او تیا مسے اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کرے تو اسکو مول لینا درست ہو کذا فی الطحطاوی و فی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہو کہ حرمت متعدد ہوتی ہو اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین یعنی اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہو سوا وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق مین وہ مال حلال ہو وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو یا بن قید مقید کیا ہو کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام مین ہم یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہو تو اسپر واجب ہو کہ انکو یا انکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہو مجتبی مین ہو کہ مورث مرگیا اور کسب اسکا حرام ہو تو میراث حلال ہو پھر انھون نے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقاً حرام ہو انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہو اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بنی مشتری بناء او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما انقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما و امتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس چیز مین جسکو فاسد خریدا تھا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہو شروع ہوا ان مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہوجاتا ہو افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے اول اقوال فاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اسکے افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما و یرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑ دے اور درختون کو اکھاڑ دے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہو تو محل فسخ یعنی عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہو سو ممنوع ہو اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگاوے تو بالاتفاق قطع واجب ہو تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا سبب دوام کے واسطے ہونا ہو اور نگاہ سے نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہو یعنی دفع کیا ہو نہر الفائق مین بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہو اس سے دوام مقصود ہوتا ہو بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہو انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہوسکتا ہو کہ اسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کردیا حالانکہ مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق الشرع کے سبب ہو تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح بائع فسخ ہی ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع متصل ہو اور اس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ بمنزلہ زیادت غیر متولدہ ہی بنظر مرد کی منی کے فلو متصلۃ کولد او متولدۃ کثمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سو منفصلہ غیر متولدہ جو ہرہ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اسکو فسخ کا اختیار ہو اور اسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوا منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی البحر ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہو کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہو اور مشتری پر قیمت واجب ہی نہ باقی مین و فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہو کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے ویت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مستردہ ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہو یعنی چاہے مشتری سے نقصان کا عوض لے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس بتعلیل النہی بالاخلال

بالسعی فاذا انتفی او رمکروہ تحریمی ہی صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی
حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں ہو اسواسطے تعلیل نہی کی چلنے کی خلل اندازی سے ہی پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ہم قرآن مجید میں صرف حکم
کیا اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں
بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں ہے کذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں ہی کو بھی مکروہ کہا ہی یعنی ہو اسواسطے کہ نصوص مطلق نہیں کذا فی الطحطاوی
وقد خص منہ من لاجمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہوا نہی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہی یعنے عورتیں
او رمسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ انپر سعی واجب نہیں وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ
لیروجہ اور مکروہ ہی لالچ یا نجش بفتح نون و جیم او رسکون جیم بھی جائز ہی اسکو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی
تعریف کرے جو اسمیں نہیں تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کریں ویجری فی النکاح وغیرہ اور لالچ یا نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہی
لالچ دینے کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہی لاتناجشوا یعنے لالچ یا نجش مکرو اور یہ نہی عام ہی بیع کو
بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاع الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے
کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید کے ثمن کا زیادہ کردینا بقدر
قیمت مکروہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت میں بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں
والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا او رمکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ
میں ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے
بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم اور ذمی و مستامن اور
اسکا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر ظاہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح میں قید نہیں کافر کے
اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہی وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن
او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اسواسطے
کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ میں ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ دو
شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نکریں کہ تیسرا شخص آ دے اور مول زیادہ کردے تو یہ جائز ہی لیکن
مکروہ ہی کیونکہ اسمیں وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد فیصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو
تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے
فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اسنے کہا کیوں نہیں ایک کملی ہی جسکو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہی جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا
ہم دونوں کو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہی سو ایک نے کہا کہ میں انکو بعوض ایک درہم کے
خرید کرتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوبار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک نے کہا میں دو درہم کو لیتا ہوں
سو حضرت نے دونوں چیزیں اسکو دیں اور وہ دونوں درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کے

یا مں خرید کر لا سودہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے اسکو اپنے دست مبارک سے بنیت ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیاں لا یا کر اور بیچا کر او دن تجکو پندرہ دن
نہ دیکھوں اسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوئے سو اسنے کچھ درموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منھ میں ہو قیامت کے دن کذا فی الطحاوی ھم یہ حدیث ابو داؤد نے امام کی جو باقعل ہندوستان میں مشہور ہے
اصل ہے و تلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھری کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے ھم تلقی جلب کی صورت
اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلہ میں جا کر ملا اور اُسنے سب غلہ خرید لیا
اور شہر میں اگر اسنے بیچا خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کشائش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب وہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تا
تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت ثانی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو
یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحاوی عن الاتقانی وہذا اذا کان یضر باہل البلدۃ او یلبس السعر علی الواردین
لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے
تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہوں تو
تلقی جلب مکروہ نہیں وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے
آدمیوں کو بعضوں سے وہذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لعدم الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا مال بیچنا بطور
دلالی کے مکروہ نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے ھم یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نکر میں تجکو گران بیچ دونگا
تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمیں اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے وقیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انہما السمسار والبائع لموافقتہ آخر
الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی میں ہے یہ ہے
کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے رواہ مسلم ۱۲ اور اسی واسطے
بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد میں لا یکرہ بیع من یزید لما مر انہ بیع الدلالۃ مکروہ نہیں بیع
من یزید یعنی نیلام بدلیل حدیث گذشتہ جسمیں پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالہ کہتے ہیں کذا فی الفتح اور باقعل ہندوستان میں اسکو
نیلام بولتے ہیں اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والدۃ وولدہ واخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا ویقال تفرد الائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر
بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فافہم اور جدائی نکیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم
جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو وجہ سے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر کے تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں
بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم نفی میں مبالغہ کیا اسواسطے کہ تفریق کو
مثال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے صراحتًا
لفظ قریب البلوغ بھی صغیر میں داخل ہے الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ او علی مال او بیع من حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالفروع

او متعدد ولو الآخر لطفلہ او مکاتبہ فلا بأس بہ او لتعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بہما فتح کہ جب کہ تفریق بسبب اعتاق
اور اسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی
قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ
نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھم اگر صغیر کی دادی اور عمہ
او خالہ ہو تو عمہ او خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او بحق مستحق کردہ مستحقا یا تفریق بحق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق
نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام میں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں وکدفع احدہما بالجنایۃ وبیعہ بالدین
او بإتلاف مال الغیر ورده بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دین سے ایک غلام کو بسبب اسکے ارتکاب جنایت
اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسوجہ سے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اسکے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں ھم اپنی نسبت شرع یہ کہ صغیر
ضرر دفع ہو نہ اسکے غیر کو جدا کرنا اسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو دو صورت جنایت غلام
مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف
الکبیرین والزوجین فلا بأس بہ خلافا لاحمد فالمستثنی بضعۃ عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے بخلاف امام احمد
حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں ھم یعنے صغیر اور اسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲
توابع اعتاق ۳ اسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں
۷ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ عیب کے سبب
پھیر دینا بحر الرائق میں بارہویں صورت یہ زیادہ کی ہے جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اسکی ماں اسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق بیعا وغیرہ من اسباب
الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ بشراء الا من حربی ابن ملک والقسمۃ فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اسکے سوا
اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں
قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم نہیں ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہنچا ہے تو دوا
یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی انکا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ
مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی آیندہ شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما ایضا بحر وغیرہ
لرفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ
بسبب دور کرنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ نصح شراء کافر مسلما ومصحفا مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ کما سیجئ فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہ بھی
روایت ہے کہ یہ صحیح کہتے ہیں شراء کافر کا مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی جبر کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالی اعلم یعنی اگر کافر مسلمان
غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ انکو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے
واللہ اعلم بالصواب **فصل فی الفضولی** یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ھم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل کی معنی زیادت کے چنانچہ انصاری اور عراقی
مناسبت ظاہر ہو مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الچلپی ذکرہ فی النہر

بعد الاستحقاق لانہ من سورہ اور کہتے ہیں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق
دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی
کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیع غیر کا حق ہے ہو من یشتغل بالا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی
لغت میں اُسکو کہتے ہیں جو مشغول ہے بیفائدہ کام میں تو جسنے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اُسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر
بالمعروف شرعاً واجب ہے اور فاعل کو سفیہ ہونا اُسکو فضولی کہنا ظاہر نفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی نفی حقیقت کفیہ نہوگی اسواسطے کہ اس کلام
سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی واصطلاحاً من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے
جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمیں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن
شرعی فصل ہے جو بغیر ہے مانند وکیل ووصی کے چنانچہ قاضی نے کہا یا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطاً کطلاق و
اعتاق ولہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفاً جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہے چنانچہ بیع اور
تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور حالانکہ اُسکا مجیز ہے یعنی اُس تصرف کے واسطے وہ شخص ہو جو قادر ہے اُسکی اجازت پر تصرف کے واقع
ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ھم یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اُسکی
زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور عتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وان لا مجیز لہ حالۃ
العقد لا ینعقد اصلاً بیانہ صبی باع مثلاً ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازہ بنفسہ
لم یجز لانہ وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل ما لم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں بحالت عقد میں تو وہ اصلاً منعقد
نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع کو
جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اُسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی اور
پھر وہ بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ
کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق میں دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جبتک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی
تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ھم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں
کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اُسکو فضولی قرار دیا ووقف بیع مال الغیر ان لغیر البائع عاقلا
فلو صغیراً او مجنوناً لم ینعقد اصلاً کما فی الزواہر معزیا للعمادی اور غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا
منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے عمادی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ للمالک اور یہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس
شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہو یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط
الخیار فیہ لمالکہ المکلف او باع عرضاً من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اُسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اُسکو بیچا اپنی ذات
سے یعنی خود خرید کیا یا اُسمیں اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اُس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی
بعوض متاع مغصوبہ کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ھم ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو
غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ

بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں
کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہرا یہی حکم ہے دو فضولیوں کا جنھوں نے ایسا کیا تو غصب کی
قید نہیں اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص سے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود و معاوضات میں
متعین نہیں کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں
باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکیں اور ایک صورت مال صغیر و مجنون کی بیع ہے وقید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری
صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خریدیگا تو مشتری یعنی فضولی
نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی
تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اس
سے لے تو دونوں میں بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع
بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا یہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جبکہ اسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت
کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف رہیگی کذا فی
البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ
عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا
بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے
واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول میں مذکور ہو چکا
وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلاث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر
للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی
الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں
میں باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اسمیں مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی
اس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اسکے مخالف
ہونے کے مسائل مذہب کے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو
اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے
واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف
نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع
فضولی کی در صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ
لابن المصنف زدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور
میں نے اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر و مجنون کو یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوگی

یعنے باطل ہے انتہی طحطاوی ذکرہا الی ہنا بمعنی انتہی ہی ووقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور
صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے وفی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد اقاریر الصبی
والعتوہ وشقیقہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ہم ظاہرا
عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے وغیر منعقد اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مرادی ووقف بیع مالہ ای مال فاسد العقل غیر
رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید ہے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو
وبیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہو اور غیر کے اجارے میں ہو اور جو زمین
غیر کے پاس بٹائی میں ہو اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کہا بعضی نے
کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علم المشتری فی مجلس البیع لنفذ والا
اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی رقم یعنی ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں
تو باطل ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق او شرنبلالیہ میں اسکے بالعکس ہے قلت فی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ شبہۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو والصحیح علیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صورت صحت عارض
ہو سکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہیں ہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر
قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے
اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم درر میں ہے کہ ایک شخص زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے
ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر اسنے قبض بیع سے ہو گی
مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ
مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا لہما صاحبین
والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور
بیع موقوف ہے بعوض اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں
یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے وبیع
الشی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل انتہی اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل
ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس میں اختیار کریگا تو صحیح والا فسید
صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی جبکہ
غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب
اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی مغصوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب
نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اسکی
تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثة الترکة المستغرقة علی اجازة الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو موقوف ہے قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے
وبیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف علی اجازته او بغیبته فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک وکیل یا
وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے واوصلها فی النهر الی نیف وثلثین ور نہر الفائق میں
بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق میں اڑتیس قسمیں بیع موقوف کی ذکر ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تینتیس قسمیں ذکر کی ہیں
وحکمه ای بیع الفضولی لو له مجیز حال وقوعه کما مر قبول الاجازة من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازته کالبیع حکما اور حکم یعنے اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے
جبکہ بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع کی کے
برابر ہے ہم لغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت ہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا
رنگین کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہوگی یہ کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کر لینے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانه مبیع من وجه فیکون ملکا للفضولی وعلیه مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمته وغیر العرض ملک للمجیز
امانة فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی
مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا مالک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت
اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب
المتاع ایضا فلا یجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے
اجازت کے اسکی موت سے وحکمه ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبه من المشتری یکون اجازة عمادیة اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا
اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ وللمشتری الرجوع علی الفضولی بمثله لو هلک فی یده قبل الاجازة الاصح ثم ان لم یعلم انه فضولی
وقت الاداء رجع ولو علم لا قنیه واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانه امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا
فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا ثمن کے وقت
یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف
نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقاً یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح
اور بصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں وقوله اسأت نهر بئس ما صنعت او احسنت او اصبت اجازة علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی
سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النهر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت
او اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی وهبته الثمن من المشتری والتصدق علیه به اجازة ان المبیع قائما عمادیة
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقوله لا اجیز رد له ای للبیع الموقوف
فلو اجازه بعده لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجازه جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے
اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر
بعد اسکے اس نے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامه جواز الاجازة بالفعل وبالقول ان للمالک الاجازة والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازة وکذا الفضولی قبلها فی البیع لا النکاح لانه معبر

بزازیہ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کر دینا جائز ہی اور مشتری کو فسخ جائز ہی
اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہی نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہی کذا فی البزازیہ جب فضولی نکاح میں سفیر ہوا
تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولی کو فسخ کا اختیار ہی تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد
فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اسمیں اسکا ضرر ہی تو اسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے
ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی الصحیح لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصته والزم بحصة او صحیح میں ہی کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری
مختار ہی اسکے حصہ لینے میں اور مجھہ نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکھی ہی بلا اختیار **باع الفضولی با مالک فاجازہ و لم یعلم مقدار الثمن فلما علم**
رد البیع فالمعتبر اجازتہ بعینہ ورثہ بالاجازۃ کالوکیل حتی لیصح حط بعض الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اسکا مال بیچ ڈالا سو اسنے بیع کو جائز
رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد کیونکہ جائز فضولی کی
اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہی مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کی بیع کرا لیل کرنا
سے جائز ہی مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہوا ہو کذا فی المنح **اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی**
الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ہدایہ او ادی المشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وہو العتق لا الثانی وہو البیع لان الاعتاق
انما یفتقر الملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خریدا کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب
نے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی
یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہی ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے ضرر کے دفع کے واسطے
اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہی بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے وقت
قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا
نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہی نہ غصب سے کیونکہ غصب
ملک کا سبب نہیں تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمیں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے
کذا فی الطحطاوی **ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر قبل الاجازۃ**
یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام مبیع کا اسکے مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی
اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہی اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگر قبل اجازت انکا حدوث ہو
مشتری کے ملک میں اسواسطے کہ اجازت کے سبب مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف
غاصب کے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اسکے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہی نہ غصب سے **وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح** اور
جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکے ضمان
میں کذا فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہی اور مشتری کے ضمان میں اسقدر داخل ہی جو مقابل ثمن کے ہی تو نصف ثمن سے
جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمیں شبہہ ہی عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح **باع عبد غیرہ بغیر امرہ فبرہن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع**

ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے
اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اسکے گواہ مردود ہیں اور اسکا قول قبول نہ ہوگا
بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے فقط وجہ تناقض یہی کہ عاقدین
یا قابلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعوے پر پھر بسبب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی قبول نہونگے کما لو
اقام البائع البینة انه باع بلا امر او برہن علی اقرار المشتری بذلک اصلان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ
گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے
اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اسکی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول ہے ایک یہ مسئلہ ہے
کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ
اسکے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اسپر
گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لونڈی پھیر لے اور اسپر محمول ہوگا کہ اسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی
الطحطاوی وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان
التناقض لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة فاذا توافقا بطل فی حقهما الا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامرہ فیطالب البائع بالثمن
لانه وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے
مجھکو اسکی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب
نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب
کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی انکے
نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیرہ بغیر امرہ وقبضها المشتری ثم
وادخلها فی بناء المشتری فقید اتفاقی درر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اسکے امر کے اور اسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں
چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر ھم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر
المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقرارہ علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا
تاوان نہ دیگا بسبب سرایت نکرنے اقرار بائع کے مشتری پر ھم عدم سرایت اقرار بائع اسکے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہے یعنی
مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے
نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذها لانه نور دعواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر
تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے باب فضولی و آجرہ آخر او زوجه او رهنه فاجیز معا ثبت
الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اسکو اجارہ دیا یا اسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی
اجازت ہوئی ساتھ یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دو
عقد برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی المنح سکوت المالک عند العقد
لیس باجازة خانیہ من آخر فصل الاقالة مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں فصل اقالہ کی اخیر میں ہے

باب الاقالہ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی بوجہ عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے وہی
الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت میں رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہے بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو
رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے
کہ اسکا مصدر شاذ کی یائی آتا ہے وہ دوسری وجہ فی الصحاح بیان نہیں کہ اقال البیع قیلا تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے قاف کی
کے بیان میں ذکر کیا ہے نہ ق و ل میں وشرعا رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اوٹھا دینا
وعم فی الجوہرة فعبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کیا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہ کو شامل ہے
وتصح بلفظین ماضیین وهذا رکنها او احدهما مستقبل کاقلنی فقال اقلتک لعدم المساومة فیها فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں
سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا
نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے
بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اگرچہ در حکم بیع ہے نہیں اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف
بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وهو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہ ہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان لفظوں سے بھی جو متن میں مذکور ہیں یعنی میں نے تجھسے
بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا دیا الم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ
مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح وبزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے
مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ
اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیة لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم
مبیع و قبض ثمن دونوں طرف سے ضرور ہے یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعه
وقبضه فور قول المشتری اقلتک لان من شرائطها اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول مثلا
بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے ہم فی الفور سے مراد یہ ہے
کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن
بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہ ہوگی
بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین او الورثة او الوصی ومن شرائطها رضا المتعاقدین ہم متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی ہم وقبول المحل
للفسخ بخیار فلو زاد زیادة تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط یہ ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور
خیار رویت کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہوگا خلافا لهما یعنی زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگ اور دوختن

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسا بچہ و لدا و ثمر و قبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہی قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ مین وان لا یہب البائع الثمن
للمشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہی کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نہ کیا ہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہی اگر بائع نے
اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون البیع بالاکثر من القیمۃ بیع ماذون و وصی و متول اور یہ شرط ہی کہ بیع اس ثمن سے جو قیمت
سے زیادہ تہی غلام ماذون اور وصی یتیم او متولی وقف کی بیع میں ہم یعنے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہی اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو
بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین برعایت متولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر بغیر القیمت کو ثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ
نے تو بھی اقالہ صحیح نہین فرع اقالۃ المتولی ان خیرا للوقف والا لا اصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلاثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء وکیل و
بالسلم اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو بیع کا مالک ہو وہ اقالہ بیع کا بھی مالک
ہوگا پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین مذکورہ جو ہو چکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہی کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے
نزدیک اسکا اقالہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرہ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور
عتاق مین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہی یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہین
ہوتی عتاق کے مانند وابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابراء مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہوگیا اور ساقط
پھر عود نہین کرتا وہی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہی بدلیل حدیث شریف ہم ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنے جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت میں اسکی لغزش
اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین مسلما نادما اور دہی کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غرہ البائع یسیرا نہر بحثا فلو
فاحشا فلہ الرد کما صحح اور اقالہ واجب ہی عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور نیز ہمین اقالہ واجب ہی جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر
بحثا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہی جیسا کہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات
بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہی کہ اقالہ فسخ ہی متعاقدین کے حق مین اس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہی موجبات بفتح جیم سے احکام عقد
مراد ہین ہم موجبات عقد وہ امور ہین جو بنفس عقد ثابت ہوتے ہون بدون کسی شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہی خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین
کے حق مین بیع جدید نہین مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہی مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین بھی
اور محمد کے نزدیک فسخ ہی مطلقا اما الوجب بمطلقا نہ کان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدینہ بثمن مؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل فیصیر دینہ حالا لانہ باعہ
ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع کسی امر زائد کو واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے
حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین
کی مدت اعادہ نہ کریگی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہوجائیگا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب
کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہی بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نہ کریگی
کذا فی الخانیہ ہم یعنے اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہی کہ بیع مین اجل دین کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا
اعادہ ہو نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہ فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع ولا قبلہ موقوفا ابن ملک

سبب ہی۔ ۔ ۔ [illegible]

بعد اقالہ کے فسخ کی چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ ایسے بعد
قبض کے بنابر حق شرع شرعی یعنی نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ
تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول او بالسکوت
عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو
سکوت ثمن سے جائز نہوتا ویرد مثل المشروط ولو ابدل بعرض اجود او اردی والثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط کے یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ
بعوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن میں دینار تھا اور مشتری نے اسکے عوض درم دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہو گئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر ولو تقایلا وقد کسدت رد الکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی شرح عین الفتح الا اذا باع
المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتری باشیاء باقل منہا للوقف او للصغیر لم یجز اقالتہ ولو بمثل الثمن الاول کذا الماذون
کما مر ثمن اول او سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے
کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کم قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا قال وسابقہ بشرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وکذا فی الاقل الاصح تقییدہ فیکون فسخا بالاقل لو تعیبہ بعیب لا ازید ولا انقص
قبل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول او سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت
مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر بیع کے معیوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ
نہ کمتر بعضوں نے کہا کہ اگر اسقدر کی زیادتی اور کمی ہیں کچھ مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ شرط کا ان صلیبہ ہے فصلیہ ہم
ان شہر و متعلق ہے ما قبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ
کما سیجیء اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا صم
تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اسکے ہاتھ
بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحاوی عن البحر والرابع جاز للبائع
بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ من غیر المشتری یعنی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوبارہ
بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی البحر
ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ
اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل و موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز
نہوتا والسادس جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما ما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو
بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہوتا اور وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع
فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فھو فسخ فی حق الکل فی غیر عقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوا
زمین کے کہ زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا

دو بلفظ البیع فبیع اجماعاً اور اگر اقالہ بلفظ مفاعلہ یا مشارکہ جانتر یعنی باہم رو کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع
بیع ہو دم بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیع جسکو تو نے خرید کیا اور ثمرہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقاراً فسلم الشفیع
الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بالشفعۃ لکونہ بیعاً جدیداً ان کان الشفیع ثالثہما اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے موضع اول یہ
کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اسکے ہونے کے بیع جدید تر
شفیع متعاقدین کا تیسرا ہو والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول العیب علمہ بعدہ بالا نہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا
بسبب اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق میں ہم یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم
ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس ور بائع ثانی لے جا کر اسکو پھیرے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اسکے حق میں بیع ہے گویا
بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب ثم تقایلا لانہ کالمشتری
من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ
موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراءہ منہ بالاقل وموضع
رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شئ خرید کی اور قبضہ کیا
اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری اول
سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا اسنعہ الطحطاوی والخامس لو اشتری
بعروض التجارۃ عبداً للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیباً فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر
ثالثہما اذ الرد بالعیب بلا قضاء اقالۃ اور موضع خامس یہ ہے کہ اسباب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام
میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو انکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہاں فقیر
تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید
استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع
واقع نہوئی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوۃ واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے جنس کا
مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحطاوی وزاد والتقابض فی الصرف وجوب الاستبراء
لانہ حق اللہ تعالیٰ فاسد ثالثہما صدر الشریعۃ اور موضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا ٹھہرا
متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ہم وجوب استبرا کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو
وطی اسکی جائز نہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما انہر فہی تسعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے
متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے نو ہوئے ہم نہر الفائق میں کہا کہ مجھسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل
قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے
اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی
والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع وحکما کاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو چنانچہ بھاگ جانا غلام کا ہے اور اگر ہلاک مبیع کی

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن و فی بدل الصرف نہ ہلاک کی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو ھ چونکہ اصل بیع میں مبیع ہے
نہ ثمن لہذا ہلاک کی بیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاک کی ثمن کی و ہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا ہے بقدر
باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ھ ازانجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر حصے کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو
قنیہ سے ذکر کریگا و لیس منہ ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر
دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہیں و اذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ
و کذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما و علی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا و مثلہ ان مثلیا و لو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ
احد البدلین مقایضہ اور ایسے ہی سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہو اگر وہ قیمتی چیز ہو اور مثل اسکا لازم ہے اگر وہ
مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ھ مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور صرف کا
استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری و عجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر
غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو وے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ و لو
اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہا و عبدا فقطعت یدہ و اخذ ارشہا ثم تقایلا صحت و لزمہ جمیع الثمن و لا شئ للبائع من ارش الشجر و الید ان
علم البائع بالقطع وقت الاقالۃ و ان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن و الترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام
خرید کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہے اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ
کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہوا اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن سے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ
و فیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں
حصے کے برابر ھ یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں
اسواسطے کہ عقد خوید پر وارد ہوا نہ گیہوں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا و اخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو
معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع
پر ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت میں کذا فی الفتح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبی و تصح اقالۃ الاقالۃ فلو
تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت و عاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط فلا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر
بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آ دیگی سوا اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسواسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط
ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا
تو نہیں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ھ یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اسمیں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ
قبض راس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف و حکم راس المال کا
قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہے مگر دو صورت میں یکسان نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں
ھ اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائینگے یعنی دوسری صورت عدم ... کذا فی الطحطاوی و لو تفرقا قبل
قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں ھ اور اگر متفرق ہوئے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں ہو واسطے کہ قبض راس المال اس عقد کی شرط ہی تو اقالہ الا فی الصرف فاستثنا منقطع ہی کیونکہ کلام راس المال مین ہی
وفیما اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور جہان بائع و مشتری نے اختلاف کیا صحت
عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہی اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ
من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین مدعی فساد کا قول معتبر ہی
جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا
باوجود دعوی فساد کے ھم اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہی کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہی اور بائع مدعی صحت ہی اسواسطے کہ وہ دعویدار اقالہ کا ہم
صحت بیع ہی کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر صحیح بیع مین تو ماحصل یہ کہ یہان صحت و فساد مین اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا [illegible]
فتاوی البیع الا اذا استہلک فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے برعکس ہو یعنی بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو
دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہیں ہم سبب کہ غیر مشتری
نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہو مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی [illegible]
ورایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل المشتری نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور شرح بخلاصہ مین نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے
اسکا پھل کھایا ایکسال پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم نزل بضم نون و زاء کے ہیں اگرچہ بمعنی ریزہ روزی کے ہیں لیکن یہان پھل انگور کا مراد ہی

باب المرابحۃ والتولیۃ

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہی مرابحہ اور تولیہ کے احکام مین لما بین الثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ بیع و ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا یعنی تبک
ان بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہو جنمین جانب ثمن ملحوظ ہی چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر
اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہی و ثمن تبع الفائق ہین مناسب ہی کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہی کہ ناواقف محتاج ہی تاجر واقف کار کے فعل کی طرف اور اسکے مانند
ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور یہ روایت صحیح ثابت ہوتا ہی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو
صدیق نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ مجکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن سے ولم یذکر
المساومۃ والوضیعۃ لظہورہا اور مصنف نے مساومہ و وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب انکے ظاہر ہونے کے ہم مساومہ بیع ہی جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن
کیون نہو تو اسمین ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہی اور وضیعہ بیع ہی کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگرون مین کمتر ہی کیونکہ تجارت سے غرض
استرباح (طلب نفع) المرابحۃ مصدر رابح اور مرابحہ مصدر ہی رابح کا ہم عرب بولتے ہین باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا
وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ
جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہی اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہی منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت
یا غصب کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مالک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مذکورہ مبیع کی جنس سے نہو
چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہی کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہی کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہیں کہ مبیع
بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے یہ سوال ہو بلکہ ہر ایک چیز مین مرابحہ جاری ہی سو اگر مبیع خریدی بائع کی تو اسمین مرابحہ یون ہی
کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہی تو اسمین مرابحہ یون ہی کہ اس چیز کی قیمت اولیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے

کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خریدا کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور شارح زیلعی میں بدائع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا او تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ وعبر عنہا بالثمن لانہ الغالب او سطا للشرح بیع تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ میں اکثر رائج یہی ہے جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر ہے یہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہو وشرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمتی کی چیز مملوک مشتری کی ہو ثمن مثلی جیسا کہ دراہم اور دنانیر اور کیلی وموزون اور عددی متقارب مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ کپڑا اور عوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ بقیمت غلام کے ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے یہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر وہ کپڑا اس بائع نے زید کو بطریق ہبہ یا بیع دیا پھر زید سے مشتری نے بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے کے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر وہ مرابحہ ولو کان الربح شیئا معلوما او قیمیا مشارا الیہ کہذا الثوب لاستغنائہ عن الجہالۃ ولو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو جیسا کہ کپڑا السے یعنی بوجہ جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز نہو گا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن دہ کا معلوم ہو لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار ولا پلے بائع اصل مال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈوروں بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت اور انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور بندوں اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسی طرح ملکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی بنا سوراخ کرنے کی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملا دے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروطۃ فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح البحر الاطلاق اور اصل المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط ہو اسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتا دے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرت دلال بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت میں زیادہ ہو جیسا کہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار

بالنقصان ہو اسواسطے جائز نہیں کہ بیع سے بیع ثانی کرنا ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ اسی عقد کا مقتضی ہے کذا فی الطحاوی وشراہ ثانیا بجنس الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان رابح طرح ما ربح قبل فان استغرق ای الربح الثمن لم یرابح اسی طرح جائز نہیں اگر بیچا قبل اسکے کہ خریدا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کردے اسقدر کو جو نفع لے چکا ہے قبل اسکے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس کو خریدا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خریدا تو ایا اگر دوسری بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا پھر اسپر جتنا چاہے نفع لے اور قید بجنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دراہم ہو اور ثمن ثانی دس درہم ہوں تو اسکو دس درہم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اسکا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یرابح خلافا لہما وہو ارفق وقولہ اوثق بحر اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح پر کہ دس درہم سے خرید کیے بیس درہم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درہم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک یہ دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول ارفق ہے اور امام کا قول مضبوط ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک ای ما ربح یبیعہ مرابحۃ علی الثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کردے اسطرح پر کہ میں نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص بیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابح ای جاز ان یبیع مرابحۃ سید شری من مکاتبہ او ماذونہ ولو مستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ہذا القید تحقیق لشراء غیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون لعکسہ یعنی مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اُس مولی کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے لینی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہو گا تو مولی کا اُس سے خرید کرنا صحیح نہو گا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولی یہی حکم ہو گا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اسکے مولی نے اُس سے پندرہ درہم کو مول لیا تو مولی دس درہم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اُسکے غلام مذکور نے اُس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درہم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک غیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اسمیں عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو گویا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ وزوجہ ذلک رابح علی شراہ لنفسہ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اُس شخص کا جسکی گواہی اُسکے حق میں قبول نہیں چنانچہ اُسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولی سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم میں احد الزوجین اور احد الشریکین اصل و فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافا للصاحبین کذا فی الطحاوی ولو کان مضاربا بعشرۃ بالنصف اشتری ثوبا بعشرۃ وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیٔ فی بابہ تحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درہم ہیں بالمناصفہ نفع پر اُسنے ان دس درہم کا کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درہم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درہم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درہم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری ہو چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربہ میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے ویبیع ربہا بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما لا ببیان نفس العیب لو اصیب فتعیب عندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ او بصنع المبیع وو طی الثیب لم ینقصہا الوطی

کقرض فار وحرق نار لثوب المشتری وقال ابو یوسف وزفر والشافعۃ لا یبیعہ بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مرابحۃ بلا نفع لیکن بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اُسنے مبیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اُسمین عیب لگ گیا اُسکے پاس لحوق عیب آفت آسمانی کی سے سبب یا بیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب مذکور کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضروری ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ یہ ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی بعض مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی وراجح بلا بیان التعیب ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسرہ بنشرہ وطیہ بعیرورۃ الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف ہذا وقال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہی جبکہ جماع سے اسمین نقصان نہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو اُنکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب ہی لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہی بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ وطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی شتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اُدھار خرید کیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کر فان تلف المبیع بتعیب وتعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اُدھار خرید نے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری کم قام علیہ فسد البیع بجہالۃ الثمن وکذا الحکم فی المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ لا الابطل تولیہ کیا ایک مرد نے کسی چیز کا یعنی اسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اسقدر کے جتنا اسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب نا معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے مقرر فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم

وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال تصرف فی بعض المبیع قبل علمہ بالغبن
غیر مانع منہ فیرد مثل ما قصد ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جاننا چاہئے یہ بات کہ رد بیع نہیں ظاہر الروایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش
وہ ہے جو قیمت ٹھہرانے والوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر صاحب قنیہ
نے رمز لکھے اور کہا اور غبن فاحش میں پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربہ کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا
فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار
ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف
کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے نہ بحصہ
قول کے انتہی قول القنیہ ملخصا [illegible] جسقدر تصرف کیا اسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں یہ صحیح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اسکا رد
مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحاشیہ لیکن تمام امر رہ باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور تمامی تلف نہ
ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو صریح نہیں دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر پر [illegible] اگر غبن
فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ثم صاحب تحفہ نے
کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو [illegible]
اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیہ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی
[illegible] اور اشباہ کی کتاب الکفالہ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورت میں از انجملہ ایک
یہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اسکو دھوکا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا
رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو جیسا کہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع
سے پھر لے جسقدر اسنے تاوان دیا ہے واضح شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت
کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہو گئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو
جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لے کیونکہ اسنے اسکو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلا
جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اسسے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے
کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ کا اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی
جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ
مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب لہ کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی فانہ ابنی فقد اذنت لکم ثم
حر او ابن الغیر رجعوا علیہ بالغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید وفروخت کرو مقرر میں نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پھر لیں فریب دینے کے سبب
باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد پھر لیں [illegible] یعنی دھوکا دینے والے سے پھر لینا اسوقت ہے کہ
جب اسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو [illegible]

استحقاق رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد او بثمنہ فقط وہ صورت ہی کہ اگر مشتری نے گھر مین عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی
نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھر لے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اسوقت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے لیکن تسلیم کو فقہا نے ذکر نہیں کیا اگرچہ
ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اسی قیمت کو بھر لے واسط علم
کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب استحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھکو خرید کر کہ مین غلام ہون
یون کہنے کے کہ مجھکو رہن رکھ لے ہم یعنی اسکے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو ... واسطے مشتری کے کچھ نہیں الا اشتری کا اسی سے
پھر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کر کہ در المختار کے نسخے یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ہی کہ اشترنی فانا عبد انتہی اور بعضی نسخون مین یون ہی بخلاف
ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہو
نہ رہن رکھنے مین والثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوج امراۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد اذا استحق وتجی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہی
جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت
مخبر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا فرع مسئلہ مہمۃ شارح کا ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا انتہی بان الحقوق المجردۃ
لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہی رد بیع فریب
دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اسکا وارث اسکو پھیر سکتا ہی یا نہیں مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تعلیل کرنے فقہا کے کہ حقوق
پھر وہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہی فقط ارادہ او مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی
کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار الشرط مین درر سے نقل کرکے لکن ذکر
المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک
من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہی ذکر
کیا ہی وہ جو اسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہوا اسکی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہی خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب
معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہی اور اسکی تائید کی ہی اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہی کہ وارث رد بیع
کرتا ہی بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہرتا ہی بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ہم وجہ تائید یہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہی کہ
خیار الغرور موروث ہوتا ہی یعنی وارث مغرور ٹھہرا مورث کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی ما یعرف بالعیان تنتفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم
ذکر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب اسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہی غور کر لے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہی مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے

دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا تصح
اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل اس بات کے کہ اسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم خطرہ فسخ عقد کے بر تقدیر
ہلاک کے کیونکہ ہلاک عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے
تو اسوقت یہ غیر منقول مانند منقول کے ہوگا در صحت بیع ... تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے
جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہوئی ہم کہتے ہین کہ نہی کی علت یہ ہی کہ بر تقدیر ہلاک کی بیع کے فسخ ہونے کا احتمال ہی اور ہلاک کی عقار مین نادر ہو

نادر کا کچھ اعتبار نہیں فتح القدیر میں ہے کہ مصنف نے تعبیر بیع سے نہیں کی نفاذ اور لزوم سے ہوا اسلئے کہ نفاذ اور لزوم بیع فقد میں یا رضا کا بائع پر موقوف ہے قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے
طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بالقبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کتابتہ واجارتہ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی
اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف
عتقہ وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے
اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا تو یہ صحیح ہے محمد کے قول پر
اور یہی اصح ہے یعنی اگر منقول خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح
ہے خلافا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور کا ایسا ہے جیسا قبضہ
مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کے وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بالبیع قبل
قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض
ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز یعنی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے
جو فسخ پذیر ہے ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو ایسے میں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ
فسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو ایسے میں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول او وہبہ من البائع قبل قبضہ
فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا
جوہرہ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے
اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ کے
بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی
الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل و فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کرے ہم یعنی بیع منقول قبل
قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل و غیر صحیح میں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور
بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد بوجہ
ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل حراما
لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملک غیرہ کیا کیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اسکو ناپ لے اور البتہ علماء نے
اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور یہ بھی کہ اسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا
حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں
ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اسی مضمون کو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت
طرق اور اجماع بیمار یعبہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت نفی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن
والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور کیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے یعنی جب

کمیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل یا وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید
زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہے تا غیر کے
مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اپنا ثمن کم کر لے اسی لئے فتح القدیر مین کہا کہ معدود سے عددی
متقارب مراد ہے چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل یا موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے چنانچہ
ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین ہے واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین قید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر لجواز
التصرف فیہا بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیۃ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور
مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے ہے واسطے کہ
موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات
مین دو صورتون مین مشتری کو دوسری بار وزن کر لینا شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین ہے واسطے کہ انکی مقدار صغیر ہی مین غالباً تفاوت نہین ہوتا اور دوسرے
بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو پہلے وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای
المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرتہ قبل البیع فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا
کیل کرنا یعنی ناپنے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا
اجنبی مرد کے سامنے پھر اس نے کمیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ
عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض بھی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری مین کیل بائع ہوا اسلئے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور
تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون ثمنا جاز التصرف
فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض
کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات لا بد ہین اولی جائز ہوگا
لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمتہ اذا کموزون والاصل مر مرارا ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری
الا اذا کان مقصودا اذا استثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع قبل اسکے پیمائش گز اگرچہ اسکو بشرط پیمائش
خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے
نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہوگا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنی کیا ہے
جسکو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا ہم مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق
استعمال کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر
کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو عینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک
قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو
اسمین تصرف اسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک غیر مدیون کو جائز نہین کذا صرح
ابن ملک سوا تعیین بالتعیین کمکیل او اکعقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر بر جاز اخذ بدلہا شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو یا معین کرنے سے چنانچہ

اور بائع کو اسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی او مشتری اسکو قبول کرے ھ زیلعی سے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے
اسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب ہے یہ حاجت ہے لہذا جائز نہیں و یلتحق ایضا
بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتھا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن کے اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل
قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ھ مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہو گئے قبل قبض کے تو مشتری کو
دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضا فھلک قبل التسلیم انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کردیا
پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھ مثلاً ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد انتقاد بعض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب
زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب قبل تسلیم ہلاک ہو گئی قبل تسلیم کے تو بیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے
کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالی اعلم ولا یشترط للزیادۃ ھنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور
شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اسکے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمیں قیام مبیع شرط ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیصح بالدفع فی برارۃ الاسقاط
لا فی برارۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح
نہیں بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اسنے دیا تھا برارت اسقاط میں نہ برارت استیفا میں بالاتفاق ھ محیط میں ہے کہ معین گیہوں پیمانہ بھر
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہوں ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی معین مشار الیہ ہیں اور جانا کہ اسقاط
عین صحیح نہیں اور اگر گیہوں کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی
برارت اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجکو بری الذمہ بطریق برارت اسقاط کے کیا اور برارت استیفا کی مثال یہ کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا
بطریق برارت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقھا فقولان اور اگر برارت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمیں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع
میں خلاف ہے واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو بہبتہ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابرا جو ثمن کی طرف مضاف ہے وہ تو
صحیح ہے اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت
کذا فی البحر ھ یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا میں تفصیل ہے کہ برارت اسقاط میں رجوع ہے نہ برارت استیفا میں اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابرا ثمن بعد استیفا اور قبض کے
صحیح ہے تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب برارت استیفا میں رجوع جائز ہوا تو برارت اسقاط میں بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمیں خلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے
فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برارت اسقاط میں اور عدم رجوع برارت استیفا میں باتفاق علما نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال
فی النھر وھو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ
کذا جاز الحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کردے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کرے
تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوا ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والاستحقاق لبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد
وبالزیادۃ ایضا فلو ردہ بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اس سے متعلق ہوتا ہے جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب
وغیرہ سے مبیع پھیر دیا تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت ھ ھ بسبب اتفاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہے تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو
مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ ہے تو اسی زیادتی کے ساتھ لے جبکہ بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی لزم تامل

تاجیل دین المیت ان یقر الوارث انہ ضمن باعلی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب لانہ کان مؤجلا علیہما ولیقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا امر الوارث بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین انما حل بموت المدیون الاصیل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل میں تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب یعنی اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین موجل تھا اور طالب اقرار کرے کہ میت نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اسکے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایہ پر مبنی ہے کہ جب دین موجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ہم عنقریب کتاب الکفالہ میں بیان کرینگے کہ ضامن پر دین موجل ہو جاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں بلا دفع واقع ظاہر کرے کذا فی الطحطاوی وقلت صحح فی آخر الکتاب بانہ لو حل بموتہ واداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اسکی مدت کے آنے کے ادا کردیا تو اسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیچ میں آپس میں سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اسکا تو تقاضا کرے عام چیز عام ہے قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وہو اخصر من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جسکو تو دے مثلیات سے تا اسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف امر پر بھی صادق آتی ہے جسمیں عین شی کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت تقدہ مخصوص یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وہبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کی دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ایسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اسکے چنانچہ یوں کہنا کہ مجکو اتنے درم دے تا میں تجکو مثل اسکے پھیر دوں اور مال بمنزلہ جنس کے ہے اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں نہ رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اسی کے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیزیں اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف انار اور خربوزہ اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریہ وظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں غیر مثلی مال کے سوا قیمتی مال چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب ناممکن ہو جانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض نہیں صحیح ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوت چیزوں میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاحین تر کلیہ اور بقول میں لیکن ضنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھ مضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہو وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اس میں اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاویں کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال ویوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجی تو صحیح ہے قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا جسمیں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اسکا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب تو اسلیے صحیح ہے قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گنکر چنانچہ باب الربوا میں آویگا طحطاوی نے کہا کاغذ کے استقراض سے نقصان عددگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہیں کہا استقرض من الفلوس

باثنی عشر او ثلاثة عشر بطریق المعاملة فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا یعطی العشرة بازید من عشرة ونصف ونبه علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمه قال علیه التعزیر والحبس الی ان تظهر توبته وصلاحه فیترک میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اسکے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیتا جاوے اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا اسپر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہاں تک کہ اسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو عمرو کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورة بل یرد ما اخذه من الربح لصاحبه فاجاب ان حصل له بالتراضی ورد الامر بعدم الربح لکن یظهر ان المناسب الامر بالرجوع ودفع من اذی المسلم حتی ان البعض القری فد خربت بهذا الخصوص انتهی اور اسی معروضات مذکورہ میں یہ سوال ہے کہ کیا صاحب دین کہ جسنے نفع لیا ہے مدیون سے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اگر اسکو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع ہے اور وارد ہوا ہے لیکن ظاہر ایسا ہے کہ رجوع کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہے یہاں تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئے انتہی ح ابن المفتی المرحوم یہاں سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم خاص لیدے اور بہت سے گیہوں یا گھی وغیرہ ٹھہرا لے اسطرح جیسے کہ دراہم بہ نسبت نصف ثمن بیع مسلم فیہ کا بالکل کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہ باب ہے ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربوا کی بیع میں ہو اور کاسبہ ربوا لغیر زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر یہ نصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابوداؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابوداؤد اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھاویگا اور اگر سود نہ کھاویگا تو اسکو اسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یوں ہے کہ اسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر وہو لغة مطلق الزیادة ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوا اسکے و شرعا فضل و لو حکما فدخل ربوا النسیئة والبیوع الفاسدة فکلها من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانه لانه یملک بالقبض قنیة وبحر اور شرع میں ربوا عبارت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہوگئیں اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اسکا ضمان ہوا اسواسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہوجاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیة والبحر نسیئہ کی یہ صورت ہے کہ درہم کو درہم سے بیچے سو ایک درم نقد سے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خال عن عوض شرط مشروط بعقد المعاوضة مکیل او موزون بجنسه خرج مسئلة صرف الجنس بخلاف جنسه ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اسکے دو عدد گیہوں اور جو سے بیچ کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہوگئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً دس گز توپ ہروی کو پانچ گز توپ ہروی سے

منسوخ ... ۱۲

دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں بشروط و ذلک تفضیل لاحد المتعاقدین
ای بائع او مشتر فلو شرطہ لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع او مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم کہتے ہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں ورنہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا
ترک کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ شیء مذکور کا ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع او مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور
مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع او مشتری کے برابر ہیں یعنی اگر شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر جسب ہم بیان کر
چنانچہ جواہر اور قنیہ میں صریح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ
انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہ الکسر لانہا ہبۃ مشاع لاتقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل ذکر معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ میں
ربوا نہیں اگر خریدے کسیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھٹا حصہ درم کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو
ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوگی انتہی اسواسطے کہ یہ فضل فی الہبہ ہے فضل فی المعاوضۃ الفضل فی الہبہ ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
اور یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو ضرر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع
ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمد اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ وقال ابن الملک لا فرق بینہما یخفی عندی اور مجمع کے باب الصرف میں ہے
کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل
کیا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ متفرع ہے موضوع اسکا یہ ہے کہ متعاقدین نے عوضین
تساوی میں پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جنمیں ایک درم کا وزن زیادہ ہے
قال وفی الخلاصۃ باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحلل الزیادۃ جاز لانہا ہبۃ مشاع لاتقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک
نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ
یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ
یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا ہے قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام
سوا انہ العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا میں کہتا ہوں کہ ہمنے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ
کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوا عقد کے کہ وہ
فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں
ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا
موضوع وہ ہے جب کہ عقد تساوی میں پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں
زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے
جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم نسبت ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر
ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو اسسے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی فخنس عبارت ہے مشا کلت
معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوا بخاری کے

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں ہے کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ ایک دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی و تفاحۃ بتفاحتین
و فلس بفلسین و اکثر باعیانہما و اخرہ لکان اولی لما فی النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیچنا ایک سیب کا بدو سیب کے
اور ایک پیسے کا دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل معین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف بعینہما کی شرط ان سب چیزوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ
نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں اتفاقاً شیخین اور محمد کے و تمرۃ بتمرتین و بیضۃ ببیضتین
و جوزۃ بجوزتین و سکین بسکینین و دواۃ بدواتین و اناء بانائین اقل منہ مالم یکن احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک
انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن
بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح و ابرۃ بابرتین و ذرۃ من ذہب
و فضۃ مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہما فیجوز التفاضل لفقد القدر و حرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفیا کحنطۃ بفضۃ حل مطلقا لعدم العلۃ و حرم الکل محمد و صحح
کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مثل سے یعنی ایک ذرہ
کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی و وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ
بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہانتک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع ہو کر دو لپ کے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو یا نہو بسبب
معدوم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اسی قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے حاصل فتح القدیر
میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر ہر ایک کیل
نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور
مجکو تو اسکے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شئی کثیر میں حرام ہے وہ
اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا و ما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر و شعیر و تمر و ملح او وزنیا کذہب و فضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا
کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا و لو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر نص شارع نے تصریح
کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح ہے تا قیامت کبھی متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں
کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ متساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ہم نص اسواسطے
عرف سے اقوی ہے کہ رواج کا پیرا باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از
ثبوت باطل پر نہیں ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر و ما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع
تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے و عن الثانی اعتبار العرف مطلقا و رجحہ الکمال اور
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے فہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے
معتبر ہے کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی مروج تھیں
جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا و بیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بشام اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج
کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند سے تول کر ہم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل
سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہی توجیہ جواز استقراض یہ ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی

بصنع العباد كالحنطة بالدقيق والحنطة المقلية بغير المقلية كما هي اور عنایہ مین ہے کہ جو تفاوت پیدا ہوتی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور غلہ اور ناقص بیع مین تفاوت
الاعتبار ہے یعنی انمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ
آگے مذکور ہوگا وبیع لحوم مختلفة بعضها ببعض متفاضلا یدا بید اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست ہم لحوم مختلفہ مین
تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہے بیع گاے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے
بڑھاکر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل الدقل بفتحتین ردی التمر وخصه باعتبار
العادة بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھاکر دقل الفتح دال کی فاء عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص کیا باعتبار عادت
کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہے لیکن عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اسکو ذکر کیا وشحم البطن بالالیة بالفتح بالسمینه بلوم الیه وہم اور جائز ہے
بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی الیہ بفتح الالف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین والخبز ولو نیا ببر او دقیق
او سویق اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو یعنی زیادتی جائز ہے اسلئے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگئی کیل ہی نکلا بخلاف
گیہون اور آٹے کے کہ وہ دونون کیلی ہین متبع قدرا وجنسا دونون مفقود ہین یہان تک کہ بیع بطریق نسیہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودهن مربی
بالبنفسج بغير المربى به متفاضلا او وزنا كيف كان لاختلاف اغراضهما فلو اتحدا لم يجز متفاضلا الا في لحم الطير لانه لا يوزن عادة حتى لو وزن لم يجز زيلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ
غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھاکر یا اور کسی طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اغراض کے لیکن لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع مین تفاضل
اسواسطے جائز ہوا کہ جنس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت وزن سے
رواج مین اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادة مصر وفی النهر لعله فی زمنه اما فی زماننا فلا وحاصل
ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او تبدل الصفة فليحفظ اور فتح القدير مین ہے کہ مرغی اور بطخ کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہے کہ شاید وزنی
ہونا اسکے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانہ مین تو مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے انکو
یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبے کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ
غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ولو الخبز نسيئة به يفتى وهو راى ابی يوسف بشرائط السلم لحاجة الناس الا الاحوط المنع اقلما القبض من جنس ما سمی اور جائز ہے آخر سے یعنی روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر اسوقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری ہوجاوے فتوی ہوا ہے بسبب حاجت لوگون
کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے سمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہون کی روٹی مین اور مقبوض جھکی روٹی ہوتی ہے
تو انمین تبادل المسلم فیہ ہوا اسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القهستاني معزيا للخزانة الاحسن ان يبيع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما يريد من الخبز فيجعل الخبز
الموصوف بصفة معلومة ثمنا حتى يصير دينا في ذمة الخباز ويسلم الخاتم ثم يشتري الخاتم بالبر او قہستانی مین خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی
مین یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہوجاوے
اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریقے سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفيه معزيا للمضمرات يجوز السلم في الخبز وزنا وكذا عددا وعليه الفتوى وبہ یجی
جواز استقراضه ايضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روٹی مین تول کر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز
روٹی مین گن کر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور رسالہ ابو السعود مین نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی مین سلم
ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے اسکے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد

والا سمسم حار ہی اور جائز ہی دودہ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور ختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو البر المقلی ولا بیع دقیق بسویق مطلقا
ولو متساویا لعدم المسوی فیحرم لشبہۃ الربوا خلافا لہما جائز نہین گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونون برابر ہون
اسواسطے کہ دونون کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہی بسبب شبہہ ربو کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف
مقصود کے جائز ہی دست بدست ہم گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاضل سے اور ساتھ برابر کے بھی جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے
اجزا ہین اور تساوی سے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہی اور کیل سے تسویہ نہین ہو سکتا کیونکہ گیہون پسنے سے زیادہ ہو جاتا ہی وجاز بیع الدقیق بالدقیق متساویا
کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک وبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرہا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونون کو
پیمانے مین داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہی اور بھنے
گیہون کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہی چنانچہ گذر گیا ہم سمجھتے ہین کہ بھونے سے گیہون ہلکا ہو جاتا ہی لہذا اسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہی طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے
سے بیچے تول کر تو امین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل ہی الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ
بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل ما لثفلہ قیمۃ کجوز بدہنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کتراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز
نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع میٹھے تیل سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہی تا کہ
روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اس چیز مین جسکی کھلی اور پھوک کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی
بیع اسکے تیل سے اور دودھ کی اسکے گھی سے اور انگور کی اسکے شیرے سے سو اگر پھوک کی قیمت نہو جیسے زر آلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہی زیادہ ہو
سے بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے
تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہی اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے
وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرات الخبز کان اور مجتبے مین ہی کہ ایک نقد روٹی بیچی ادہار دو روٹیون سے تو جائز ہی اور
بالعکس سے یعنی نقد دو روٹیون کی بیع ایک روٹی ادہار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا
لاستکاتبا اور بیاج نہین درمیان مولی اور اسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہی مولی کا جس طرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہی بخلاف مکاتب
کے کہ وہ بجائے حر کے ہی قبضہ اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق
الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء درمیان سید کے بیاج نہین اسوقت جبکہ غلام کا دین اسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو
تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی کہ تحقیق اطلاق ہی یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور
غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا
تبایعا من مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جبکہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی
الزیلعی ہم قید مذکور شرکت عنان مین ہی اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال الشرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ
ثمن اور مبیع مین دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اسکے ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمۃ لان
مالہ ثمۃ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلاثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہی اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج
نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہی مانند حطب اور صید کے تو وہ حلال ہوگا اسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغا بازی کے بخلاف ابو یوسف

اور ایک شبہ کے دفع ملیت سیاہ میں دارالحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دارالاسلام میں آویگا اور مسلمان سے ایک درم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت اہل حربی کا مال لینے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اسوقت نہیں ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اور حال انکہ بیاج عام ہے خواہ زیادتی مسلم کی طرف ہو یا حربی کی طرف اور یہ اباحت ملت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی شرح الصغیر ہے کہ امام ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی دلیل ہے کہ بعض صورتوں میں بیاج ثابت ہو دار الحرب کا ہو یا دارالاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہو اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہو اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی مشرکین کے ساتھ اور کچھ مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ وقت دارالحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرطیکہ عدم عذر اور طلاق نفس سے مال محظور نہیں ہے نہ مال مباح میں اور علماء مذہب نے دو جہ میں التزام کیا ہے کہ حلت ہو اور ہمارے فقہا کی مراد یہ ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب سکا خلاف ہے از نتی مافی الفتح لمخصا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہو گیا دارالحرب میں اور اسنے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہو تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے کیونکہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دارالحرب میں مسلمان ہوئے اور دارالاسلام کی طرف انہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ وہ دونوں حربی کے مانند ہیں حکم میں ہم یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت ہجرت الی دار الاسلام ربوا نہیں سو غلط ہے شاید یہ ہو کہ اس صورت میں بالاتفاق ربوا جائز نہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب آسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہیں والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل وخلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہے سوا یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے ۱ سیان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دارالحرب میں ۵ مسلم کو اسکے ساتھ جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر وہ مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہو واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

اخرہا لتبعیتہا ولتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے جیسا کہ پانی کی راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا ورنہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو بثلث العین ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ما لم ینص علیہ لان الشیء لا یستتبع مثلہ خریدی کسی نے کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید میں بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح نہ کر دی بالاخانے کے بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا العلو بثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام ہر حال ساکن ہے فتح دریا کرنا چاہیے کہ یہاں تین چیزیں کہ معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق یا بکل قلیل وکثیر اسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند مسقف ہونے اور شب باشی میں اور سکونت کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسپر ساکن آدمی ہو

مقصود ہو والرہن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف میں طریق اور سبیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صالح
علیہا او ادعی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اسپر صلح کی یا اس گھر کی وصیت کی کسی
شخص کے واسطے اور اس نے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی صریح نہر عن الفتح اور قسمت میں
راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ المقصود الانتفاع
فلیتامل وجید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ میں ہے لائق یوں ہے
کہ رہن بیع کے مانند ہو اسواسطے کہ رہن سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے اگر اسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور
ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ موقوفہ میں اجارہ کے مانند اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم وینبغی ان
یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہاں لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو وجہ دخول طریق
میں اور وجہ اسکی مخفی نہیں انتہی فی النہر یعنی غیرہ میں تعدد اشیا ہے اس ملک کا جو سابق میں تھی تو اشیا مذکورہ مانند بیع ہوئیں تو مناسب ہے کہ انمیں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی البحر الرائق

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے اور استحقاق فقہ میں عبارت ہے یہ ہو جانا کسی شخص سے شی کا
ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے لیکن چونکہ استحقاق تحقق سے مناسب
ہوا لفظاً و معنیً لہذا اسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق
دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا ہم یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا اصلی حر یا مدبر
یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع و مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیہما ناقل من شخص الی آخر کالاستحقاق بدعوی الملک بان ادعی زید علی بکر ان فی یدہ ملکہ
ملک ہے اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اس طرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اسکے
قبضہ میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہیں بنا
ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہم یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید
وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی البقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا حکم ہے قابض پر اور اس شخص پر
جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا انمیں سے
کیونکہ ان پر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا ہاں دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع
ہوگا اسطرح پر کہ بالتعیین ان میں سے کوئی بائع کہے کہ میں ثمن نہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اسواسطے کہ مبیع میرے ملک میں جنی ہے یا میرے بائع کی ملک میں بواسطہ یا بلا واسطہ
کذا فی الحلبی بحثا ولا یرجع احد من المشترین علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک احد لان بدل المستحق
مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیر لے اپنے بائع سے جب تک اس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے
نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیر لے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم ہوتا دو ثمن ایک ملک میں مجتمع نہو جاویں اسواسطے کہ مستحق کا بدل مملوک ہے اجتماع ثمنین کی
غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول پر ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر شخص متوسط ثمن پھیر لیوے قبل اسکے کہ اس سے پھیرا جاوے
کے تو اسکی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاوینگے اور حالانکہ یہ جائز نہیں وصالح المشتری قلیل او ابرا عن ثمنہ بعد الحکم لہ الرجوع علی بائعہ فلہ ان یرجع علی بائعہ لزوال ملکہ اور اگر مشتری

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہین ہو اسواسطے کہ اقرار
حجت قاصرہ ہی مقر پر والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر وذکرہ المصنف
اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ شہادت حجت متعدیہ ہی جسکا مفہوم سب آدمیون کے حق مین ہوتا ہی لیکن ہر چیز مین نہین چنانچہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہی بلکہ عتق اور اسکے
مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین والاقرار بالعکس حجۃ قاصرۃ علی المقر
لعدم ولایتہ علی غیرہ اور اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہین بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہی مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہین
لہذا اسکا اقرار حجت ہی غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہین ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی لہذا اسکا فرمانا
کے حق مین نافذ ہی کذا فی الفتح لکن لو اجتمعا فان ثبت الحق بہا قضی بالاقرار لا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون
سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہی کذا فی الفتح والنہر اجتماع کی صورت یہ ہی کہ مدعی نے اپنا
دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکی ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہی نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے جیسا
مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہی کذا فی الطحاوی فلو اقامت بینۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ بینتہ شہد بہا
ولدہا المشتری طالقضاء بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ پھر اگر وہ باندی
جو یعنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اسکا بچہ اسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی
کا کلام مفید ہی اس تقیید کا جبکہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہی یا یون کہا ہو کہ ہم نہین جانتے تو قاضی ولد کا حکم
نکرے کذا فی النہر ثم الاستیلاد لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ المستحقۃ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد
ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہین تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اسکے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہو چکا وان اقر ذو الید
بہا لرجل لا یتبعہا فیاخذہا وحدہا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اسکا بچہ لونڈی کا تابع نہوگا تو وہ مرد فقط
اس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہی اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ
وکذا سائر الزوائد نہر لانہ لا ضمان بلا کما کہ زوائد المغصوب اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اسوقت ہی جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد
تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہی باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہین اگر مستحق کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر بصورت
دعوی مقر لہ ہان یہ البتہ ہی کہ مالک زوائد سے ضمان نہین مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی بعد ذکر العمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہی عمادیہ کی طرف منسوب کر کے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک
لعین او منفعۃ کما فی الصغری طلب نکاح الامۃ منع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہی اسواسطے کہ صغری مین ہی کہ لونڈی کے
نکاح طلب کرنا اسکے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہی ہم تناقض اسواسطے مانع ہی کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہین کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین تو
دونون ساقط الاعتبار ہوے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کی درخواست کرنا صریح متناقض ہی کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہین ہوتی یہ مثال
ہی ملک عین کے دعوی کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہی کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے
تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہی اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہی مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم نے ... نہین ہی کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی ہی
پھر دعوی کیا کہ وہ دوسرے موکل کی ہی تو یہ دعوی مقبول نہین مگر بصورت توفیق اسطرح پر کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی جسنے مجھکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اسنے یہ چیز دوسرے

موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً یمکن التوفیق ام الاختلاف یتفقہ فی متفرقات القضاء اور کہا اسکا تحقیق مع تناقض
کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفروع ہذا الاصل کثیرة یجیء فی کتاب الدعوی ومنہا ادعی
علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقة فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکة فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض وان قال
ابی او ابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اسپر نفقے کا دعوی
کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا سبب
تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا اھ شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اسکے بعد مدعا علیہ نے
ابوة یا بنوة کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوة مدعی بنوة یا ابوة
دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ جو اصل اور فرع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوة کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً الا اکثر یہ کہ کلام کا تناقض دعوی
حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب
مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے
دعوی کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ بات رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے
اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض بذکر کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے
خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لیگی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین
مستقل ہے اور اسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراه معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر او نحوہ
فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبة معروفة یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر مین زید کا غلام ہون
سو اسنے خرید کیا اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بالغیبة معروفة غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ
نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم
نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیر لے بخلاف ابو یوسف کے لیکن عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے انسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط
او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا در اور اگر اسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدر وجہ عدم رجوع کی
پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص
کا بیٹا غلام ہوتا ہے کسی کا اور اسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیر لے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف
الرہن بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن مطلقا والاصل ان التغریر یوجب الضمان فی عقد المعاوضة لا الوثیقة بخلاف رہن کے اسطرح پر ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو
رہن رکھ لے مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا مطلقا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی
بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل
والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیء آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ
وہ زمین موقوفہ ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم
قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصحیح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا

وان بیع مستحقا مطلقا ثم نقض القاضی علی المشتری ✱ بہ فصالح الذی ادعاہ ✱ صلحا علی شیء لہ اداہ ✱ یرجع فی ذاک بکل الثمن ✱ علی الذی قد باعہ فاستبن ✱ اور اگر ایک
مبیع مستحق غیر ظاہر ہوا پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اسکے مدعی سے کچھ اسکے مال سودی پر صلح کرلی تو مشتری کا اختیار ہے تمام ثمن اسکے بائع سے
پھیر لے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم
النقض الیہ یوم تسلیمہ وان سلمہ فبالثمن لاغیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت
کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کردے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھ اور
کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ
تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلا پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا او حفر کرا او
نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ الخ انتہی ولو کتب فی الصک فما انفق المشتری
فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع فسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھدوایا یا نجاسات کا چہچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا
تو اس تمام کا صرف اسکے بائع سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویرانہ زمین کے مسئلہ میں مذکور
ہوچکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیعنامے میں لکھدیا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہے تو یہ صورت ظہور استحقاق تو بیع
فاسد ہوگی ھم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئرا او طواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطہا فسد اور اگر کنواں
کھدوا اور اسکی من بنائی تو اس کی قیمت پھیرے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر
علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمتہ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین وتمامہ
فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا
تو اسوقت ہے جب کہ اسمیں کچھ عمارت بنا دے یا درخت بو دے اس چیز کی قیمت پھیرے جسکو توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی
کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیہ شری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین
میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اسنے اسکا پھل کھایا
ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر مستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک انکا
مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو اسکو قطعہ باقی جو مستحق
کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا اختیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بالنفقۃ ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیء لکل شیء یدخل فی البیع
تبعا لا حصۃ لہ من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی جھول ملکی
مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا لیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیۃ
ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف
وان یرجع قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع فکذا لو وجد العیب قال فلکل الرجوع قبلہ خانیہ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری
کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ شہادت لیکن نہ پھیرے قبل اسکے
کہ اسکا مشتری اس سے پھیرے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر

او فی بین وصفہ و موضعہ لانہ موزون معلوم و بہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے
اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان ذکر ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول
تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر و شرح المجمع هم اتقانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے بشرطیکہ بیان جنس اور وزن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار
یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور کیسا ہے یعنی خصی ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی انہ یصح فی المنزوع
بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن قہستانی میں ہے کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اس گوشت میں ہے جسکی ہڈی
جدا نہیں ہے خبردار ہو لیکن صحح غیرہ بالروایتین فتنبہ لیکن قہستانی نے تصریح کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کرنا چاہئے یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلقاً سلم
جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ مستدرک میں کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب مستدرک کیا
کیا ضرورت ہے ولو حکم بجوازہ صح اتفاقا بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کر دے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی میں ہے کہ گوشت
امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بکیال وذراع مجہول قید فیہما اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونوں کی
قید ہے نہ فقط ذراع کی هم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہے اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا
تو سلم جائز ہے وجوز الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہے پانی میں مشکوں سے بسبب رواج کے کذا فی الفتح هم یعنی سقے سے مشکیں
پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے ولا فی قریۃ بعینہا وثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ ونخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کقمح حوری
ببخارا فالمانع والمقتضے العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص گاؤں کے گیہوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کی
بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی
سلم کا عرف ہی ہے هم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین کے پھل میں
سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم باقی رہی نہیں احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ برین
وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے
ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گیہوں میں قبل انکے پیدا ہونے کے
اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح هم فتح القدیر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد
کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونوں وقتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول
کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی

ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لا یدری یکون فی تلک السنۃ شیئ ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسد ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفے اور جوہرہ
میں ہے عقد سلم کیا نئے گیہوں یا نئے چینے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہوگا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اس روایت کے
وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ
مخفی نہیں وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او تمر وبیان نوع کمسقی وبعلی وصفۃ کجید وردی وقدر ککذا کیلا لا ینکبس
ولا ینبسط اور شروط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں ۱ بیان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا
چنانچہ آدمیوں کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہوں یا گھٹیا ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے

اور بجا رشتہ ہم تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور بجا رشتہ تو خود عقد سلم سے ثابت ہو جاتا ہے حمل لکھ کے کہ رکا فور وغیرہ رکا تو لا تشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ
حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اس میں مکان ایفاء مسلم فیہ کا
بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور جہاں چاہے ادا کر دے جہاں اسکا جی چاہے یہ قول اصح ہے اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے کیونکہ حمل اور مؤنت کی حاجت
میں نہیں جس میں بوجھ پیدا ہوئے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا للتعیین فالاصح تعین لانہ یفید
سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر دیا ان میں جو مذکور ہو چکا یعنی جس میں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی
الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطر راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر اور
باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا بدن عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا قدر فرسخ
یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے
ولو دخل لیخرج الدراہم ان تواری عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اس طرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالۃ والحوالۃ والارتہان براس المال بزازیہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا
سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس باعتبار عاقدین کے
مجلس کا ہو نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور بصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال
علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے
صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بصفت صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم
الیہ قبض راس المال جبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کونہ ای راس المال
منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا
نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت
ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین ہر دو وزنی
متفق ہیں لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للنہایۃ
ستۃ عشر او عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سولہ شمار کی ہیں ہم ازاں جملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس او نوع اور صفت اور مقدار راس المال
اور اسکا منقود او مقبوض ہونا اور دس شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس او نوع او صفت او مقدار او مکان ایفا او مدت او عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو
تعیین سے او منضبط ہونا صفت سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل او موزون اور مذروع او معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے تعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا
جسمیں خیار شرط نہ ہوا اور ایک شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم
فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع
کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہ ہو تفریع علی اشتراط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بر قیمتہ یہ ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ
مکاکیک والمکوک صاع ونصف یعنی بر حال کون المائتین منقودۃ مائۃ ودینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقد النقد راس المال وافترقا علی ذلک فالسلم
فی حصۃ الدین باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولا یشیع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی المجلس صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر

اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو باین طریق مقسوم ہین کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین تہین اور ایک سو
نقد جسکو رب السلم نے فی المجال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہو کیونکہ مبادلہ ہو دین کا دین سے اور یہ جائز نہین
اور سلم صحیح ہو نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ
اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کہ بضم کاف و تشدید را سے ہماری عبارت ہو ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہو
اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہو ھ اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہو اور ہر رطل ایک سو تیس درہم کا ہو واحد بہا وثانیہا علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار
ہون اور ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سے بیع سلم فاسد ہو ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ
بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین
اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع و شرکت و مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہون جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہو یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ
مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے ھ راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہو مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اسمین
قبل قبض کے قبضہ کو فوت کرتا ہو اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہو اور مبیع منقول ہو قبل القبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہو کہ رب السلم دوسرے
شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہو کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ نفع زیادہ دے یا اسکے برابر دے
تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہو کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہو یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہو بشرطیکہ
باقی معلوم ہو جیسا کہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی الحاوی ولا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ
فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے عوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر
سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہو جیسے باقی دیون مین جائز ہو قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای
الا سلمک حال قیام العقد او راس مالک حال انفساخہ فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد
تو بدلنا ممتنع ہوگیا ھ یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہو اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہو لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین باین الفاظ
ابو سعید خدری سے مروی ہو (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ الی غیرہ) یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ نفی ہو
اسکو نہ دے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز التصرف فیہ بخلاف السلم عند ذلک ھ
کیونکہ اسمین استبدال جائز ہو لیکن بشرطیکہ مقبوض ہوئے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال مین تصرف جائز نہین
ھ یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہو کہ بدل صرف پر قبضہ کرلیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف اپنی تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض کے
کیونکہ اسکا استبدال جائز ہو تو اسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہو بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین
فہذا اسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الحاوی ولو شری المسلم الیہ کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء لم یصح لزوم الکیل
مرتین لم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اسنے ایک کر گیہون مثلاً خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر
سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ھ یہان ناپنا دوبارہ اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع
ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان ایک کیل ہو لہذا صحیح نہین دوسرا عقد یہیں وہ

حدیث ہے جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد مجتمع ہون اور ایک
عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح لو کان الکر قرضا و امر بقبضہ لانہ اعارۃ
لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقروض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لیے
پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور اسے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب ثابت ہو اسکی آئی
تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنے کا قرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ
منہ لہ ثم لنفسہ ففعل فانہ اکتالہ مرتین لوجود البائع چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے
بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے
تو قبض صحیح ہے بسبب پائے جانے بائع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ
فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ و امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قابضا
لحقہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین لا الاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ سے میرے ظرف مین سو اسنے
ناپ دیا اسکے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا
اسی طرح کے ناپنے کو سو اسنے ناپا بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا بخلاف ناپنے بائع کے مشتری کے ظرف مین مشتری کے امر سے کہ
تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری
قابض ٹھیریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہوگیا اسکا ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق
ثابت فی الذمہ ہے سو اسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھیرا تو مسلم الیہ متبرع ٹھیرا ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے ولو کیل العین
المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیتہ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا
بھر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کر مین پھر جب سلم کی
مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خریدے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اسمین بھر دو تو اگر اسنے
پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا
تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین ہے اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھیرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط
امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا و عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا و خیرہ بین نقض البیع و شرکتہ اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا
نہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے
اسکے مال مین بائع کا شریک ہوجاوے اسلم امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود
علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم قبض فیہما ای المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ
نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے
معقود علیہ یعنے مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب
ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوگی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر موقوف ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہوتا ہے کہ وہ

مقدور نہیں ہوا اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عقد مستحق ہو
لہذا اسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کے مانند حکم ہے مقایضہ میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک
(بیع عینی کی عین سے ۱۲)
ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع مقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا بخلاف اشتراہا بثمن
فہلکا ان الاقالۃ لا تصح فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع میں ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا
پھر لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورتوں میں لونڈی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ مبیع ہے اور
ہلاک مبیع قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمیں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقایلا
البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک
غلام میں پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہو اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال و قائم ہے کذا فی القنیۃ والقول
لمدعی الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وہو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہم یعنی
اگر ایک شخص کہے کہ میں نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور
ردارت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہاں
تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق
علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اسکے ساتھی کا قول معتبر ہے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان وہاں گرے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہے
کہ اسکا منکر ہو جو اسکے حق میں نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں مسلم الیہ کا قول شرط اجل معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ
راس المال پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یوں کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے
کہ مسلم الیہ متعنت ہو اپنے حق کے انکار میں یعنی مدت میں اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو جیسا کہ رب السلم کا یوں کہنا کہ میں نے ردی شرط کیا تھا اور
مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا اور جیسا کہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے
کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنی
تعنت اور خصومت میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول اسی اعتبار سے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یوں کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ
عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف اور اتفاق میں بھی امام اور صاحبین کا مذہب مدعی صحت کا
صحیح ہے طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا جیسا کہ اس مقام میں ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت کے بھی سلم فاسد ہے اور دو عقد میں بخلاف اسکے مضاربت کے
کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین
اختلاف کیا مدت کی مقدار میں تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہو واسطے ثبوت ...

قضی ببینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہون پر حکم
ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن الاخر وان برہنا فبینۃ المطلوب
اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے
گواہ مقبول ہونگے ونحو اختلفا فی المسلم ثم اتفقا تحالفا وفسخ اور اگر دونون مسلم مین اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا منکر تو دونون قسم کھاوین بطریق تحالف
کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا صنع بالفتح کے معنی ہین اور شرع مین استصناع یہ ہے کہ صانع
یعنی کاریگر جیسا کہ موزہ گر یا کفشگر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ تو اتنا بنا جوڑا موزہ یا کفش بنادے یا ایسی دیگچی جسمین اتنا سماوے اور وزن اسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی
قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما فلیعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے
اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا ہے جب استصناع موجل
سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ثم اگر استصناع مین سلم کی مانند مدت ہے جیسا کہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے
نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہین تو وہ استصناع ہے اگر اسمین تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال
مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اس طرح پر کہ اسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے
واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس شئ مین موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے
محل پر نہین کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہوسکتا کیونکہ استیجار اس
عمل پر ہوا جو اجیر کی ملک مین ہو جائز نہین جیسا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا لیجا اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری کو
تو صحیح نہین اور نہ استصناع بیع ہوسکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین لیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو اجماع عملی
کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث مین مندرج ہے کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہین اسمین مرجوا ہے بنظر قیاس مذکور کے جیسا کہ جولاہے سے
بنوانا اسکے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وقال الاول استصناع استصناع موجل یا بلا اجل معلوم سلم ہے خواہ
اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم وبدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ
وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وہو یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہے جیسا کہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا
طست کے سین مہملہ ہے اور مغرب مین اسکو شین معجمہ کر کہا ہے اور گاہے اسکو طسوت بھی بولتے ہین ثم طست بلغت طی مین طس ہے سین مشدد تھا ایک سین کو تاء فوقانیہ سے
بدلا تو الا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع
نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اسکے بیع ہونے پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الامر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی
کیجاویگی اسکے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ہو العین
لا عملہ خلافا للبرذعی اور استصناع مین مبیع خود وہ شئ مصنوع ہے نہ عمل اسکا برخلاف ابو سعید برذعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ
صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا
لینا صحیح نہوتا ولا یتعین المبیع لا ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے بدون اسکی

رضامندی

رونما مندی کے تو صحیح ہے جیسے انا کا رنگ کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اسکے آمر کے اور اگر بیع اسکے واسطے متعین ہوتی تو اسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای للآمر اخذہ
وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اسکے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا
یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل
کما مر اور استصناع صحیح نہیں اسمیں جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں جیسا کہ کپڑے میں مگر بمدت مقرر کر جیسا کہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جسمیں تعامل نہیں ہے
فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اسمیں رعایت جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اھ بالفعل ہندوستان میں طبع کتب
بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہے
کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض و طول اتنا ہو اور خط ایسا ہو اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک درج ہو فرمائش کو بعد رویت کے اخذ و ترک میں اور چھپوانے
والے کو قبل رویت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اسمیں مرعی ہوں تو اسمیں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم فان لم یصح فسد ان
ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان تفرغ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہ ہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال
وتاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو جیسا کہ آمر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ تم اس سے کل تک فراغت کرنا تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا
یہ تو صحیح ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہے فرع سئل بعض مشائخنا عن السلم فی الدبس ای یجوز قال لا اجارۃ جواہر الفتاوی جعل الدبس اجرۃ لا یجوز
لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب میں جائز نہیں اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب
الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دیوے تو جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اسمیں
جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہ ہوگا تا اینکہ اگر معین ہوئی بیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معائنہ اسمیں دھوکا نہیں [illegible] عبارت [illegible] سلم
اسمیں اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کہ جب جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کم جلنے سے پتلا تو اسکی صفت کا منضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ
اسمیں تاثیر آگ کی معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجی فی الغصب ان الرب والقطر واللحم والاجر والصابون والسمن [illegible] قیمیین و[illegible]
والعسل ومخلوط الشعیر قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلہ اور پکی اینٹ اور صابون اور گھی اور گڑ اور [illegible] سے اور کھال اور
گیہوں جو ملے [illegible] الی چیزیں ہیں مثلی نہیں اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح کا مطلب ہے کہ جب کہ مذکورہ قیمی ہوئیں تو انمیں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب جوز
[illegible] اور قطر ایک قسم ہے [illegible] مذکور [illegible] کتاب الغصب میں کہا کہ [illegible] عبارت ہے [illegible] پانی کا بعد جوش کے اور قطر [illegible] وہ جو شکر [illegible] الحوائج
میں کہا کہ اصطلاح اطبا میں رب عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب میں رکھکر

باب المتفرقات

من ابوابہا وعبر فی الکنز بمسائل منثورۃ وفی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل
منثورہ اور درر میں مسائل شتے سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے اور عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متعلقہ میں چھوٹ گئے اور اپنے موقع پر نہ
ہوے تو ان سب کو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور انکو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام سے موسوم کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استئناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن
متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو بیع صحیح نہیں اور اسکی کچھ قیمت نہیں اور اسکے تلف کرنے والے پر
تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور تلف کرنیوالا ضامن ہے کذا فی القنیہ ھ جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اسکا خرید کرنا حرام ہوا اور
ضمان اسواسطے نہیں کہ منجملہ آلات لہو ہے وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسف [illegible]

روایت ہی کہ کھاونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر بیان اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ قول ابی یوسف ہی وصح بیع الکلب ولو عقورا والفہد
والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا اما ادرمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہی بیع کتے
کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع انکی باقی قسمون کے ساتھ یہانتک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہی اور اسیطرح درندون پرندون کی
خواہ وہ تعلیم ہون یا نہون سوے سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہی بسبب فائدہ لینے کے انسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کرچکے ہین
ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کتے کا مطلقًا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب و زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے
لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند مین ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی
کتے شکاری کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہی اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہی کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہی وتمامہ فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد ولو کان حراما
لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہی مانع اسکی بیع کا نہین بلکہ اسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب
بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس بہ ومثلہ سائر السباع عینی لائق نہین کتے کا پالنا اور
رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف
سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھیگا سوے شکار اور مواشی کے کتے کے تو
ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناؤہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہی کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے
واسطے بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بیٹ کی بیع صحیح ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہی جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ
یہ اقل قیمت بیع ہی صح حاشیہ قنیہ اور صحیح ہی اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس او کسرۃ وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط
ہی ایک پیسہ ہی ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین
کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس
اور سیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہی خنفساء کی بضم خاے معجمہ وسکون نون وفتح فا کے سیاہ کیڑا ہی گندہ بو سے اجمل کے فارسی مین اسکو خبزدوک
کہتے ہین طحطاوی نے کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی جونک کی بیع جائز ہی بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اسکی طرف حاجت ہی
ولا ہوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہی لہذا انکی بیع
جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقنقور وجلود خز ونحوہا والملحق الحسن بہ ازا اور جو جانور کہ دریا مین ہین
سوا مچھلی کے انکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہی اسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہی چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہی یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہی گوہ کے مانند دریا نیل کے کنارے پر قوت باہ مین بے مثل ہی اور خز بفتح خاے معجمہ اور زاے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہی اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہی کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جند بیدستر ہی صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہی بعد ازان
اس کپڑے کا ہو گیا جو اسکے صوف سے بنایا جاتا ہی وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا ورد فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز
الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہی اگر انسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہی اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعًا حرام ہی
اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہین ہوتی ہم کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا

کہ حرام چیز سے اسوقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح مصنوع پر
محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم و یجوز بیع دہن
متنجس انتفع بہ کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم
اسکو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں اور متنجس کی قید سے مراد سور کے تیل سے احتراز ہو گیا و ینتفع بہ کالاستصباح فی غیر مسجد اسمیں
اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے سوا ہو جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف و سلم
و ربوا و غیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہو تو جو بیاعات
مسلم کو جائز ہیں وہ اسکو بھی جائز ہو اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اسکو بھی جائز نہیں سوا مستثنات آئندہ کے الا فی الخمر والخنزیر و میتۃ لم تمت حتف
انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کخمر و قد امرنا بترکہم و ما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوا شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا
بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہیں انکے عدم تعرض پر اور انکے معتقدات کے ترک پر شارح نے اس قول سے اشارہ کیا
کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اس واسطے نہیں کہ یہ چیزیں انکے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعض سمجھے ہیں بلکہ حرمت انکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ
بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ انکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں انکے اعتقاد پا
کے عدم تعرض پر و صح شراؤہ ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا
و مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و یجبر علی البیع اور کافر پر جبر
کیا جائیگا بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت کی اور مصحف
کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیرا اجبر ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اسپر بیع میں زبردستی کیجائے و کذا لو اسلم عبدہ و نقیہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے
اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہو گا اسلام میں و لو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب
ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیع ڈالنے کے واسطے و لو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا
یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں و یوجع ضربا لو وطئہا المسلمۃ و ذلک حرام اور ذمی مستولد دردناک کیا جاوے
اگر کوشش کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع [illegible] شارح کا [illegible] الامرد ان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد نہر و غیرہ و کذا محرم
اخذ صیدا [illegible] بارسالہ لونڈوں کا خرید کرنا جسکی عادت ہے تو اسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے
شکار لیا تو اسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے و لو اسلم مقرض الخمر سقطت و لو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب
ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب
کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا
لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اسکے مشتری نے اسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اسکے
مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا الا مجرد عقدہ [illegible] استحسانا
اسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن ابطالہ بموتہا فلو قبل القبض لم یبطل النکاح
وان بطل البیع فیأخذ المشتری فسخ اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل
ہوجانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا مشتری کے واسطے مہر کا
لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ
قول فقہا یہ ہے کہ نفع بسبب نقصان کے ہے کذا فی الحلاوی اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض و نقد الثمن وغیبتہ
معروفۃ فاقام بالغ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ لان القاضی نصب ناظرا ای ان
فالفضل یمسک للغائب ان نقص تبع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادا ثمن کے غائب ہوا لیکن غیبت معروف یعنی اسکا مکان
معلوم ہے اور اسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اسنے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے
پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اسکو بیچے یا نائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع
ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جبکہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول
کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیچیگا ھ اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور
مبیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ
بیع اسکی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب احدہما فللحاضر دفع کل ثمنہ وجبر البائع علی قبول الکل ودفع
الکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور ان دونوں میں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل ثمن دینا
جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد
المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین
کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہو قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا اور اسے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع
لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف
موجر کے یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو ناچار مضطر ٹھہرا اور مضطر کو
رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا بعد استیفا
اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ فحینئذ اگر جبکہ تعجیل اجرت کا شرط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ درحکم بیع ہوگا یہ بحث
صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ کوئی چیز
بیچی سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال
چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہو مشتری پر بسبب عدم ترجیح
نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت وغیرہ شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور دینار سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہان جید ہی دیے
وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع میں
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

درم یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثلہ الحلی کرخفیۃ وشیۃ وسہم کرم میں کلائیت کرو ہذا قاعدۃ فی المعاملات
کلہا کمہر ووصیۃ وودیعۃ وغصب واجارۃ وبدل خلع وغیرہ فی موزون وکیل ومعدود ومذروع یعنی اور مانند بیع کے اقرار بیع چنانچہ یوں کہتا کہ اسکا میرے اوپر ایک کر
گیہوں اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک شیء ثلث سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند مہر اور وصیت اور امانت اور
غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل ومعدود اور مذروع میں کذا فی العینی مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے معین کیا
تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو درم فضہ
کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت
اوپر بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ ہزار انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقولہ
وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہ قول وزن سبعۃ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا ہم ذکر کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہیں یعنی ہر مثقال
بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراہم یتصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان
کیا ہے کہ درم کا نام پھرتا ہے اسکی طرف جو مشہور ہے عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر انہ یختلف باختلاف الازمان فی
اللقانی بانہ [illegible] اوی نصفا وثلثۃ فلوس فلو اطلق الواقف الدرہم اعتبر زمنہ ان عرف والا صرف للفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کوافقت الحجۃ والعرف [illegible]
[illegible] نصفان اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف زمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑھے تین فلوس
کا اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگاوے تو اسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اسکے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہیں تو درم چاندی کے درم کی
طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخ [illegible] اور [illegible]
اسکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اسکے درم کی قیمت دو نصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم
کی قیمت دو نصف [illegible] یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہ ہو گئے ہوں علاوہ اسکے صاحب نہر خود داوقف کر چکا
کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہو تو اس سے عدول کرنا چاہیے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب وعلی الفلوس النحاس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح
فان لم یوجد فالعمل علی الاعتبارات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراج ونحوہ قال وبہ افتی المولی ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح
کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف میں تو درم نقرئی کی قید میں بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی
عطایا سے قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف میں اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اسکے مانند میں مصنف نے کہا اور اسیکا فتوی دیا ہے مولا ابو السعود
افندی نے ہم مرجح اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا فقول مصنف اعتبار قدیم معتبر ہوگا اعتبار قدیم سے مراد عطا
قدیمہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہلا بہ فلو علم والمسئلۃ بحالہا کان قضاء اتفاقا ولو انفق او انفقہ فلو قائما ردہ اتفاقا فہو قضاء لحقہ
اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم نا واقفی سے قبض کیے عوض کھرے درموں کے جو دوسرے شخص پر اسکے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اسنے خرچ کر ڈالے تو یہ اسکے حق
ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اسکو معلوم ہوا اور اسنے خرچ کر ڈالا تو ادا ہے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہی اور اگر نا واقفی سے کھوٹے درم لیے
اور وہ ہنوز موجود ہیں تو انکو بالاتفاق پھیر دے ہم بحر الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال
میں نہ قبول ہو وقال ابو یوسف رح اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیۃ فینبغی الفتوی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اسکے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اس

پھیر سکے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ او زیوف نبہرجہ درم ہون تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے مگر ظاہر یہ ہے
اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسیکا فتوی دیا جاوے ہم ستوقہ درم جسمین چاندی کا تانبہ ہو اور نبہرجہ درم جو دار الضرب سلطانی
مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی او تکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان لا لکاسر الا اذا اخذہ فہو للآخذ لسبق یدہ لمباح اور اگر
چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پانوں انہین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا مال ہے جسنے اسکو پایا اور لیا کیونکہ اسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے
ہو گیا تھا اگر کوئی مرد اسکے پانوں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیا ارضہ لذلک فہو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی
واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا منہ بحیث یقدر علی اخذہ او مد یدہ فہو لصاحب الارض
لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب اس طرح پر ہے کہ قادر ہو اسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے
جسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑیگا تو اسکا مالک نہ ہوگا کذا فی النہر وکذا صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دارہ
او درہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہے وہ شکار جو پھنس گیا
اس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر مین اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والون کے
واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو سابق مین درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہین کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا
سمیٹ لیا ہو اوپر پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل لقطہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا
شہد کی مکھی کا ہے اسکی زمین مین تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات سے ہے اپنی سے ہوگیا من انزالہا فصح (ای الانفاقہ ۱۲)
جمع ہو منزل الشمعین کی یعنی بیع وزیادت شروع کذا فی الطحطاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب البائع صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء
بعدول وصک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجاویگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان
باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہین ہم صک وہ وثیقہ ہے جسمین اقرار
بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلیے جائز نہین کہ یہ مقتضا سے عقد بیع سے نہین ہے اور شاہد عدول کی قید بقول مشتری کہ ہے
اسواسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے و الا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہے کذا فی الطحطاوی شری قطنا فغزلتہ امرأتہ
فکلہ لہ روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے ہم چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہین کی تو ظاہرا زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأۃ
اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع بالزیادۃ قال رحمہ اللہ قولہ
ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہین قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ
سے پھیرے تو بعید نہین طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہین ہوا ہم ظاہر مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہین کہ خود شارح
مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء ولا یطیب لہ
کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہین دیا
تو خیرات نکرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہین ہم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان
بعد ہے اور ظاہر قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا او کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض
عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ کذا
واسبابا ۱۲

لو قال اشتری بالم النیل بہذہ الدراہم واعلی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خریدیگی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدیگی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم غصب سے
صرف فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہو کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالفت اسکے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کیا
کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہو اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور بغیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہو ابو یوسف کے
قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی وفیہ والمضاربة لا یحل حاصل جاز اخذ زیعہ بالم العلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اس
مرد کو مسائل مضاربت سے حاصل ہو تو اسکی منفعت لینا جائز ہو جب تک معلوم نہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا اھ طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہو جو فتاویٰ
مین مذکور ہو کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہو یا حرام ہو لازم ہو یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے مین ہو جسکے
بازارون مین اکثر مال حلال ہو تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بنا حکم ظاہر پر کیگی اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون جمع ہون تو احتیاطا سوال کرے
من رمی ثوبہ لا یجوز لاحد اخذہ مالم یقل عند رمیہ لیاخذہ من اراد جسنے اپنا کپڑا پھینکدیا تو کسیکو اسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اسنے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت
یون نہ کہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ھم یہ قول ظاہر اباحت ہی نہ ہبہ کیونکہ موہوب بے تعیین نہین اور مباح لکو استہلاک مباح کا بیچ کی ملک پر جائز ہو اور جبکہ اباحت
یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر الینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہو کذا فی الطحطاوی باع الاب شیئا لطفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا
نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہو تو اسکی بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شرت لطفلہا علی ان لا یرجع علیہ بالثمن جاز وہو کالہبة
استحسانا ماان نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی کی اس شرط پر کہ منیر پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہو اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہو بطریق استحسان کے قال للاسیر
اشترنی او فکنی فشراہ رجع بالادی کانہ اقرضہ قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر یا مجکو خلاص کر سو اسنے اسکو خرید کیا تو جو اسنے دیا ہے قیدی سے گویا
اسنے اسکو قرض دیا ھم پھیر لینا احد القولین ہو اور مفتی بہ عدم رجوع ہو اور اسیر کے مانند وہ شخص ہو جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحطاوی
وعن جامع الفصولین ولو قال بالف فشراہ باکثر لم یلزمہ الفضل لانہ تخلیص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجکو مثلاً ہزار درم سے خرید کر سو اسنے اسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا
تو اسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہو نہ خرید کرنا ھم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل ذکر کیا ہو اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہو نہ عدم لزوم
کذا فی الطحطاوی لمحفا شتری دارا ودبغ وتاذی جیرانہ ان علی الدوام منع وعلی الندرة یتحمل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اسمین دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اسکے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاسے اور اگر گاہے ماہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ھم جامع الفصولین مین ہو ایسے مسائل مین قیاس یہ ہو
کہ جو اپنے ملک خاص مین تصرف کرے وہ روکا نہ جاسے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہو وہان جہان غیرون کو ضرر ہو بضرر صریح بعضون نے کہا اسی کو اکثر مشائخ
نے لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی شری لحما علی انہ لحم غنم فوجدہ لحم معز لہ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہو اور اسکو بکری کا گوشت پایا
تو اسکو پھیر دینا جائز ہو ھم غنم بکری کو بھی شامل ہو سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہو مگر یہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من ہذا اللحم ثلثة ارطال فوزن لہ
اجبر من ہذا اللحم فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اسکے لینے پر اور اگر کہا کہ اسمین
رطلی مین سے تول دے اور اسنے تول دی تو اسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری بزر اخربطیخ فاذا ہو بزر بیعی او شری بزر البطیخ فاذا ہو بزر القثاء ان قائما ردہ وان
مستہلکا فلا فضلہ خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اسپر اسکے
مانند پھیر دینا جائز ہو ھم پھیر دینے کی وجہ یہ ہو کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہو ساوم صاحب الزجاج فدفع لہ قدحا ینظرہ فوقع منہ علی اقداح فانکسر ضمن الاقداح
لا القدح الاول ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اسنے پیالہ دیا کہ اسکو دیکھے سو اسکے ہاتھ سے پیالہ گرپڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے
پیالون کا نہ اسی پیالے کا جو گرپڑا ھم پیالون کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے اموال مین خطا معاف نہین اور اس پیالے کا ضمان اسواسطے

ولا یقربہا حتی تحیض حیضۃ لما اشتراہا لانہ تحری فی الخطر والکل من الملتقط امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا جبکہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اسکا نکاح کردیا
وہیں تو زوج کو اسکی وطی بلا استبرا جائز ہے اور امام ابویوسف نے کہا کہ میں اسکو قبیح جانتا ہوں اور زوج اسکا قربت نہ کرے جب تک اسکو حیض نہ آوے جبکہ اسکو خرید کرے
تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الخطر میں اور یہ سب فروع ملتقط سے منقول ہیں ہم امام کے نزدیک یہ ہے پر ہر چند کہ استبرا لازم نہیں مگر اولی یہ ہے کہ استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے
کتاب النکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الخطر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا اور مختار میں ہم کو نہیں کذا فی الطحطاوی ما یبطل بالشرط الفاسد
ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال
والابراء عن الدین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے یہاں احسان الدین ہیں ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا
کالقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے
فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ہم جو مبادلہ کا مال سے نہیں ہیں آگے دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا
اسیطرح شرط فاسد بیاج سے متعلق ہیں اور بیاج معاوضات مالیہ سے متعلق ہیں تو انکے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہوجائیگی تا یہاں ان کل ما کان من التملیکات او
التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط فی الاصح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف تملیکات یا تقییدات میں سے ہو چنانچہ رجعت تو اسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات یا تقییدات
سے نہیں بلکہ اسقاطات یا التزامات یا ولایات یا تحریضات سے ہو تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ہم جیسے تعلیق کی مثال ہے تا یہاں کہ ان کان من الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کالحج
والطلاق یصح مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات میں جنسے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ہو
ہم حج اور طلاق میں لف و نشر غیر مرتب ہے یعنی حج التزام کی مثال ہے اور طلاق اسقاط کی وفی الاطلاقات والولایات والتحریضات بالملائم شرط ہے اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات
یعنی ترغیبات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہے ہم اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی
کافر کو مار کے وہ اتنا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی فالاول اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز والعمارۃ اتفاقا پس اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں چودہ ہیں
بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان ماتن کے خلاف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونوں اصلوں کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے پس نقل اصل
اول کی اور جو اصل اول کی مثال ہو وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بلا عکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہوجاتی ہیں وہ شکلہ مذکورہ
فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے انتہی البیع ان کلمۃ ان بکلمۃ الا تعلیقی علی ما بینا
روکو دیکھا
فی البیع الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہم نے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان صحیح ہے
مبطل بیع نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہوجاوے اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے خیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یوں
کہنا کہ بشرطیکہ الذی الزہ علی ہے اور ضرور ہے کہ شرط عقد کے ساتھ متصل ہو والا بیع جائز ہے اور ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق ہوگا صح روایت میں لا ذخیرہ
میں ہے کہ اگر یہ کہا کہ خریدیں گے تو ان میں شرا صحیح اور خریدی متصل بلا شرط میں کہا کہ اگر یا ان میرے مکان تک پہونچاوے تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ بعد الکلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ
اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک اقتسام
کرے اگر فلانا شخص راضی ہو والقسمۃ القیمی تصح بخیار شرط کذا او قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط اور خیار الرویہ سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے
کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرے تو ایسے اجارہ
فاسد ہوجاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک داری کذا فالبیع بلفظ علی ما دیتہ لتعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینہ کا سر آوے تو میں نے تجکو اپنا
گھر کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اس کا فتوی ہے کذا فی العمادیہ و قولہ الا فی اجرتک اضافۃ الاجارۃ تعلیق تقریب

وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين لانها تمليكات للحال فلا تضاف الى الاستقبال كما لا تعلق بالشرط لما فيه من معنى القمار
اور بیع کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہیں اور وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال
سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں معنی
قمار ہے یعنی مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ہم ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیکات صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیں گے کہ رجعت بمنزلہ تملیک نفع ہے متعہ
سے اور ابراء میں تملیک ہے اسی معنی میں یہ دین کو وبقی الوكالة على قول الثاني المفتى به اور جنکی اضافت صحیح نہیں انہیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا بموجب ابو یوسف کے مفتی بہ
قول کے ہم جبکہ علم صحت اضافت وکالت پر فتویٰ ہوا تو اسکا شمار کرنا ان تصرفات میں جنکی اضافت صحیح نہیں فضول ہوا

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں عنونه بالباب لا الكتاب لانه من انواع البيع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی ہکو یوں باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف
نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اسمیں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہے کہ بیع کی
چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین
بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هو لغة الزيادة صرف لغت میں یعنی زیادتی کے ہیں ہم ولہذا حدیث شریف میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے
باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالیٰ اسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور شرعی معنی بیان ہے جو نکہ اسمیں
صرف یعنی تقابض بدلین شرط ہے تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض نہیں لیکن شرط نہیں وشرعا بيع الثمن بالثمن اى ما خلق للثمنية ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغير
جنس كذهب بفضة اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا خلاف جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی
بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے
خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن رہے باقی نرہا ولہذا عقد میں متعین ہوجاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو
ثابت فی الذمہ ہو جبکہ برتن کے مقابلے کے وقت اور نقود متعین بالعقد نہیں ہوتے بطریق ترجیح ويشترط عدم التاجيل والخيار والتماثل اى التساوى وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور
عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا اور ان میں ہم عدم تاجیل و خیار کہہ کر خود بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلية قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا
عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جب تک ہاتھ سے قبضہ ہو اور ظاہر اسمیں ہے کہ قبض تقابض بالبراجم
میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے
عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا
وان اختلفا جودة وصياغة لما مر فى الربوا تماثل اور تقابض شرط ہیں اگر دونوں عوض ایک ہی جنس کے ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسطرح باب الربوا میں مذکور
ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہیں ہم جبکہ عمدگی اور صنعت ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا چھلا یا آرسی
بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں بیع عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل کر یعنی
چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خریدے والا ان لم يتجانسا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس نہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا
شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی دونوں صورتوں اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا
کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اسمیں قبض احد البدلین قبل الافتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدين احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا ۔۔

مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان یعنی اُن دونوں سے نکلتے ہیں موتی اور مونگا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر رہ گیا ہے کہ یہ شرط ہو اور حسین میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی
ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بعرف وكذا لو قال هذا المعجل حصة السيف لانه اسم للحلية ايضا لدخولها في بيعه تبعا ولو زاد خاصة فسد البيع لازالة
الاحتمال اور اسی طرح مثل بالا چاندی کا ثمن ٹھیرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
میں تابع ہو کر اپنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے
احتمال کو دور کر دیا یعنی اس طرح گنجائش نہ رہی کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجیے **فان افترقا من غير قبض بطل في الحلية فقط وصح في السيف ان تخلص بلا ضرر**
كطوق الجارية وان لم تتخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہے اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر
جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے هم یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض
ہے جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ فقدان شرط اور اسی طرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے
میں ضرر نہیں کہ وہاں فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انه متى بيع نقد مع غيره كمفضض ومزركش بنقد من جنسه شرط زيادة الثمن فلو مثله او اقل
او جهل بطل وبغير جنسه شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے جب عقد غیر نقد سے ملا کر چنانچہ مفضض اور مزرکش بیچا جائے بعوض اس نقد کے جو اسکے جنس سے ہے
تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اسکا غیر جنس ہے تو فقط التقابض شرط ہے
هم مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا تار ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے تار سے منڈھے اور مزرکش چنانچہ کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض میں
ثمن میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا تار ہے اور درصورت تساوی ثمن اسواسطے
بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمیں شبہ ہے فضل کا اور شبہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی
بیع مثلاً اشرفیوں سے کی تو یہاں زیادت اور قلت اور مساوات کچھ شرط نہیں ثمن بیع میں خلاف جنس کے سبب سے ہاں تقابض البدلین البتہ شرط ہے **ومن باع اناء فضة بفضة او بذهب**
ونقد بعض ثمنه في المجلس ثم افترقا صح فيما قبض واشتركا في الاناء لانه صرف اور جس نے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں یعنی قبل تفرق
طرفین پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اسقدر میں جسپر قبضہ ہوا اور دونوں شخص برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خيار للمشتري لتعيبه بصنعه لعدم نقده وان استحق
نہیں مشتری کا سبب عیب ہو جانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے هم یعنی بوجہ عیب کے مشتری رد بیع نہیں کر سکتا کہ عیب اسکی طرف سے ہوا نہ بائع
کی طرف سے بخلاف هلاك احد العبدين قبل القبض فيخير لعدم صنعه بخلاف ہلاک احد العبدين کے قبل از قبض کہ اسمیں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں ہے وان استحق
بعضه اي الاناء اخذ المشتري الباقي بقسطه او رده لتعيبه بغير صنعه قلت وافاده تخصيص الاستحقاق بالبينة لا بالاقرار فليحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق نکلا
تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب عیب ہو جانے بیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مفاد تعلیل کو استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے هم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اسوقت مشتری کو خیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے
گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے
فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاكم العقد جاز العقد اختلفوا متى ينفسخ البيع اذا ظهر الاستحقاق وظاهر الرواية انه لا ينفسخ ما لم يفسخ وهو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے
قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک
فسخ نہ کیا جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفتح **وكان الثمن له ياخذه البائع من المشتري ويسلمه له اذا لم يتفرقا بعد الاجازة وصير العاقد وكيلا للمجيز فتتعلق احكام العقد به دون المجيز**
حتى يبطل العقد بمفارقة العاقد دون المستحق جوہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق

یعنی دونوں میں سے ... حالانکہ ... موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی تھا ... حالانکہ صرف ایک پانی سے نکلتا ہے

بیع غالب الفضہ والذہب سے اور بیع اُسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسی طرح
غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص سے کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا و الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جسمین غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہو چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر ہم اعتبار ربا الغالب کما سبق اور الغش من و ذہب
کی علت ہے فصح بیعہا بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ ہو
مغشوش سے تاکہ مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا و بجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور
صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب پھیر نے جنس کے خلاف جنس کی طرف ہم مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہو اور دو تولہ تانبا
اور دوسرے مغشوش میں دو تولے چاندی ہو اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اس کی چاندی اُسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے
مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصرفہ الیجنس بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں
بسبب صرف ہونے جنس کے ہم دونوں صورتوں میں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اس واسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ
چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اس واسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکو جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہے و ان کان الخالص مثلہ او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربا فی الاولین واحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب ربا کے پہلی دو صورتوں
میں یعنی دو صورت تساوی و قلت اور بسبب احتمال ربا کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربا کا حقیقت ربا کی مانند ہے اور در صورت تساوی
اس واسطے ربا ہے کہ چاندی مثلا چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا و ہو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین
نہیں ہوتا معین کرنے سے اگر اُسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اس وقت میں ہم غالب الغش جو رواج سے ہوا اسلئے ثمن ہو گیا کہ ثمنیہ اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو
جبتک اسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہوگا چنانچہ خالص روپے اشرفی کی ہلاکی سے ابطال عقد
نہیں بلکہ اسکا مثل دیا جائیگا والا یتعین کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جب ہم متعین ہوا اسواسطے ہوگا کہ
اصل میں یعنی اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اسکے ہلاک قبل
القبض سے عقد باطل ہوگا یہ اُس صورت میں ہے جبکہ عاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے بیخبر ہوں
یا ایک بیخبر ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی گرچہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کرے کذا فی الطحاوی عن النہر وان قبلہ
البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعضے نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص معدن کے برابر ہے
تو اسکے ہم جنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس کھرے درم سے تعلق عقد ہوگا و صح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اُس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اُسمیں جسمیں نص نہیں فان راج وزنا فبہ
او عددا فبہ او بہما فبکل منہما سو اگر اُسمیں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور قرض صحیح ہے والمتساوی
غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہا کما فی البحر والفتح اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے
وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اُسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو
وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ ہم سے معلوم ہوا کہ اشارہ فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بصورت بلاوزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اگر
صرف ہو تو اسکا حکم باب کے مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب الغش فیصح باعتبار المار اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگی باعتبار

یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو ورنہ جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہی تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی
جائز ہے بعد قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی و اشتری شیئا بہ ای بغالب الغش وهو نافق او بفلوس نافقة فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل
البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد یعنی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع
کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہو گئے ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل و یہی حکم ہے دراہم کا اگر
انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہو گی وصححاہ بقیمة المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح
کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجائے قیمت بیع کے کاسد کہنا صحیح تھا علامہ نوح نے کہا وجوب بقیام قیمت کا
واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر
فتوی ہے اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی توجہ اجمال ہے شارح کے کلام میں یہ امر تقریر سے معلوم ہو گیا کذا
الطحطاوی وحد الکساد ان تترک المعاملة بہا فی جمیع البلاد فان راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ انسے معاملہ کرنا تمام بلاد
میں متروک ہو جاوے تو اگر بعض بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب اسکے عیب دار ہو جانے کے یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہوں تو اسکو اختیار ہے
چاہیے انکو لے چاہیے انکی قیمت کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہا فی السوق وان وجدت فی ایدی الصیارفة وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن الملک واعتمدہ
المصنف لما فی شرح المصنف وقد عزاہ للہدایة ولم ار فیہا اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگر چہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہوں اسطرح اسکو ذکر کیا ہے
عینی اور ابن الملک نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا فی البحر کا لفظ اور عبارت مذکور ہے شرح مصنف کے نسخوں میں اور مصنف نے عدم انقطاع کو
ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ہمنے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں بلکہ کسی اور محل میں مذکور ہے
وفی البزازیة لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وهو یفید قول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایة فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ میں ہے
کہ اگر دوسری بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کیونکہ فسخ نہ ہوئے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور یہ جب ہے کہ مصنف کا یہ
کہنا کہ قبل التسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد
لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہو جائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق
اولی ثابت ہو گیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور برعکس
اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا
کذا فی الفتح ہم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ
لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراہم معلومة واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ ای لنحو دلال
اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا
اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہو گی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال و فضولی
کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہیں نہ صاحب متاع ہم اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اسنے فلوس
خرید کیے اور انپر قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن المکی

اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا رہیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہی بسبب متفق ہونے دونوں کے پھر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور پر تھا اور نہیں تو بیع لازم ہو یعنی اگر دونوں دعوے پر متفق ہو گئے یا باہم اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہی اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی تو بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہی قول ظاہر پر کذا فی المنیۃ ھم نوادر میں صحیح ہی کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہی اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی یا یقین اس مسئلہ میں دو قول ہیں چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اسپر دلالت کرتا ہی واللہ تعالی اعلم قلت واستفادہ انہما لو تواضعا ثم تعاقدا قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ میں کہتا ہوں کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا کو ٹھہرالیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہی اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ھم وجہ افادہ یہ ہی کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہی جبکہ دونوں انکا اعتراض کریں بنا رعلانیہ تلجیہ پر تو بیع لازم ہی تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں مانند ہی بیع الوفا ذکرتہا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا درر کا تابع ہو کر وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہی کہ کوئی عین بیع کرے ہزار درہم سے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو عین بیع پھیر دے اور شافعی نے اسکا نام رہن معاد رکھا ہی اور مصر میں بیع الامانۃ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعۃ کہتے ہیں ھم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہی کہ اسکا عود رہن کی طرف ہوتا ہی ایفا دین کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہی کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہی کہ مثلا درہم نے بائع وامین جان کر درہم دیئے اور بائع نے مثلا درہم کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اسکو درہم دونگا تو وہ بامانت بیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہی بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہی بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فتتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہی تو زوائد اسکے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں مانند مرہون کے قیل بیع یفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہی کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہی وفی اقالۃ شرح المجمع علی النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی یعنی بیع ہونے پر وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہی تو رہن نہوگی ھم اسلئے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہی شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الدرر ثم ان ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہی اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہی اسواسطے کہ مواعید گاہے لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکرا الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ میں ہی کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط امام اعظم کے نزدیک عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اسکے ھم حسب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوگی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ میں ہی اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اسکی مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہی ھم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن وافادہ فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع او مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہی ولو استاجرہ بائعہ

لا یلزمہ الاجر لانہ رہن حکما حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اُسکو اُجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہی یہان
کہ جس سے فائدہ لینا حلال نہین ہم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صحة الاجارة بعد قبض المشتری
المبیع وفاء ولو ابتداء وجدہ فہی صحیحة والاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتہی فتنبہ اور مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہی کہ اگر اجارہ صحا و ہوا
بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہی اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہی بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا
ہم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہی مشہور بیلا البین مذکور ہی کہ بیع الوفا مین نو قول ہین ازانجملہ بعض علما متقدمین کا یہ قول جامع ہی کہ بیع الوفا بعضے
احکام مین تو فاسد ہی یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہی اور بعضے احکام مین صحیح ہی چنانچہ منافع بیع کے حلال ہین اور بعضے احکام مین بیع الوفا
رہن ہی یہان تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہی کہ فتوی دینے مین اس قول جامع پر عمل
کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اسکے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہی اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہی تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی واللہ تعالی اعلم
کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدة وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل ویسمونہ بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے
اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہی اور علما اسکو بیع استغلال کہتے ہین وفی الدرر
صح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور درر مین ہی کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہی بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے
غیر صحیح ہم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین اسواسطے کہ ہر ایک کو اس وطی کا حق متعلق ہی تو گویا وہ لونڈی مشترک لونڈی کے ہو گئی
اور مبیع کھانا اور پینا جائز نہین اگرچہ مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی المنتقی والبینة اختلفا ان البیع بات او وفاء فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینة
الہزل والوفاء او ملتقط اور منیہ مین ہی کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہی یا بیع الوفا ہی واقعی بیع ہی یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول معتبر ہی جو واقعی
اور لزوم بیع کا مدعی ہی مگر بقرینہ ہزل اور وفا کا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہم قرینہ ہزل یہ ہی کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت وانکر
فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہی
بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتک
بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء نقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع
لازم کے تو اسیکا قول معتبر ہی مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوے لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع تغیر ہو جانے
نرخ کا دعوے کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اواخر قاعدة العادة محکمة عن المنیة لو دفع غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف
جوزہ مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارة البزازیة ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص
علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدة العادة محکمہ کے اندر منیہ سے منقول ہی کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری
لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہی بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا
کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہی مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہی جو کتاب یعنی قدوری مین
مذکور ہی یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہی تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہی ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب
سے مراد عند الاطلاق قدوری ہی اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط امام محمد مراد ہی جسکو اصل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہی بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہی
کہ اگر آٹا پیسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کر کے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہی تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

تنہرت وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ حتی اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں باب بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہیں ہوا مگر اسکا حکم کشادہ ہو گیا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ فالقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اسکے کرایہ دینے کا اسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو اور تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول امن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑ دیوے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت ویؤیدہ فی زواہر الجواہر کا فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء ذلک ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اسکے ہاتھ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے لیکن اسواسطے کہ اسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی ہے اور اسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکے باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم ہو گا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضامنی کے بیع مین اکثر اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین ہے چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے بابیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے ہوگا اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اسلئے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر ہی لغۃ الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہے کفالت لغت مین بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل او ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ او کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے الخ یعنی کفالت متعدی بنفسہ او متعدی بحروف جار دونو مستعمل ہے اور عین کا ہر حرکات ثلثہ جائز ہین وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او دین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیٔ لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع مین کفالت

عبارت ہے واسطے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے کا ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ ان سب کو شامل ہے
مذکور کو شامل ہے نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور
دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے بالاسقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا
کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں بحر سے منقول ہے کہ ذمہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ او علیہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے اور
فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد سے تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد اور میثاق ہے ومن عرفہا بالضم فی الدین اراد تعریف نوع منہا وہو الکفالۃ بالمال لانہ
محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اختلاف
کہ دین ذمہ کفیل میں ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی البحر و بہ یستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اس تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے
ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے کہ یہ ضم ذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ بالنفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام
ثلثہ کو شامل رہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی ورکنہا ایجاب و قبول بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے
الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے بدون قبول کے وشرطہا
کون المکفول بہ نفسا او مالا مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد ولا قود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن
سے یعنے ضامن جسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونہ
صحیحا قائما لا ساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا نہ ہو
کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو پس صحیح کی
قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ بصورت عجز مکاتب ساقط ہوجاتا ہے اور دین قائم کی قید سے مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح ایہام
دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی کے اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت
اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب قلت لیس مبنیا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہیں جیسا نفقہ
زوجہ قبل الحکم والرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمہا لزوم المطالبۃ علی
الکفیل بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مرتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنے اگر
حاضر ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہے تو اسکا مطالبہ ہوگا واہلہا من ہو اہل التبرع فلا تنعقد من مجنون وصبی الا اذا استدان لہ
ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنے عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے
اور نہ صغیر سے مگر اسوقت جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض
میں کذا فی المحیط ہم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی
چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ
ولا یطالب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا
مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں ورثہ کا حق
متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو مجاز کرنے بیع یا ورغلام

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت مین لیکن شرط یہ کہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ہم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی و لان سکا تبھ و باذن المولی اور ضمانت نافذ نہین مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو ہم اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئی ہین سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت کا ضامن ہونا صحیح نہین اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہین اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہین اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس مین موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی و ہو الدائن مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہین یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ و ہو المدیون مکفول عنہ و یسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہین والنفس او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی و من لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے ہم کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہین و دلیلہا الاجماع و سندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور حجیت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ہم یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے و ترکہا احوط مکتوب فی التورۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ و اوسطہا ندامۃ و آخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے مین زیادہ تر احتیاط ہے توریت مین لکھا ہے کہ ضامنی کے اول مین ملامت ہے اور درمیان مین ندامت اور اسکے آخر مین ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ہم ضمانت کے اول مین ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیون پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان مین ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھپر لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہوسکے تو سخت بلا مین گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت مین ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیان ذکر کین اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین عمدہ خوبیان بھی ہین ازانجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور مطلوب کہ اپنی آفات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا مین رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا و کفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ و نحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق و قدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یون کہنے سے کہ مین نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کرچکے ہین وہان کتاب الطلاق مین کہ اگر ایک قوم مین بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو ایسی ہی کفالت مین کذا فی الفتح یعنی اگر ید بجاے کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ مین اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہے و بجزء شائع کثلثہ و نصفہ و ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے مین نے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے جزء شائع کی طرف ضمانت کرے اس طرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن السراج و تنعقد بضمنتہ او علی و الی اور منعقد ہوتی ہے ضمنتہ اور علی و الی سے و انا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا یا علی یا الی یا عندی ہے یا مین اسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اسکا قبول ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اسکا غریم یا حمیل ہون بمعنی محمول کذا فی البدائع ہم قولہ علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ وجوب کا ہے تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہ شخص میرے پاس ہے مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا او حمیل یعنی کفیل بمعنی قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا و تنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا و یکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب و مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ ہم یعنی یہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے باجماع و تتعقد بقولہ لم تعدم

بیان کی مضمون بہ بنفس او بالمال کما نقل فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی تجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب بیان ہونے
مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کرد کہ آیا وہ ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر
انہ لیس المذہب لکنہ استنبطہ منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال فقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر
عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور
ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط
منافی مضمون بہ نہیں تو قول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یوں
ہے جبکہ ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہو اپنے اقرار سے تو اس کو تلاش کر کتب معتمدہ میں کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن
او کفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قسم میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اسکی معرفت اور
شناخت کا یہ جب مذہب کے بخلاف ابو یوسف ضمانت اسواسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن
لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی
لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح ہم اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن بوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرہ کا ضامن ہوں
اسواسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی ای ضمان یدل علیہ خانیۃ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول میں کہ فلاں
شخص کی معرفت مجھ پر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہیں کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا
ابدا حتی یسلمہ لمانی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی
تا وقتیکہ اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ
کی تاخیر کے واسطے ہے ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ اشارہ ضما
کے مدت سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی
نہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اسکے
یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اسکے بری ہوں تو وہ اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ میں اور یہ حیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم نہو ہم اصلا ضامن نہ کا یعنی
مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ
مطالبہ کا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اسنے ذکر کیا کہ اب بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو گویا اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی
کذا فی الطحطاوی قلت ونقل فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ
میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہوجاتا ہے
انتہی کلام لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ہم یعنی وقت صورت تعارض ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع
لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا
مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسیکا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیۃ کفل علی انہ

یا مطلوب کے سپرد کیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مر جانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن ہے مال کی
کو بشرط دستعارف کے معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت ورحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفالة النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضمانت کا
سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف نہیں جو جمع نہوسکیں فلو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال
لفقد شرطہ سو اگر دو صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو اسپر مال واجب نہوگا بسبب پائے جانے
اسکی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی وہ شرط بقا سے حاضر ضامنی سوا ابرا طالب کے وہ باقی نہیں رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طالب وارثہ ولو مات
الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مرجائیگا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا
کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب برئ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے
مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے
مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاة وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے
مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور سوقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا
لو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب اور ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی
تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاة الا بحجة اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی
علی آخر حقا یعنی او مائة دینار ولم یبینہا اجیدة ام ردیة ام اشرفیة لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی
کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تا کہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یواف بہ غدا فعلی
المائة فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائة ای التی بینہا المدعی اما بالبینة او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑدے میں اسکا
حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہے یعنی ثابت
کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فترتب علیہا الثانیة اور صحیح ہونگی
دونوں ضمانتیں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری
ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخرکار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب
حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای للکفیل فی البیان لانہ یدعی صحة الکفالة اور بیان میں اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا
کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے وہم شارح اتباع ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ منح الغفار میں ہے اسواسطے
کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحة کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام سراج یقید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال
فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے علامہ طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور
مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر
جبر نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقة کتعزیر لانہ حق آدمی والمراد
بالجبر الملازمة لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں
تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

والقذف والسرقۃ جائز اتفاقا قال ابن کمال فظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالیٰ لا تجوز نظرا فانہ تقتضی انہا لا تصح بنفس حد وقود فلیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے
ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالیٰ کے حقوق میں جائز نہیں
کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد و قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اسواسطے ضمانت
صحیح نہیں کہ استیفاء حد و قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حد و قصاص میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ طریق
شرح کے قائل ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اسپر دونوں کلام میں تناقض نہ رہا ولا یحبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ
القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا التعزیر الملہم بحد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جبتک کہ دو شاہد مستور الحال گواہی نہ دیں یا ایک شاہد
عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسیطرح تعزیر ملہم کی مشروع ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہیں جنکو
شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل النفس وسجان وناظر والاب فی صورتین فی اشباہ لازم نہیں
کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی
داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ و امر قضیہ یہ ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو مدعی یہ داروغہ سے
اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے اور ناظر بھی اسکا ضامن ہو اور باپ نے اپنی بیٹی کا ضامن ہو یہ ضامن اسکی کفالت کیا تو باپ پر اسکا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت
یہ ہے کہ باپ اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قریب ہو چکا ہے اپنی مہر سے چکا ہے اور اپنی زوجہ کے حضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا
اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین اسکے پاس بھیجے وفی فتاویٰ قاضی خان لیس
معہا الاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن نجیم کے حاشیہ اشباہ میں یہ احکامات عمادیہ سے نقل کرکے کہا کہ باپ اپنے صغیر کے حاضر کرنے کا
مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو
کذا فی الطحطاوی وفیہا للقاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب وما ذون ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ میں
ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں
میں ضامن نہ لے اسکے مکاتب یا ماذون یا ادہر وصی اور وکیل ہونا جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو ہم جبکہ مولیٰ نے مکاتب پر بدل کتابت
یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون سے اسکے مولیٰ پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولیٰ سے حاضر ضامن لیا جاویگا
اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کرچکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ تیری ان کی ضامنی طلب کرے تا پیچھے کو حاضر
حاضر کرے تو قاضی اسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفی شرح الکنز محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان مجہولا یجبر اتفاقا
بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور ہو تو اسپر جبر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ نا معلوم ہو تو بالاتفاق جبر
نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم میں ہے ہم یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے یبرأ الاصیل ببراءۃ الکفیل الا کفیل النفس لا اوفال لا حق لی قبلہ ولا امر لکی ولا للقیم انا وصیہ ولا قیمہ
انا متولیہ ثم ثبتت براءۃ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا یا کسی صورت میں جبکہ طالب
یوں کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اس یتیم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اس وقف کا جسکا میں متولی ہوں تو ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واذا کفل
المال فتصح بہ ولو المال مجہولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان الدین مشترکا کما یجی لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا یجوز ظہیریہ اور مال کی ضامنی تو
صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا

قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ اھ دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے
تقاضا کیا محمود نے اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے کیونکہ اس میں قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے ودین صحیح نہیں والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ
فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم افادوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوا دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضمانت
صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب سے نہ قیاس پر یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح
نہیں مگر ضامنی اسکی صحیح ہے تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فلیحرر ا
دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف تصح ... دین صحیح ہے مگر ضمانت صحیح نہیں مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہے اسکی ضامنی صحیح نہیں امام کے نزدیک
اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط
نہیں ہوتا اسلیے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق چیستان او پہیلی کے پوچھتے ہیں اگر کون صحیح دین ہے جسکی ضامنی صحیح نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ بدل سعایت
ہے اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ھم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثنا بنظر
صحت کے ہے والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزم منہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال
اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہے تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی
مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ
لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو تکفل بامرہ رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ ... آخر تو ضامنی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابرا
تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن
ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری شئی آویگی ھم قید آئندہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ پھیر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب سے بکفلت متعلق بتصح
عنہ بالف مثال المعلوم ضامنی صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معلوم کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ
سے متعلق ہے وبمالک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع ویسمی ضمان الدرک ... مثال المجہول باربعۃ امثلۃ ... دین مجہول کی چار مثالیں ذکر کیں پہلی مثال
یہ ہے کہ میں ضامن ہوا اتنے مال کا جو تیرا اسپر ہے دوسری مثال یہ ہے میں ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع میں اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہیں
ھم درک بفتحتین وبسکون ثانی عبارت ہے ثمن پھیر لینے سے جب مبیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں یعنے
ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی میں سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع کا مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے
کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیر لے یا ضامن سے اور ظاہر الروایۃ میں ضامن سے پہلے خصومت کرنا
مشتری کو جائز نہیں وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیۃ تیسری مثال میں مجہول کی ضمانت کی یہ
کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیۃ
وما غصبک فلان فعلی ما ہنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لما یجئ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہے لفظ ما کا
مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھپر ہے ... کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں ھم جو لفظ کہ
التزام پیدا کرے وہ ضمانت کے مانند ہے جیسا کہ یوں کہنا کہ جو اسپر ہے وہ مجھپر ہے یا مجھپر ہے کہ میں ادا کروں جو اسپر ہے یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین ہے ...
سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی بغیر الفاظ ... ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ

ھم بجملہ امثلہ کفیشیرہ مذکورہ کے یہ مثالیں ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مر جاسے یا تیرے دین کا وعدہ آئے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے
تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان هبت الريح او جاء المطر لانه تعليق بالخطر فتبطل ولا يلزم المال وفي الهداية يصح كما حرره ابن الكمال اور
ضامنی صحیح نہین اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو میں ضامن ہوں کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہین تو
ایسی ضامنی باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور ہدایہ مین ہے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ھم خلاصہ ہدایہ یون ہے کہ تعلیق ہو سبب تیج ہو تو بھی
اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا ہے
جو کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت معلق صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام مین بہت گفتگو ہے اسکا
کچھ تذکرہ نہین ہے اس خلاصہ سے کذا في الطحطاوي فلم يوجد له حاصل ولزم المال للحال ان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن ہونے فلان قرار دے تو ضمانت صحیح
ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہوا چلنے ولا تصح ايضا بجهالة المكفول
عنه في التعليق والاضافة والتنجيز كفلت بما لك على فلان او فلان فتصح وتعيين المكفول له لانه صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت کے ساتھ تعلیق اور اضافت مین
اور تنجیز مین چنانچہ مین ضامن ہون تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تنجیز مین یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہے کیونکہ وہ
صاحب حق ہے ھم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت
ہوا اسکا مین ضامن ہون کذا في الحلبي طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور حلبی نے تعلیق کی مثال دی ہے اسکو عادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا
اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہین تو شاید اضافت سے زمانہ مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم ولا بجهالة المكفول له ولو مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ
اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھم مکفول بہ سے مراد یا نفس ہے یا مال ہے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال کی ضمانت مین نقصان نہین کرتی
کفلت رجلا اعرفه بوجهه لا باسمه جاز فاذا جاء به وحلف انه هو برئ بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اس مرد کا جسکا منہ پہچانتا ہون نہ
نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جب مرد کو لاویگا اور قسم کھاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا في البزازية وفي السراجية قال لضيفه وهو يخاف
على دابته من الذئب ان اكل الذئب حمارك فانا ضامن فاكله الذئب لم يضمن اور سراجیہ مین ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑیئے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا تیرا گدہا کھا جائے تو مین ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہین ھم علت عدم ضمان کی جہالت
اکل ہے جو مین مذکور ہو چکی نحو ما ذاب لك على الناس او على احد منهم فعلي مثال للاول نحو ما بايعت به احدا من الناس فعلي كذا في المنح چنانچہ جو
ثابت ہو تیرا دین لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھپر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اسکے یہ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ
مجھپر ہے کذا في المنح او ما ذاب عليك للناس او لاحد منهم فعلي مثال للثاني یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھپر یا کسیکا لوگون مین سے تجھپر سو مجھپر ہے یہ ثانی کی
مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النيابة لا تجرى في العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے
کہ نیابت جاری نہین ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابة معينة مستاجرة له وخدمة عبد معين مستاجر لها لانه يلزم تغيير المعقود عليه اور نہ ضمانت صحیح ہے
معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت مین
معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ھم تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر
اور اگر ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہین ہوا کذا في الطحطاوي عن البحر بخلاف غير معين لوجوب مطلق
الفعل لا التسليم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے اسمین ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ھم یعنی غیر معین جانور مین مطلق باربرداری واجب ہے

اور ضامن اُسپر قادر ہو اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اُسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہے نہ باربرداری تو شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جسکو النہر الفائق نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ اسواسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہو تو مستاجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اُسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ وہان موجر پر باربرداری واجب ہے سو اُسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اُسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الطحاوی ولا بمبیع قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور صحیح نہین ضمانت عین مبیع کی قبل اُسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہر امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اُسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان ظاہر ہے کذا فی النہر فلو تسلیمہا صح فی الکل و در رو بحر الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اُسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک استاجر مثلا الاشیٔ علیہ کالفیل النفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہین مانند ضامن کے کہ ضامن مستاجر یہان الفتح جیسم ہو وجہ عدم لزوم یہی کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اُسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا بالمکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل شیٔ الا الاصیل خانیۃ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اُسوقت دین صحیح نہین جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اُسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا او کذا او مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض بہ قصد خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اُسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین ومبیعا فاسدا وبدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وصحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزین باطل نہین ہو جاتین ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ اُنکے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا طحاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مغصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت او شرکت اور عاریت اور مستاجر الفتح جیسم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی درصورت ہلاک اُنکی قیمت واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان مضمون بنفسہا ہین یعنی اُنکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اُسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اُسکی یا مثل اُسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضامنی یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول کرنے اُسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پھر لے اور اگر وہ راضی ہوا ابدا اُسکے قبول کرنے کے تو نہین لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحاوی وجوزہا الثانی بلا قبول وبہ یفتی درر و بزازیہ واقرہ فی البحر و

قالت الائمۃ الثلثۃ لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہ واختارہ الشیخ قاسم تبعا للاجناس اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے
طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق مین اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح مین طرسوسی سے
نقل کیا ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب الشارح ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر بغیبتہا
بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان بما لہ غیبۃ الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ تکفل عنی بما علی من الدین فکفل
مع غیبۃ الغرماء صح فی الصورتین بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال الاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت کی تو صحیح ہے
کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی
طرف سے اسکے امر سے اس طرح کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے قرضخواہون کے
تو ضمانت صحیح ہے دونون صورتون مین بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض
اجنبی ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ہم کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس
ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جاسکے اور ضامن طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونکے استغنا کر کے
اخبار عن العقد اخبار ہے اسکے دونون رکن سے یعنی ایجاب و قبول سے ونفی النہر الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر مین ہے کہ ضمانت اجنبی کا
صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونیکے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقا
جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو کان علی غائب بل یؤمر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر وعلی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب ہو
تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے مین نے اسکو کسی کتاب مین نہیں دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر ہم یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحرالرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں ہوتی بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں
وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہم نے ضمانت مریض مین اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت مین
صاحبان دین کی غیبت مین صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی وضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ قول الثانی
لما مر نہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہر ہم مذکور یہ ہو چکا
کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہے کہ دونون نے اختلاف کیا کفالت کے
اخبار اور انشا ہونے مین تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے بیان کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحطاوی
ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن معراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اس
دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہوگیا ہو اسکی زندگی مین
رہن ہو کذا فی المعراج یا اسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ثم سقوط دین میت مفلس وبناء احکام مین ہی بسبب ضرورت
کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اسکی حیات مین ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو اسکا دین ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ مین ہے کہ ایک
شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو اسقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی ولحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بئرا علی الطریق
فتلفت بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال حیاتہ

قیام الذمۃ بحیر یا میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ میں اپنی غیر ملک میں پھر اُس میں کوئی چیز تلف
ہوگئی بعد اُسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال میں اور ضمان نفس کا اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہوگا اور
سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وہذا عندہ وعندہما تصح مطلقا وبقالت الثلثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے
نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اُسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت
کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا
لنفسہ اور صحیح نہیں ضامن ہونی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اُس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے
بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اور وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید
اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح
کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا الابراء عن الثمن صح وضمنا اہ
تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق
انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا مع بیتتبا ہے صاحب نہر اور بحر کا
فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضامن
ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے
پاس تو ضامن ہونا انکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بعد قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا
حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی
الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کا دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے شریک
ہوا اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ وکیل یا کفیل مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کیا امین
حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصہ میں ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اُسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل
قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان مفقتین ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک
شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو ایک شریک کو
دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالۃ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت
صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن آپسکی صراحت
کریں بیان نہ کریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس شئے میں مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا حوالہ ہے تو گویا ضامن اُسکی
تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اُسکا ضامن ہے اجنبی پر قادر نہیں اور عقد کے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور چونکہ عمل اُسی قبیل یا عقد کا
بسبب جہالت کے لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخلیص المبیع المستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اس مبیع کے
خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اُس سے نعم لو ضمن تخلیصہ او رد ثمنہ او ان قدر والا فیرد الثمن کان کالدرک یعنی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن
ہو اگر چہ تخلیص اُسکے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ فائدہ جسکو شارح نے زیادہ کیا

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع کصحیحۃ بجامع الفصولین ثم قال وفیہ لو کفل بدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذ حسب انہ مجبر علی ذلک لفساد الضمان واقرہ المصنف فلیحفظ
جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی
بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اُس دین کو جو اُسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اُسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت باقیہ کے اور
ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو تو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بالظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں و
الکفیل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن
ہو یا اسکی شرط پر کہ وہ مجبر لازم الاداہی اور حال یہ کہ مطلوب غیر مجبور ہو اور غلام مجبور نہیں کذا صرح ابن ملک ھم تو معلوم ہوا کہ صغیر باذون اور عبد باذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع علیہ
بما ادی ان ادی بما ضمنہ والا فیما ضمنہ وان ادی اردأ لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب کما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیر لے
جو اُسنے ادا کیا اگر اُسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اُسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ کفیل جید تھا سو اُسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق
پھیر لے اگرچہ اُسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاتا بسبب ہبہ یا ارث
کے کذا فی العینی ھم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اُسکا وارث ہو یا طالب اُسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز
ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ بیان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بمقتضا ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا
اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اُسکو مطلوب سے نہ پھیر لے بسبب اُسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں
ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور پھیر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیہ اور حیلہ پھیر لینے کا ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب
ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اُسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھم ولوالجیہ میں یہ حیلہ ضمن کفالت نفس کو ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ
کفالت مال میں بھی بدرجہ اولی جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اُسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے ابتدا دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین
کہکر دیگا تو اصیل اس سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب الکفیل اصیلا بمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من
الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور نہ مطالبہ کرے ضامن اصیل سے قبل اُسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اُسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو
کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے
ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اُسکو وہ چھوڑا دے و اذا حبس لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا
لازمہ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اُسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو
اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اُسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل
یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے ھم للطالب متعلق ہے اداء سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا
احال الکفیل علی مدیونہ و شرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھم مدیون
قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب و محال علیہ یہی حکم رکھتا ہے و بری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری
ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے
ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر ھم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کیطرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہرا یہ مسئلہ
مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اُسپر کیونکر قسم آوے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ اسکا منکر ہے اور مدعی کہ پاس گواہ نہیں پھر مدعی علیہ

صورت ۱۲

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنہ ای اجلہ بری الکفیل تبعا للاصیل الا الکفیل بالنفس کا مراد یہ اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادا سے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل بالنفس بری نہوگا چنانچہ ذکر ہوچکا ہے ضمانت کی بحث میں وتاخر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولا مطالبۃ الکفیل الان اشباہ اور پیچھے ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ثم فائدہ یہ مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لسقوط الاصیل للفرع اور اسکا عکس نہیں یعنی برات کفیل برات اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر تاخیر اصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے لم تکفل بالحال موجلا تاجل عنہما الا ان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ان اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل والا ابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب میں کہ دین ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر ہے فیہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے قبول اسکے مذکور ہے اور حالانکہ عبارت میں نہیں لکہ اسی کی مثل ہے یعنی کو ابراء اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھر تا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان قوا وہب او تصدق علیہ فقبول الاصیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اس پر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول ہوا اسواسطے شرط ہے کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تملیکا علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ منافات نہیں وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجیء الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ہل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وہو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اس نے کہا صبر کر تا کہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اس پر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہوگا اور یہی قول مختار ہے اور وجہ مختار ہونے قول مذکور کی شرح الغفار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تعلق ضامن ہے نہ برات اصیل واذا حل الدین الموجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر اور جبکہ دین موجل حال ہو جاوے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر اذنا اصیل کے امر سے ہو مگر اسکی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بموتہ ولو تاخیر الطالب چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے ضامن سے لے چاہے اصیل سے صالح احدہما رب المال عن الف الدین علی نصفہ برئا الا ان اشترط براءۃ الاصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اسکے نصف پر مثلا یعنی ایک نے دینا پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورتوں کو محتمل ہے ہم ایک یہ ہے کہ دونوں کی برات صلح میں شرط کی ہو فقط اصیل کی برات شرط کی ہو اسکو وقوع ہوا برات سے ہم فقط کفیل کی برات ہم اسکی طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ ثمرہ ہے یعنی

اسکی طرف رجوع ہوگی اُسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اُسکا کلام محتمل ہو یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہی یا نہین اور یہ لفظ بری الیّ
مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہی یعنی اگر محتال نے محتال علیہ سے کہا کہ
برئت الیّ تو محتال علیہ محیل سے مال بھر لیگا اور اگر ابراتک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہے گا فقط تو اسمین اختلاف ہی وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط
الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہی تعلیق براءت کی
کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہان ثابت رکھا ہی اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین یہ
ہی کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہی یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہی خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہی جسمین طالب کو
فائدہ نہین جیسے چلنا ہوا اور مینہ برسنا اور شرط ملائم جیسا کہ استیفاء بعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی الکفالۃ بالنفس تفصیلا ذکرا فی الخانیۃ مصنف نے
بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین وہ تفصیل ہی جو خانیہ مین مذکور ہی ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین
مذکور نہین کی تو یہ مطلب ہی کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا بجاے تقیید ہو واللہ اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہی کہ جب ضامن نفس کی براءت
معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ مین ایک وجہ یہ ہی کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل النفس کو بری کیا اس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ
یہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص بالنفس کا ضامن ہو سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو ضامن نفس سے بری ہو جائیگا اور تیسری وجہ یہ ہی کہ
براءت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن نے طالب سے شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور طالب اسکو بری کرے تو یہ باطل ہی کذا فی الطحطاوی ان حکم
بضمانۃ لا لیتبرع وصحح الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیدفعہ الی الطالب ان لم یعطہ الطالب بعینہ پھیرے اصیل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور
کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے ہم باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہین پھیر سکتا اسلئے کہ ضمانت
بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب بعد وجود
ادا دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اسکو پھیر نہین سکتا کذا فی شرح الوقایہ والاصیل نہیہ عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا لا
لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ بانحالفہ فلیحرر اور کفیل ہم نکر سکیگا روکنا اصیل کا ادا دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور
اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو اُسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اسوقت اپنا استرداد کا مالک ہی کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن
شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہی جو اسکے مخالف ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ جب مصنف نے نہر اور حموی نے بحر الرائق
کے قول کو ثابت رکھا تو اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی وان ربح الکفیل طاب لہ لانہ ملکہ حیث قبضہ
علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہی کیونکہ نفع مذکور
اسکے ملک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہی بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہین
کیونکہ وہ مال خالص امانت ہی برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہی کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون کہین طالب تجھ سے
اپنا حق نہ لے تو لے اس مال کو قبل اسکے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح پر کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان نہ کیا یا
سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہی خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی
وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ مدر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہی منفعت کا پھیر دینا اصیل کو
جبکہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اس دین مین پھیر دینا مستحب ہی جو متعین ہو جاتا ہو تعین کرنے سے چنانچہ گیہون نہ اس دین مین

جو تعین سے متعین نہوتا ہو جیسا کہ نقود تو وہاں رد کرنا مستحب نہیں ہم جامع صغیر میں استحباب رد کے واسطے ادا اصیل کی قید مذکور نہیں لیکن درر کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ خلاف مقصود کے کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہے کہ اسمیں خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اسکے پھیر دینے پر جبر نہیں کرتا کذا فی النہر ونور دہ علی الطیب للاصیل الخبیث نعم ولو غنیا عنایہ اور اگر نفع مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہے یا نہیں قول اشبہ بالحق یہ ہے کہ ہاں حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایہ امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی چیز بیچنا عین کا ادھار فائدہ لیکر تاکہ قرض لینے والا اسکو ثمن اول سے کمتر بیچ کر تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سودخواروں نے ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمیں قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے اور عینہ کی تفسیر میں مولی عبارتیں مختلف ہیں اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ وہاں میلان ہو دین سے بیع العین کی طرف اور کہا گیا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اٹھاوے اور بعضوں نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ ثمن سے اسکی قیمت سے تاکہ اس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اسی ثمن کے جتنے کو غیر نے خریدا تھا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپیہ کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ کو دیئے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیئے تو سوائے شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن کے قبل نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہیں محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اسکو سودخواروں نے اختراع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید وفروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمہارا دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جسکو دافع اخراج کرتا ہے اگر اسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمیں وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور جیسا کہ یہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرض دیئے تھے پھر بیچا اسکے ہاتھ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپیہ جو قرض دیئے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج نہ ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اسمیں سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر اسمیں مبیع اسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولی ہے شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اسطرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اسصورت پر محمول ہے جبکہ دافع کی طرف کل یا بعض مبیع پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہے جبکہ دافع کی طرف کچھ عود نکرے اسیطرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تو اشتباہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کا کیونکر قائل ہے باوجود حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جو دافع کی طرف وہ عین جو اسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کر گئی تو وہ بیع مسمی بہ بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہوجا ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولاشیء علی الامر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل بمجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی موجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل ہی کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اسکی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور کچھ لازم نہیں آمر اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے حاصل یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہوا وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بھاگ گیا وہ مجھ پر ہے تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ لہ عبارۃ الدرر لزم بلا ضمیر وفی الہدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اس مرد پر یعنی

یعنی اصیل پر یا آن مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اسپر حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو قدر کی عبارت میں لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ میں ہے کہ یعنی لفظ ذاب اور
قضی ماضی ہے اور مراد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال شرح کہ میں ہے فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب
فیقضی علیہ فیلزمہ تبعاً للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہو اور مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اسکی مقبول
نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اسپر مال مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال بنا لازم آویگا بتابع اصیل ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ کفیل نے اس مال کا التزام
کیا جو اسپر قاضی زمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر وجوب کے ثابت ہو زمان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے قبل
کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت
داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وہو ای الحاضر کفیل فقضی
بالمال علی الکفیل فقد اور اگر مدعی نے گواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقد ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو
زاد بامرہ قضی علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ہہنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہ شخص حاضر ضامن ہے
غائب کا اسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائیگا تو ضامن کو مال کا پھیر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اور گواہی صحیح ہوئی کہ
مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی یہاں مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ میں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں
مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہاں مکفول
مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے دعوی نے کہا کہ اگر یہ قضاء علی الغائب ہے مگر
یہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی ضمناً ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہے
اثبات دین کا غائب پر یعنی ضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاہد یتواضع مع رجل یدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل
بالکفالۃ وینکر الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرئ الکفیل فیبقی المال علی الغائب کذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب اپنے
صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے
اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے
تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسی طرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کفالۃ بالدرک تسلیم منہ للبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے
واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ
مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہے اسکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی
کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اسکو بیچا اور شفیع درصورت
استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہیں لا کتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعاً نافذاً باتاً فانہ
تسلیم ایضاً چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کاغذ میں جسمیں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شہد
بالبیع عند الحاکم قضی بہا اولا چنانچہ یہی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم حموی نے نقل کیا کہ
گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیماً کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عن ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں
جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود دینا ہم

نہون تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت اسکا بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین یہ بات نہین ہے کہ بائع کے اقرار پر دلالت کرے ہو مثلا یہ
بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوئی ہو چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے
گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادۃ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے
عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک اسکا مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین شرط نہین ہے
نہ گواہی مالک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے گا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت
شہادت کے ساتھ مہر کرنا ذکر نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت
تھی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو قال لآخر ضمنتہ لک الی
شہر وقال ہو الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایکمہینہ تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین
حال ہے نہ موجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر
وہو المقرلہ حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جبکہ دوسرے شخص یعنی
مقرلہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ موجل اسواسطے کہ مقرلہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین موجل وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او موجل
فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین موجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین
سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا موجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب
در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین موجل کے ہے انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے
ولا یوخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن
درک کا جبکہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق سے بیع منتقض نہین ہوتی
بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ لان الرہن
بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے
ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ
باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہے تو موظف باقی دیون
کے مانند ہو گیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان
غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی
کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق
کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے
کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہے اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہین حموی نے کہا جواب یہ پایا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور انکو کلیہ جو کہتے ہین تو یہ معنی
کہ داخل تحت شمول نہین ہین نہ یہ معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنی مصیبت وحادثہ یہان
مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے خلائق کو فائدہ ہے اور

چوکیداروں کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور سلطان قیدیوں کے چھڑانے کے واسطے معین کرے اور جو کہ بیت المال خالی ہو تو ایسے
نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم الدار پر واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت مسلمین کی ہو واجب ہے خصوصاً جبکہ
بیت المال میں کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانہ میں لوگوں پر ناحق مقرر ہوگئے ہیں انکی صحت کفالت
میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصاً ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار
فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم
سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہانتک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم نے لے
تو مزارع کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے
ہم ذرا اور منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانہ میں بلاد فارس کے اندر درزی اور
رنگریز وغیرہم پر ہر مہینہ یا تین مہینہ یا سال سلطان کے واسطے مقرر ہوا ہے یہ ہیں کہ بیت المال کے [illegible] مصادرہ سلطانی وہ تو ظلم ہے اور اسکی کفالت
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی الاشباہ بما اذا امرہ بہا فلو بلا امر لم یرجع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب
اسکا امر کرے جو نہی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں یہ کلام [illegible]
کرنے سے مطلب میں خلل پڑگیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس کو پھیرلے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو
ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادا دین کا امر
اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر علیہ فالقسمۃ حیث عدل
وہو نادر اور علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت ہو اور انصاف کرے وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور
قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لہ رجل خلصنی من مصادرۃ الوالی وقال
الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت ہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لآخر خلصنی فخلصہ بمبلغ یرجع بغیر شرط
الرجوع بل بمجرد الامر فتنبہ کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ مجھکو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی
نے اسی طرح کہا سو اسنے چھوڑا دیا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے پھیرلے بلاشرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑا اس سے
سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور پھیرلے محبوس سے بلاشرط رجوع بلکہ مجرد اسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے
حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ الموظفۃ وقیل ہی النائبۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ
بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوا سکے
اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے
جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اسکا کوئی ضامن ہوا اور
بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی
قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ آمن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسلیے کہ اس راہ میں کچھ خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا

مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن و مسئلہ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہے اور تیرا مال چھین لیا جاوے
تو مین ضامن ہون اور پہلا مسئلہ بحالہ ہو تو مسئلہ سابقہ ہو یعنی بدون اسکے کہنے کے وہ شخص اس راہ مین گیا اور اسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضمان دیگا بزازیہ وردہ علی بالقدیم بقولہ والصحیح جوالۃ
المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت کذا فی الشرنبلالیۃ ہم بیان بحث زمان صحت کفالت کی
جہت نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اس وجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہے اگر شرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی

عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ مرفی المرابحۃ
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہے جبکہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی
کی صفت کا فریب کھانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہے
عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہے سو اسکے تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہو فرع
مسائل شتی قال الشارح کضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے اثنا ہو ضمان اللہ دی کہ بامر الکفیل منع
الاصیل من السفر و کفالتہ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء مالضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو تو موجل اصیل ضامن کو ضمانت
سے خلاص کرے سبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ ہو بارہ سے
تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی
اگر حاضر ضامن ہوا اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویضہ عن ہبتہ
و باطعام عن کفارتہ و باداء زکوٰۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے پھیر لے
اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اسکے ادائے دین کے امر مین مگر چار مسئلہ مین رجوع مال نہین اول پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے
امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار
ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے
ہبہ کا عوض دے سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا
موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج
والکل فی الاشباہ جہان کہین کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال پھیر لیگا بدون
شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین ہم مالک ہونا مال
بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف ثمن ادا کر تو صحیح
ہوگا اور اگر مامور اپنا مال پھیرے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ
مغصوب کے اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال حج کو بمقابلہ ملک مال نہین لیتا
تو مامور کو یہان اپنا مال پھیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما
اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اس مال کا جو اسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اسکا دین ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا شوہر کی طرف سے پھر عورت اور مرد میں عقد جدید ہوا تو ضمانت باقی رہے گی کیونکہ تجدید نکاح تھا العین مستقبلا فانت مذکورہ نہیں تو بیاں علی دلال
لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اُسپر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ دلال وکیل ہے کیونکہ وہ امین ٹھیرا اور امین پر ضمان نہیں مگر تعدی سے ولو غاب
عن صاحب الحانوت وقد ساوم والتقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب
اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق والضمان علی صاحب الحانوت
عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیکر پھرا پھر اسکو دوکان میں رکھ دیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان
نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسنے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کپڑا رکھ دیا تو تعدی اسکی
ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری یعنی مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ میں کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا
کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کپڑا اسی کو دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری الذمہ ہے ولو قال طالب غریبی فی مصر کذا فان اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد
علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر میں ہے جو وقت کہ تو میرا مال اس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار میں سے اجر ثال ہے
تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجرۃ وذکروا ان الوکیل
لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور میں نے اسکا فتوے دیا ہے کہ دلال اور مسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت والا
وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل النفس اسواسطے
ٹھیرتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اسی کے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ
جو متاع اور اسکے مالک کو تلاش کرتا ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہوچکا فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال
لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی و ذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم
دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈنڈ لینا مالداروں سے جائز نہیں مگر
بیت المال کے عاملوں سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اسوقت ہوا تھا جبکہ
فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار انسے لیے پھر انکو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے
یہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور میں سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجھسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے
کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجسے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند
نبی کے اور پوتے نبی کے اور پروتے نبی کے اور میں تو امیہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علمی سے کچھ کلام کروں اور بے علمی سے کچھ فتوی دوں اور میری پیٹھ ماری جاوے
اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال
لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرفت
خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہیں جو بیت المال کے
اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور منجملہ انکے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشائش اور بہتات مال میں ظاہر کریں اسواسطے کہ یہ بات
انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہیں جبکہ وہ کشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہوں اور

اگر ضامن نصف کا امر اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اگر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف میں
اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اسکے دین میں شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسقدر میں رجوع ہے
کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ و کفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا اگر مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً
کہ مین نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایکسال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے اور بطریق قیاس کفالۃ صحیح نہیں
کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان
واجب التصحیح ہے اور شارع کی رضامندی عتق میں ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و ما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اسوقت میں
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں ولو عتق المولی احدہما و المسئلۃ
بحالہا صح و اخذ ای شاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بحالہ سابق ہے تو صحیح ہے اور
مواخذہ کرے مولی دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جسکو اسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد
سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ لکفالتہ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ
اپنے ساتھی سے پھر لیگا بسبب اسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے و اذا کفل شخص عن
عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال و ان لم
یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد و عدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر و یرجع بعد عتقہ لو بامرہ و لو کفل مؤجلا تاجل کما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک
شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جسکا دین ہونا حق مولی میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ
مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے
مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اسکا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا
اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اس صورت میں مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعی شخص رقبۃ
عبد فکفلہ رجل فمات العبد المکفول قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے
غلام کی گردن کا سو اسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول مر گیا قبل اسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے
اسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین قابض پر ہین واجب ہے اور
بعد ہلاک کے عین یا قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسلئے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت
مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل کما مر فی الحر اور اگر غلام پر
مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہو چکا یعنی اسواسطے کہ
مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام
جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہے ظاہرا غلام میں اہلیت
کفالت نہین کیونکہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اسکی عدم اہلیت تصرف زائل ہو گئی پھر جبکہ غلام مدیون نہ ہوا تو اسکی مالیت میں مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن
اسکے ضامن ہونے مین کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ و لو بعد

عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر
اسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اسکے امر سے پھر اسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو تو رجوع کرے
کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں ہو سکتا
تو اب کفالت منقلب با یجاب رجوع نہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ
موجبۃ للرجوع لما قلناہ چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اسنے کفالت جائز رکھی
تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اس دلیل سے جسکا ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب با یجاب رجوع نہیں ہوتا وفائدۃ کفالۃ المولی عن
عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے وجوب مطالبہ مولی کا ادا دین کا
کے واسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہو اس سے ادا دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ
تعلقہ ای الدین برقبتہ و بذا لم یثبتہ المصنف تبعا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونیکے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ
فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہو نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد ہیں التزام ہے اس دین کا جو اصیل پر ہے توثق اور اعتماد کے لیے کیونکہ حوالہ میں
اصیل کی برأت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد کے اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب پر لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے
کذا فی الفتح ہی لغۃ النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل اور زوال ہے و شرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں بعبارت دیگر دین کے نقل
کرنے کو محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف حوالہ کہتے ہیں توجب البراءۃ من الدین الاصح لمعنی فتح اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں لیے
محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے در صحیح کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا
بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابراء صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال و محتال لہ و محال
و محال لہ و حویل و زاد خامسا وہو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچواں
مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن یقبلہا محتال علیہ و محال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول و المال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ
اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بوسیلہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے میں لفظ
علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ ہوگا سے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال الصیغہ اسم فاعل مفعول کا برابر ہے اور محتال الصیغہ
اسم مفعول مفتوح بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں
فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض
اسپر اتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور
ہزار درم محال بہ فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ و محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں پر کیا
اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے
کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط انعقاد ہے تو مجنون اور غیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں

تو حوالہ عبد ماذون اور مکاتب کا صحیح ہے اور رضا محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے
تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہو اور صغیر یتیم کا حظ ہے تو احتیال کرنا غیر صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ میں شرط
ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور نکو جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محتال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ با مر ولی ہو اور گو اسکا ولی
اسکو جائز رکھے انتہی کہ امر رضا ہو اور صحیح الشرائط رضا ہو اور ہونا محتال علیہ کا حاضر مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور محتال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل
کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جسطرح کہ کفالت صحیح نہیں اسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر و الحوالۃ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول یعنی محیل
فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلاخلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط
نہیں کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب ھم زیادات میں رضا محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین اسکا حق ہے اور محتال کا حق
ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بال میں متفاوت ہوتے ہیں تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے اور محتال علیہ کی نارضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ
کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت
ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضامندی محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے
حق میں اور محیل کا اسمیں کچھ ضرر نہیں بلکہ اسمیں اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہیں کرسکتا جبکہ حوالہ با مر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ
نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم واذا احیل احدکم علی ملی فلیتبع یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادائے دین میں دیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسیکو
حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب کا ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ امر اباحت کا ہے یعنی
دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعا کذا فی الفتح ملخصا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری
نے رضا محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ھم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ
محیل پر رجوع نہیں کرسکتا مگر بسبب حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن الظاہر الاکمل ان ابتداہا ان من المحیل شرط ضرورۃ
والا ... اور اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر یہ کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضا محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں ھم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہے
تو احالہ ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محتال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضا
محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضا محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام میں یعنی احالہ ہے اور زیادات کے
کلام میں بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی و اراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا
یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ھم اور بعضے نسخے میں قبولہا ہے یعنی قبول محتال
اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ جائز
رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین
لا حضورہ وبہ افتی المصنف لکن درر وغیرہا میں محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور
ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی
لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین ذاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین
معلوم غیر مجہول میں نہ عین میں جوہرہ میں زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق میں انتہی ھم عین میں اسواسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

اس میں قسم قیمین ہے جو علم سے اور باعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما احالہ بہ مدعیا قضاءہ من مالہ فقال المحیل
انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مثل کا جسکا
محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے محیل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا
قول مقبول نہ ہوگا بلکہ محیل ضامن دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر
کوئی شبہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے دیا ہے فیہ قولہ ولا یکون قبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ
اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمالی وکالۃ لتقبضہ لی فقال المحتال
بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ تستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھکو وکیل کیا تاکہ
دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے یعنی باعتبار مجاز کے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ یعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت
محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق
ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بما لہ عند زید ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا
غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے دراں حالیکہ وہ ودیعت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر اسکا حوالہ کیا اپنے قرضخواہ کو
تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت امین داخل ہوگی اور وہ عین مستاجر ہے جبکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع
وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود
کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا
حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت
سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برابر ہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلاثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص
سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص سے یہ غرض ہے کہ حوالہ کو قرض
یا مانند اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ
اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین داروں کے ساتھ
برابر ہے اسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال محیل کے سبب ارباب دیون میں حصص کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا
مال ہے کہ اسپر اسکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف
حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا
مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفی فتح القدیر میں ہے کہ
حوالہ مطلقہ یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اس طرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ
پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ
کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کہ خالی ہیں ہم کشائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے اور محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہ ہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ بھی ہے کہ اسپر حوالہ کرے جسپر

منتقل کا دین ہو نہ اسکے پاس اسکا عین ہو یعنی باع بشرط ان یحیل علیہ المشتری بالثمن غریما لہ او للبائع بطل او باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط

ملائم فیشترط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین دار کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ

قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وہ شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودۃ ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور

اسمین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید مقتضی کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادۃ

مین اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودۃ ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء

رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل کذا فی کل موضع ورد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال

قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہونیکی یعنی محال علیہ کا استحقاق

ثابت ہو جانا یہ ہے کہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص پر کہ پھر مبیع کی مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض

اپنا مال پھیر لے وفیہا من صور فساد الحوالۃ ان یشترط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم لم یوجد او جاز ان قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء

من ثمن دار و لکن لا یجبر علی البیع او باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین شرط ہو کہ محتال علیہ کا دینا ثمن دار

محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ بزازیہ مین ہے جائز ہوا اگر

حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کی ثمن سے عطا کرے لیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیچ پر اور اگر بیع کریگا تو ادا سے محال پر زبردستی ہوگی

ہم چنانچہ اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب الحوالہ جائز ہوگا کیونکہ اسکے بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اسکے بیع کے لئے اس پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا

واجب نہین قبل بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی بانہ ما ولا یصح تاجیل عقد ما فلو قال لزمت مالک علی فلان

علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر فالمصحح التاجیل اسم الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن الحمید اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین ہے تو

اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے اس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا ایک مہینے تک تو تاجیل دین کیطرف

منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادا دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن الحمید وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح

التاء اور بکرہ ہے سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شئ محکم ہے چونکہ اس قرض مین قصدا خطر طریق سے محکمی و مضبوطی

حاصل ہوگی لہذا اسے سفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا

مال و کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض دے تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر مین دے تاکہ اس طریق سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو

اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن ابی اسامہ کی مسند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن

عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی بخاری اور

نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کے

مصنف مین عطاء الاحمر بن حجاج عطا سے منقول ہے کہ لوگ ایسا کہتے تھے کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہین ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح

حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح نہین

فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مستقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یہی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی

کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہی کہ سفتجہ معاملہ فی الدین ہی مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے
علامہ حمدانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہی اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہی تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہی اس مال کا جو مستقرض پر ہی اپنے دوست یا دوستون کے واسطے جو دوسرے
شہر مین ہو وقالوا انما لم تکن المنفعة مشروطة ولا متعارفة فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہین
مع ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کہ یہ قول متفق علیہ ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہ ہی کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہی چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے
اطلاق سے معلوم ہوتا ہی شارح زیلعی نے کہا کہ ہنڈوی کراہت جر نفع ہو خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اسی قول کو
جزم کیا ہی فتوی صغری مین اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہیدیہ مین اور بزازیہ کے باب الصرف مین بھی اسی کو ذکر کیا ہی کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات
ہنڈوی کی صورت اسطرح مذکور ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور
مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہی فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہی جبکہ اسکا لکھنا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور
عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہی یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہین انتہی طحطاوی کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم شرط
کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہی جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیة ولو ان
المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمة نہر اور بحر مین بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہی اور اگر مستقرض نے اس مین سے زائد کو ہبہ کردے تو جائز
نہین کیونکہ وہ مشاع ہی محتمل القسمة ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہی کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول
کرنے مین بلا شرط کچھ مضائقہ نہین اور اسی طرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقروض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن مین راجح تر ادا کرے اگر وہ
کثیر ہو تو جائز نہین اور اگر قلیل ہو تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین مین داخل نہو اور جن الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو لینے والے کو مسلم نہین بلکہ اسکو پھیردے
اور ایک درہم کو سو درہم مین بالاتفاق پھیردے اور نصف درہم مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہی اور بعضون نے کہا قلیل ہی اور اگر مستقرض اس مین سے زائد کو ہبہ
کرے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمة ہی انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہی جو
محتمل القسمة نہین پھر مین نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم مین دیکھا کہ اول تو انھون نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو
تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بالقبض دین الحوالة لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین اسکے قبض کرنے کا تو صحیح نہین ہم
اسواسطے صحیح نہین کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعض نسخے مین بجائے عن المحتال علی المحتال ہی تو وہ علی بمعنی عن ہی وشرط
المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالة بشرط عدم براءة المحیل کفالة خانیہ اور اگر محتال نے محیل پر تاوان کی شرط کرے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ
محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہی کذا فی العالمگیریہ وفیہا عن الثانی لو غاب
المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحوده المال لم یصدق وان برہن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضر وجحد الحوالة ولا بینة کان القول لہ وجعل جحوده فسخا اور خانیہ مین
ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے
اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار
فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھ تو اس صورت مین محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہی اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق مین مذکور ہوچکا
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربة الجوہرة قلت ومفادہا
عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیة والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدة انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ

اور مراد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں بلکہ طریقہ تعلیم ہی یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی القضاء و اہلہ اہل الشہادۃ ای ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور

لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہوگیا کیونکہ تحمل شہادت

رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے نہ ادائے شہادت اور مراد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا صحیح ہونا ایک چیز کی طرف منسوب ہے یعنی شرط ہے ماقل عادل بالغ آزاد ہونا حرم

فی الدعوی ہونا نہ اندھا اور گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اور صفات قضا سے ابتدا اور صفات قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور لا لمرد من القول جو شور کی

مشہور قول اصح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر وبہ علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکورہ پر یہ

جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تاکہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے

ہم فلا ادنیٰ اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا اگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں میں صحیح ہو تو کلیہ مذکورہ صادق نہ آیا یہ اعتراض نہیں قضا ہے کا جواب

اعتراض یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی

و شرط اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ

ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت

قاضی پر لازم ہے اور قضا مخاصم پر لازم ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترشح ہے کذا صح ابن الکمال ہم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہوگیا اسکے

قول پر سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق اہلہ اسپر مترتب ہو والفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا

ویاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا

جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسی کا فتوی ہے ہم مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ

فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانتداری کے لائق نہیں ہے اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ

کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے

ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحطاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند

ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدۃ

بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اسکو یاد

رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہ ہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی ہمارا قبول کرنا صحیح نہیں واستثنی الثانی

الفاسق ذا الجاہ والمروءۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت یجی تضعیفہ

فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس

قول کے اسکا قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہ ہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی

ما فی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کرو ہم کتاب الشہادات میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی

مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ فی الظاہر ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم

والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ جبکہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں

تو حکم سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر عالم اور دیانت اور عدالت میں ہو یہ مفتی مذکور کے زمانے میں تھا اور اب تو

اور بہتوں نے متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر جامع الفصولین میں یقین کیا ہے اور عینی کی شرح مجمع میں عبارات بلیغہ ہیں اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے
وظاہر ما فی التحریر یا انہ لا یحل استفتاءہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو تحریر میں ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں شرح بیان کیا ہے وقیل نعم یصلح وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت
رکھتا ہے اور اسی قول پر کنز میں یقین کیا ہے اسوا سطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے میں کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی
اسکو خاطی نہ کہے ثم الطحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذر نسبۃ الخطا کہتا اسوا سطے کہ حذار کبھی اعذر ہے یعنی امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامہ
وعقلہ وشرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ وذکوریتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاءہ اور علما میں خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے میں اور بعضوں نے
مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے نہ اسکی قضا ام گونگے کا فتوی دینا
اسوقت صحیح ہے جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہ جیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلاوے یعنی ان کہدے تو اسکے اشارہ سے پر عمل کرنا جائز
ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری میں ہے سزاوار یہ ہے کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ ہو فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی
دینا غیر مکروہ ہے اس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو
لیاقت نہیں رکھتا اور شرائط فتوی سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیوں کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے
استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بہ رمت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال کی ظاہر ہو جاوے پھر جواب لکھے
اور بہتر یہ ہے کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بعضے لوگوں کی عادت ہے کیونکہ اسمیں اللہ تعالی کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہے
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم زرین یا نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہیں کہ بدون سوال کے فتوی دے اور اسکے واسطے احتجاج کرے اور اگر فتوے
دینے میں چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے نہ شرما وے نہ ننگ کرے اور شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اسکے قواعد اور اسالیب معلوم کرے اور جو نہیں
افتا اسی امر میں جو ہنوز واقع نہیں اور فتوی میں تساہل کرنا اور حیلوں کی پیروی کرنا حرام ہے اگر انکے اغراض میں فساد واقع ہو اور فتوی نہ دے اس حالت میں جبکہ جوش اسکے متغیر
ہوں اور بہتر یہ ہے کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیوں سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کر دیں تو
جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال میں تو متعلقات الفاظ سے اہل شہر کو فتوی
دینا اس مفتی کو جائز نہیں جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہیں اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھتا
تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور فتوی دیتے بہ تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحاوی ملخصاً محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے فرمایا کہ جب اسکا صواب
اکثر ہو اسکی خطا سے انتہی بعضوں نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہے کہ اسکے جواب کے بعد والعمدۃ الموثوق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر
ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ
کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی میں تلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہیں ہوسکتا بخلاف مفتی چنانچہ ذکر ہو چکا واما الاطرش
وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اصم کے جو مطلق نہیں سنتا ولیفتی القاضی ولو فی
مجلس القضاء وہو الصحیح درر وفی الملتقط ولا یفتی القاضی لخصم الیہ ظہیریۃ وتستفیض اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کرانے نہیں آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ درج ہوگا فتوی
دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ افتا مجلس قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی النہر ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفہ
علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہوں یا نہوں ھم جامع الفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں امام کے

اصحاب مختلف ہوں تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونیکے صواب کے اسمیں اور اگر صاحبین نے خلاف کیا ابوحنیفہ سے تو اگر اختلاف
انکا بسبب زمانہ ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر
متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول
ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن ابن زیاد وہو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر انکے بعد محمد کا
قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کو اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے
سو غور کر اسلیے یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی
مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک قصہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانہ کے بعض مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر قم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را
مصدر ہے بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنی منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسوجہ سے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کا ہے انسان کو بقدر فہم اور کسکا
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع میں اسکے برخلاف ہوتا ہے یا کبھی ایک دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح
حاوی قدسی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا
باوجودیکہ وہ مقلدین امام کے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ مجھے مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب یہ سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے
اصحاب سے نقل کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک نہ جانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا یہی
سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو نہ معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتویٰ دیتے تھے سو کہا ہو
کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانہ میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانہ میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے اور
فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہ جب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے
تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف
قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی
ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لاینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وسیجیئ اور قاضی
مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتویٰ
کے واسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور آگے
بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے
کہا کہ اسمیں قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں
ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہے اسمیں تو اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں
ہم کہتے ہیں یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہویا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ ہونیکے واسطے
شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاوے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما

یہ لینے والے پر حرام ہی نہ دینے والے پر قنیہ میں ہی کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس شرط پر کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کیونکہ یہ رشوت ہی اور قسم ثالث کے
حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہی کہ اسکو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہی تو اسکے منافع کا مالک ہو جاویگا پھر اسکو سلطان کے پاس
فلانے کام کے واسطے بھیجے اور جواہر الفتاوی سے یہ ہی کہ اگر کسی بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امرا سے اس شرط پر کہ فلانے شہر میں اسپر سے دفع ظلم کیا کرے پھر وہ بادشاہ
مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہی اور مستاجر پر اجرت لازم ہی تو میں نے مستفتی کا جواب یون دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اسپر واجب تھی یعنی
یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہی اور دلیل اس جواب کی وہ ہی جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہی کہ ہدیہ تین قسم ہی ایک تو وہ جو دونون جانب سے حلال
صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہی یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہی کہ لینے والے کو یہ حرام ہی نہ دینے والے کو اور وہ یہ کہ اپنے سے دفع ظلم کیواسطے ہدیہ
اور حیلہ اسکا یہ ہی کہ اس سے اجارہ کر لے دن کا کام کرنے کیواسطے پھر وہ اس کام سے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہوتا تھی اور بادشاہ اس فعل کا اسکو یعنی امیر بادشاہ کو اجارہ کرنا
جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہی نہ بادشاہ کو اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم قوم ایسا کا خوف ہو خواہ خوف جان
کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہی اور لینے والے پر حرام ہی اور روا ہی یا نہیں اسکا حکم رابع سے اسکو ظاہر ایسا ہی جیسے کہ شاعر لیتا ہی کذا فی النہر فتاوی عالمگیری میں ہی
اور رشوت کی ایک قسم یہ ہی کہ ایک دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہی وجہ اول یہ کہ
حاجت اسکی حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتین ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کر لے کہ
ہدیہ اسواسطے دیتا ہی تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں اسکو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہی کہ دینا حلال ہی یا نہیں بعض نے کہا کہ حلال ہی بعض نے
کہا حلال ہی اور علت عطا اور اخذ کا حیلہ ہی سب کے نزدیک اہل مقدمہ اس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو
یہ اجارہ صحیح ہی اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہو چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہی جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو اجارہ پر
اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپر اجارہ صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور معطی کو عطا بدون اس حیلہ کے حلال ہی یا نہیں اسمیں
اختلاف ہی بعضون کے نزدیک حلال نہیں اور بعضون کے نزدیک حلال ہی اور یہی یعنی حلت عطا کا قول اصح ہی یہ اسوقت ہی جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور
نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہی اور لینے والے کو لینا حلال ہی محیط میں کہا کہ یہی قول صحیح ہی دوسری صورت یہ ہی کہ درستی مقدمہ کو صریح شرط نہ کرے لیکن معلوم ہی کہ
ہدیہ دینے سے یہی ہی کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشائخ ہی اکثر مشائخ کا یہ قول ہی کہ یہ مکروہ نہیں یہ اسوقت ہی جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونون میں
مہادات نہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونون میں مہادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا
مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہی کیونکہ یہ عوض ہی احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر میں ہی کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہی کہ اسواسطے
ہدیہ لایا ہی کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہیں کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ
دے تو وہ حلال ہی اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمیں کراہت منقول ہی سو وہ ورع اور تقوی ہی انتہی ومنہ مالو جعل للمولیہ شیئا فی کل

شہر یاخذہ منہ ولیفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب
بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے ہی یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ روپیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینے میں تم مجھ سے لیا کرو اور کسی پرگنہ
کی قضا مجھے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہی کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اسکے مانند ہی جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور
فتح القدیر کے مانند بزازیہ میں ہی اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے حلال نہیں ہم یہ استدراک ہی جامع الفصولین کا جو قبل اس
قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذہا او بغیرہا فہو وان لا ینعزل استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال

وابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا نا بروجوب کے
لیئے سلطان پر اُسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور
اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے
ہوتا ہے مصر عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اُسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کر کے چنانچہ اتباع غنا و رقص و اخذ رشوت
وغیرہ اور کفسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اُسکا بیٹا یا اور کوئی قرابتی جسکی گواہی اُسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی
اُسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ
فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور بینا ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اُسکو نظر آنے لگے
تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اُسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اُس قول پر کہ فسق سے
قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اُسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اُسکی معزولی کا
قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر
والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناے امارت اور سلطنت قہر و غلبہ پر
ہے لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
ثم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ مستدرک ہے عدم عزل والی کے
اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہے کہ قاضی موثوق
اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت کے
باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اُس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل
صلاح وہ ہے جو مستور ہو یعنی پردہ دار نہ صاحب ہتک مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء نہ شارب نبیذ نہ ساب رجال نہ قاذف محصنات نہ معروف
بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے
اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں جنسے مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول ہیں جو بناے فقہ ہیں طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر
دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شرط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر رہنے اجتہاد کے ہم لوگ یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں
متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل
کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ
اُسپر زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر
متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور
جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اسپر معرفت اُسیقدر کی لازم ہے جو اُس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت
پر موقوف نہیں اور بیان اجتہاد میں معنی اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر نہر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علاوہ بران خالی رہنا
زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے قاضی

جاہل غیر شخص کے فتوے سے ہم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہوسکتا ہے غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب نے کہا کہ بدیع نے
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ نااہل علم اور فہم ضروری ہے اور کمتر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا
مذہب اور مشایخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور ترجیح میں کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی الایمان البزازیۃ المفتی یفتی

بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدیار والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر
واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں
تو دیار اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ہم
یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بنا سے فتوی دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بنا سے قضا ظاہر پر ہے اور جبکہ قرائن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر
حکم کرنا غیر ممکن ہی ہے لیکن سر سند سے میں شہود نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو دیار اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور اشتباہ
انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی نے کہا ابو مسعود نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی
صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمیں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلے میں ومثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی
کے مانند اوصاف مذکورہ میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا ضرور ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وہ مانند

الاصولیین المجتہد فاما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے
مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں مشرح
بیان کیا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ اصولیین اسپر مستقر ہوگئے ہیں کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اس سے کوئی
سوال کرے تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماے موجودین کا
فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اسناد میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات
ثقات میں اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ
مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسألہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہ نفی بمعنی نہی ہے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پہ سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف
فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ
اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب سوال قضا کا
حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوگی تو سواے خذلان و ہزیمت کے اسکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم
رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل
من القاضی الاول بغیر جنحۃ نہر اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہوجائے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو
یا متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوے کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلاقصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسے ہی تولیت
بھی طلب کی جائز نہیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور صورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہے اور

درصورت دعوی بقصد وہی اگر قاضی جدید سے بحالی عہدۂ قدیم طلب کرے تو قاضی اسوقت کہ اپنی اہلیت ثابت کرے پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہو کہ اگر قاضی
متعین ہوا اسطرح کہ اسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اسپر طلب قضا واجب ہو تا حقوق مسلمین ضائع نہوں اور ظالم لوگ غالب نہوں فتح ہو قال و تستحب الشافعیۃ والمالکیۃ
طلب القضاء لخامل لا ینتشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہو طلب قضا اُس شخص گمنام کیواسطے تا کہ اسکا علم ظاہر ہو درمختار المقلد ای
والاولی بہ ای سلطان قاضی کا معین کرنے والا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے
غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں فاضل ہو اُسکو یہ عہدہ حوالہ کرے ھم طبرانی میں ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
متولی امر مسلمین ہو کسی شئی میں پھر وہ حاکم او عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہو کہ انمین یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولی یا بہتر ہو اور اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور
سنت رسول کا تو البتہ اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور اسنادا سکے ... ابو یعلی موصلی میں بھی مروی ہو اور سلطان کو
لازم ہو کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہو اگرچہ وہ غنی اور مقید ہو لا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور بدون عوض کے تو افضل ہو
اور اصل اسمین قول ہو اللہ تعالیٰ کا مال یتیم میں جسکو وصی اُسکی کارندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت
اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروقؓ سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدۂ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے
اور شریح قاضی کو سو درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیؓ شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا
اور خلافت مرتضوی میں اُنکے عیال کثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیئے کیونکہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا سے
اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح لا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضبناک ناحق سے معاند حق
نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہو ھم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہو اور اخلاق مذکورہ
تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہو کذا فی التاتارخانیہ ھم بعضوں کے نزدیک جائز ہو قاضی کو
خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہو اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہو مانند آدم اور
داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہو قضا کا قبول کرنا
اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہو کذا ذکرہ ابن کمال ھم اکثر نسخ درمختار میں کرہ التقلید ہو اور مصنف کی
شرح میں کرہ التقلد ہو اور یہی مناسب ہو اور اسیطرح اسکے قول میں والتقلید رخصۃ ہو اور بہتر والتقلد رخصۃ ہو کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ان الحیف
فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت
قضا اُسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہو کذا فی البحر ھم فتح القدیر میں ہو محل کراہت اسوقت ہو جبکہ قضا اُسپر متعین نہو اور اگر اُسی پر انحصار ہو
تو قبول قضا فرض عین ہو اور اُسپر واجب ہو کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھامنے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک
عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہو یعنی مباح ہو اور ترک قضا عزیمت ہو اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہو ھم
درصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہو اور نہایہ میں ہو کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں
مگر بحکم تقاضے اور ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہو اور صحیح یہ ہو کہ دخول عزیمت ہو اور امتناع رخصت انتہی تو بوجہ اسکے اولی عدم دخول ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ دخول فی القضا
عزیمت ہو اور امتناع رخصت ہو بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہو اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہو اُس شخص کے گمان
میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہو پھر اُسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہو کذا فی النہر و یحرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد

فی الحرمة ففیہ الاحکام الخمسة اور حرام ہے نا اہل پر داخل ہونا قضا میں القبینا بالا تردد فی الحرمة تو اسمیں احکام خمسہ ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا کا
فرض ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ
ظلم کا خوف ہوا اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورتیکہ خوف ظلم ونیت انصاف کذا فی النهر اب چند احادیث درباب
تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین)
یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہوگیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع
روایت کی (من استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہوگیا لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ضرب اور
قید پہ اختیار کی کہ قضا نہ قبول کی اور بیان کا سبب کیا کہ قیدخانے میں مر گئے اور محمد بن حسن آخر وقت ایک حیلہ سے چھوٹ گئے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق
سمندر ہے کیونکہ اسکے پار ہو سکو اور تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ یہ تحقیق ارتفاع مشق ہے اور صلاح عالم و اقوم کا ہے تو امام نے فرمایا کہ کوئی ناب قاضیا یعنی تاکہ
تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے محبوب
رکھتا ہوں ہرگز نہ حاکم بنیو دو شخصوں پر اور یتیم کا متولی نہ بنیو اور ابوداؤد وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو
دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک وہ جسنے حق کو پہچانا اور اسکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اسکے
حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح
ابن حبان میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو
شدت حساب میں اتنا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ کعب نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے کہ
گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر
اسنے انمیں انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت
نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے گلے و بندش کو چھوڑا دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اسکا بایاں ہاتھ
اسکے ہاتھ کی طرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈال دیا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین
وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر
جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو حرام ہے ہم عادل وہ ہے جو ہر شی کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور
تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں قتل غیرہ ولکلیہ حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علماء سلف نے اسکے زمانے میں قضا
قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسلیے کہ
انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور بادشاہ جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس
میں کہ کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہو تو اسمیں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ امیر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو مخادعہ ہے اور
وہ بلاد جنپر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو انمیں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست
کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النهر و نفذ الولایة کفار و یجب علی المسلمین تعیین وال و امام
فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے متعین کرنا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہوا اور نہ وہ

جیسے تغلب تھا جائز ہی جو انچہ بغیر بلاد مسلمین مین اپکا فر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کر کے اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ اُنمین فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام ٹھہراوین جو انکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہی جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واہل البغی واذا صحت التولیۃ صح العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا یہ جزم الناصحی اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جبکہ اہل قضا کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اُسکا معزول کرنا بھی صحیح ہی یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کر کے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہی اور جبکہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کی طرف تو اُسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی نے صاحب بحر الرائق مین ہی کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہی جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہی اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہی اور یہی قول معتمد ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہی فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی السجلات پھر جبکہ عہدۂ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات طلب کرے ہم دیوان اصل مین بمعنی جریدہ حساب ہی پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہوں دستور یہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہی ایک اپنے پاس رکھتا ہی کہ شاید اسکی طرف کام پڑے اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتھ مین ہی وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اُسکے امین کا غذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اُس سے پوچھے اور ہر قسم علحدہ علحدہ تھیلی مین رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اُسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ ہی جسمین خصومت تمامی اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اس طرح پر مذکور ہو کہ شبہہ نہ آئے اور اُسکو محضر بھی کہتے ہین اور صک وہ جسمین بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہی اور عرف حال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکھا اور قاضی کے پاس لایا اور اُسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل ہی واقعہ منقول ہوا اور اُسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اُسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے اُن قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور انکی خبرین اور اُنکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قیدخانے مین محبوس ہین تو امام یعنی بادشاہ پر اُنکے حال کا نظر کرنا لازم ہی فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اُسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اُسکو چھوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اُس سے قضیہ متعلق ہو ولا یبعث احدا فی قید الا رجلا مطلوبا یعنی اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اُس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقۃ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر اور اُس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہی کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہی اور یہی حکم ہی مشرکین کے محبوسون کا اور بہتر یہ ہی کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اُنکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق اوقامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس قرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے یا اُسپر گواہی قائم ہو تو اُسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُسپر حق لازم کر دے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان ابی نادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اُسپر منادی کراوے جسقدر کہ قاضی کی رائے مین آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اُس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامن دینے سے انکار کرے تو اُسپر مہینہ بھر منادی کراوے پھر اُسکو چھوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اُسکی روبکاری ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید او قاضی عمل کرے اسواسطے بیعت او رمال

مجلس قاضی کا بیان

علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اُٹھ جا اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایک شخص کی ضیافت کریں مگر کہ اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور اپنے عیال
اور اطفال [illegible] ہدیہ کی اور ضیافت [illegible] کہ اس میں تہمت میلان ہے کذا فی الفتح اور قبول ذالک [illegible] منع ہے ہاں اگر اُسکو [illegible] سے [illegible] جائز ہے کذا فی النہر [illegible] اتفاقاً
[illegible] ضیافت [illegible] کرے تو جائز ہے اور قیاس ایسا ہے کہ اگر دونوں [illegible] سرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ
کرے تو جائز ہے انتہی والمزح فی مجلس الحکم [illegible] ہیبت قاضی [illegible] اگر خصمین کے سوا اور کسی سے کرے
اسوقت کہ خوش طبعی سے مہابت [illegible] نہیں [illegible] حجۃ [illegible] الثانی لا بأس [illegible] اور قاضی [illegible] ابو یوسف سے
روایت ہے [illegible] کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی [illegible] تلقین حجت [illegible] جائز نہیں [illegible] ولا تلقین للشاہد
شہادۃ [illegible] ابو یوسف [illegible] زیادہ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے [illegible] تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین [illegible]
زیادہ [illegible] ابو یوسف [illegible] کا ایک قول ہے [illegible] شہادت سے [illegible] ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ
قاضی اسکی [illegible] اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے [illegible] بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو [illegible] مدعی [illegible] کا دعوے کرے اور مدعی علیہ [illegible] کا
منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو [illegible] معافی کے قول سے اپنی شہادت کو
دعوی [illegible] کے موافق کرے [illegible] قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور [illegible] کہ طرفین کا قول عزیمت ہے
اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس [illegible] شاہد ادائے شہادت سے [illegible] جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو
تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں
ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ھ اور قنیہ میں بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا میں
اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید
لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح من ولاہ وعلیہ [illegible] اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف
نے اپنی موت کے وقت کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد الخصمین کیطرف یہانتک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت
میں ہارون رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی میں کہتا ہوں
اس حکایت سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اُس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اُس سلطان کے نفع اور ضرر میں جسنے
اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل لطیفہ شتی کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع میں ہے کہ منجملہ ادب قاضی
یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اُس بولی میں جسکو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم
بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم
کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ھ یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ
حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی ثم امرہ
السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ [illegible] کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سرنو علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی
اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا
کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من القاضی لیعرضہ علی العلماء ہو صحیح ام لا فامتنع لزمہ القاضی [illegible]

اور قید بھی جانے پاوین شوہر کی احتیاج کے سبب سے لیعنی اسواسطے کہ انکے شوہر سے حصول مقصود متصور ہو یعنی آوا قرینا ولا یمکنون عنہ طویلا وفساد
ان زوجتہ لا تحبس معہ وہی الحالات مقیدہ ہوا لظاہر اور اقارب اور ہمسایہ کے نزدیک زیادہ مشہور ہیں اور فساد وعدم طول کی شرط اشارہ ہے کہ محبوس کی زوجہ مع اسکے ساتھ
نکیجائے اگر قید کرنیوالے کو احوال معلوم ہو اور یہ قید لظاہر ہر جہم زوجہ اقارب اور جیران میں داخل نہیں تو افادہ مذکور کہاں حاصل ہوا اور خیال ہے ایہ اظہر الفائق کی صدر عبارت
سے ظاہر ہے کہ نیز ہو الغائب میں یہ مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اسکے پاس جا سکتی ہے اگر وہاں ایسا مکان ہو اور اسمیں خلیل ہو کر زوجہ اسکی
قید نکیجائے اسکے ساتھ اگر وہ طالبہ ہو اسکی اور یہ ظاہر ہونتی ہے لیکن اسمین بھی یہ خیال ہے کہ طالبہ ہونیکی قید باتفاق سے ہے فائدہ نہیں بلکہ عدم صحبت مع وجہ بطلانہ ثابت
ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک شوہر کے ساتھ قید کیجائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ
اور ملتقی میں ہے کہ محبوس کو قادر ہے دیجائے اسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس میں خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ ولا جماعۃ ولا حج فرض غیرہ اولی اور محبوس نکالا جا
اور نہ جماعت کیلئے اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ
یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ بوجہ ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن
دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کیواسطے سوا انکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا یفتی اور اگر
بیمار ہو یعنی اسکو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسیکو جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت
کرنیوالا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب قیل ولا یکتسب فیہ ولو له دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے
واسطے بلکہ محبس میں بھی کسب نکرے اور اگر محبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جا کے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیہ ولا یضرب
المحبوس الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ اور محبوس پر مار نہیں
مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کی باری میں عدل نہ
کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اسکے قائم مقام نہو سکے اسکے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ ھم
ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجہ کا ضرر ہے اور رشتہ دار کا ضرر ہے کیونکہ اسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح فریقین
مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد فی الوہبانیہ شعر وان فرلیضرب دون قید تادیبا ونظیمن باب الحبس فی الاشباہ تذکرہ میں کہتا ہوں اور مسائل
ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاسے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا
سرکشی میں مذکور ہے ھم یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جاوے اور ایک سوراخ اسمین رکھا جاوے جس سے روٹی پانی اسکو دیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے
کہ اسمین قاضی کی رائے کو دخل ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی سجن اللصوص حل الطین الا بالرای غیر للقاضی
بزازیہ اور محبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیاں ڈالی جاوین یا اس محبس میں بدل دیا جائے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا
دروازہ مٹی چن دیا جاوے اسمین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد ولا یؤاجر اور نہ محبوس برہنہ کیا جائے کپڑے اتار کر ولا یؤاجر عن
الثانی یؤجر لقضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاوے اسکے ادا دین کے واسطے ولا یقام بین یدی
صاحب الحق اہانۃ اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور اگر
صاحب حق اس شہر میں ہو جہان قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ لگا رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پا جاسے کذا فی جواہر الفتاوی ھم صاحب حق کو ملازمت
اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر میں نہ جانے دے اور اسی کی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان یا تھ سے ملازمت

قولہ الا فی ثلث ... اور زبان سے ۱۲

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت کا وہ مستحق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح و تعیین
مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادة صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو والا اذا طلب
المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ کہ جب مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی القنیہ وافتی المصنف تبعا لقاری الہدایہ بان العبرة فی ذلک
لصاحب الحق لا القاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر اسمیں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان
لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اور نہر الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جاوے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور خبیث
مکان میں طلب کیا ہو فرع سئل المصنف شارح فی المجرد عن الحبس وتحمیل الانسان بین علی حدة نعم یا لانفة بحر الرائق میں مجمع سے منقول ہے اور عورتوں کے واسطے علیحدہ مکان
محبس بنایا جاوے فتنہ دفع کرنے کے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینة عجل حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بانکارہ اور جب کہ
مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے کیونکہ ظاہر
ہو جاتی ہے نادہندگی مدعی علیہ کے انکار سے درم ہوتا ہے سترہ رتی اور چھ سبز رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی ٹھیری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شرح کے قول ببینة والاثبت لا ببینة بل باقرار لم یعجل حبسہ بل یأمرہ بالاداء فان ابی حبسہ
اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے اگر وہ نہ مانے
تو اسکو قید کرے هم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہ ہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادائے دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے ادائے دین پر قادر
ہونے ... یہ ہے کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نہ نکلی تو قاضی اسکو واسطے ادائے دین کے قید کرے کذا فی
النہر وتبعہ المصنف وغیرہ اور اسکے بالعکس کہا شرحی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہہ سکتا ہے کہ
گواہی سے پہلے مجھکو اسکا دین معلوم نہ تھا اگر معلوم ہوتا اسی میں ادا کر دیتا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر وصححہ الزیلعی اور
قدوری میں ثبوت بگواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل نہ کرے اسیطرح کا افادہ ... تو
حبس میں شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایة والوقایة والمجمع قال فی البحر وہو المذہب
عندنا انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب حنفی کا ہے ہمارے نزدیک انتہی قلت وفی المنیة المفتی ثبت
ببینة یحبس فی اول مرة وبالاقرار یحبس فی الثانیة والثالثة دون الاولی فلیکن التوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار
کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہو اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہو جاتا ہے
هم یہ توفیق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ شرحی کے قول میں اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے
دوسری اور تیسری بار یا حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق میں قنیہ سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ہو بدل
مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعة کالاجرة والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالة ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا البزازیة
لانہ التزمہ بعقد کالمہر فانہ ملتزم بعقد خلافا لفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اس دین میں
جو عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض
کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہو کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو

اگرچہ ضامن کثیر ہون کذا فی البزازیہ اسلئے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین
محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس نہین اظہار مفلسی مین لیکن یہ فتوی متون اور شروح
مذکورہ کا مخالف ہی لہذا معتمد نہین ہی اشیاء مذکورہ مین حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہی کہ جب مال اسکے ہاتھ مین آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا کرنے کی
قدرت ثابت ہوگی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہی کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر شفقت نہی کرتا الا بعد قدرت
ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل ان علامات مین حال غالب کو
معتبر کیا ہو الا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ بنا احکام غالب پر ہی نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع ہنا خلاف
قنیہ ہان اختیار شرح مین شمار بدل خلع کو یہان شمار کرنا خلاف ظاہر ہوگا ورہنا ہم بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنی یہان حبس لازم ہی باوجود دعوی محتاجی
انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ او قالا نسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہی کہ مدعی علیہ کا جو مال ہو ایسا ہو اسمین حبس کی تسلیم
پر قدرت رکھتا ہی چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع مغصوب او مستہلک دوم عمد وعتق حصۃ شریک ارش جنایۃ
ونفقۃ قریب او زوجۃ ومہر مؤجل حبس نہ کیا جاوے اسکے غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی نو صورتین ہین اول بدل خلع ۲ بدل مغصوب
۳ مستہلک یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل
قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر الاطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہوگیا
تو بھی حبس نہین وفی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات مین ہی کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت
ہوتی ہی یہان یعنی نفقات مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لمدعیہ بالم یثبت غناہ
فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ تنگدستی مین نفقہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی تا وقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کرو ہمارا استدلال
اسپر ہی کہ تعبیر بثبوت سے متبادر یہ ہی کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہوسکتا ہی کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اسکے
غیر مین شہادت سے کیونکہ اسکی عبارت مین اسمین نہین کذا فی الطحطاوی ولو خلفا فقال المدیون لیس بدل المال لزمنی وانہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم
یبرہن رب الدین طرطوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونون مین اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ جو دین بدل کا مال نہین ہی اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہی متاع کا تو مدیون
ہی کا قول معتبر ہی تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکھا ہی ہم مدیون
محبوس نہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین مؤجل کذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل ان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ حتی یوفیہ بدائع وقدمنا
فی الکفالۃ یعنی محبوس نہوگا دین مؤجل مین اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہوسکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی
کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین آ پہونچے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفا دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالت مین ان
ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلیے کہ اصل تنگدستی ہی ہم یعنی
ہر شخص کے حق مین عسرت اصل ہی اسلئے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہی یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی
مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او تقاضی غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری
گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادا سے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو شارح

غنا کو بقدرت علی الوفا سے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا سے اور وہ قرض نہ دے تو وہ ظالم ہے محبوس ہوگا
کیونکہ حبس جزا ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود متعرض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے شہر میں ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی
سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الحمادی عن الحموی فیحبسہ بمسئلۃ بما رآی و لو یوما
ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اسکی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ہم یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی
ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رائے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کروا تا تو محبوس سے سوال
کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہیں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی
رائے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر فلو فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ وفی التاتارخانیۃ ولو فقرہ ظاہرا سال
عاجلا قبل بینۃ علی افلاسہ وخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور با فلاس ہو تو میں اسکو محبوس نہ کروں گا یعنی اسکے حبس کا حکم نہ کروں
اور تتارخانیہ میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ
قال المدیون حلفہ انہ لا یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ لطلبہ ان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو
قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھالے تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھالے تو اسکو چھوڑ دے
اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی رائے کا اعتبار ہے جسکو
قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہم حلبی نے کہا کہ شارح اور قہستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا امر یعنی
تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا کل بالظاہر سال عنہ پھر مدیون کو حبس کرنے
کے بعد بقدر اس مدت کے جو اسکی رائے میں آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اسکو نہ معلوم ہو سکی ہو تو لوگوں سے اسکا حال
دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکفی عدل
بغیبۃ الدائن پھر بعد حبس اسکا حال اسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنابر احتیاط کے نہ بنابر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں
یعنی اسکا حضور ضرور نہیں ہم جو اخبار کہ لائق امر ہے اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار
یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اسکا تنگ ہے اور ہمنے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الحمادی
واما المستور فان وافق قولہ رای القاضی عمل بہ والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اسپر عمل
کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا ہم بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار
والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القہستانی
ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضروری ہے اور اصطلاح خبر واحد در صورت تنازع
مقبول نہیں بلکہ بینہ ضروری ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السوال انفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی
ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہم لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار رہو جامع بحر الرائق میں سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت
نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ فقیر الحال کثیر
العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا

مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتون مین ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال مین اور وقف کے مال مین اور جبکہ صاحب دین غائب ہو اور مفلس کے
چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اسکو قید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو
صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علماء متاخرین اسکے تابع ہو گئے ہین اور قیاس ہین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول وللغیرہ حتی یثبت غریمہ غناہ بزازیہ
پھر جب یون افلاس کے ثابت ہونے کے بعد چھوڑا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اسکے غیر کے واسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نہ کرے
کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تعلیفہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کے
گواہی گذرانے سو صاحب دین نے اسکا چھوڑ دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری
قید نہ کراوے ہم شارح نے یہان ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور جملہ لا تا کہ وہ ضروری ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اسکا اطلاق چاہے اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے
تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ الی المحکمۃ قدرہ اخذہ او کفیلا وخلاہ
قنیۃ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لیوے یا دین کا ضامن لے اور اسکو
چھوڑ دے کذا فی الخانیۃ ہم ضامن سے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن سے کذا فی البحر عن الخانیۃ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت عسارہ او احضر
الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو
اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم شرط یہ کہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد ہو اور اسی بات کے ذکر کرنے کا
فائدہ تعمیم ہے چنانچہ پہلے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ بیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ
مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت
ٹھہراوے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنی اتنے عرصے مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار
یحبسہ لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیۃ وسیجیء تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اسکو
بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے
جائین مدیون سے اسکے دین دار بنا بر ظاہر روایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر
ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت
ایفاء اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہین تا کہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین دار مدیون مفلس کے ساتھ
لگے رہین دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت
کرے اور اسکو جورو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونون وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے اور چاہے آپ اسکے
ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہین کہ اسکو دھوپ مین رکھے یا برف پر یا جس مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر
للمرأۃ امرأۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا واختار المطلوب
الحبس والطالب الملازمۃ فعن البحر الہدایۃ یخیر الطالب الا لضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو
اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اس طرح کہ طالب مطلوب کو اسکے گھر مین نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس
اصح ہے کذا فی المنح وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل النفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ مین ہے کہ اگر اسکی ملازمت مین اسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی والمطالب ملازمتہ بلا امر قاضی و مقر احقہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون
قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برهانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی زادہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہ لانا اپنے
افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ھ بلا تامل جبکہ گواہی نفی پر مقبول نہیں ہے اھ اگر حبس
سے پہلے مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہوگیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صحت بتایا ہے اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الہدایہ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ھ اور اسی کا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل بن حماد بن
ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رایہ کما مر قال علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر فلیحفظ اور یہی معتمد علیہ قاضی
کی رائے ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بینۃ لیسارہ احق من بینۃ اعسارہ
بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی حق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیاں
تو اثبات کے واسطے ہیں نہ نفی کے واسطے ھ یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مالداری کی گواہی احق بالقبول
ہے لیکن گذشتہ کلام میں سبب اعسارہ و شہدوا بہ فقدم لاثباتہا امرا عارضا فتح بحثا واعتمدہ فی النہر ان اگر مدیون اپنے مفلس ہونے کا سبب بیان کرے اور
گواہ اسکی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا
اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قلت والا لم یکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وھو منکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول
کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں ھ وابد حبس الموسر لانہ جزاء الظلم
قلت وسیجیء فی الحجر انہ یباع مالہ لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا تابید حبسہ فتنبہ اور ہمیشہ مالدار کو قید کیا جاوے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا میں کہتا ہوں اور
کتاب الحجر میں آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت میں تو اسکا حبس دائمی
نہیں رہتا تو خبردار ہو جا ھ یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لماضی من نفقۃ زوجۃ
و ولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لازمۃ بعقد علی ما مر حتی لو برہنت علی یسارہ حبس بطلبہا اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے
کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اسکو
لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اسکی درخواست سے حبس ہوگا ھ خلاصہ
یہ ہے کہ نفقہ واجبہ متجمعہ میں حبس نہیں در صورت ادعا فقر مگر اس صورت میں جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی النہر بل یحبس اذا برہنت علی یسارہ
بطلبہا کما لو ابی الانفاق علیہا او علی اصولہ و فروعہ فیحبس احیاء لہم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ
اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے ان لوگوں کے جلانے کے واسطے قلت ہل یحبس لمحرمہ
والی لم اره وظاہر تقییدہم لا لکن ما مر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلث یفیدہ فتامل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے
محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی
مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہے تو تامل کیجیو
فتوی دینے کے وقت ھ میں کہتا ہوں صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ نفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب میں

كذا في الطحطاوي ونائب القاضي المفوض اليه الاستنابة فقط لا العزل نائب عن الاصل وهو السلطان وحينئذ فلا يملك ان يعزله القاضي بغير
تفويض منه العزل ايضا كوكيل وكل وكذا لا ينعزل ايضا بعزله ولا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله زيلعي وعيني وابن ملك في الوكالة
في الدرر والملتقى وفي البزازية وعليه الفتوى ومثله في الاشباه وفي فتاوى المصنف وهو المعتمد في المذهب لا ما ذكره ابن الغرس ملخصا فلينتبه
اور قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہو نہ معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اسوقت میں تو قاضی اسکے
معزول کرنے کا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کے تو وہ معزول نہیں ہوتا
جسکا عزل ہے اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب کو سلطان کے
معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی او عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالت میں ذکر کیا ہے اور درر اور ملتقی میں اسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر
فتوی ہے اور یہی بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ
واسطے نہ بسبب ... ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوجاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی ملخصا ونائب
غيره اي غير المفوض له ان قضى عنده او في غيبته واجازه القاضي صح قضاؤه لو اهلا ... فضولي ... اجازه جاز الا ... او
بحر قال وبه علم دخول الفضولي في القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے تفویض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا
قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر ... یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر
اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے ... تو اسکی ... حاصل ہوتا ہے ...
ہے کذا فی البحر جیسا بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں فرع مسئلہ لطیفہ شارح کا فی الاشباہ ... لو فوض ...
ولو عتق فقضى صح بخلاف صبي بلغ اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا کی رکھتا ہے ... کی تو
صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ہو جسکا اشباہ نے کلام صبیان میں بزازیہ سے
نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو تو چاہیے جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگرچہ عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی
واذا رفع اليه حكم قاض خرج المحكم ودخل الميت والمعزول والمخالف لرايه لانه نكرة في سياق الشرط فتعم فافهم آخر قيد اتفاقي اذ حكم نفسه قبل ذلك كذلك ابن كمال نفذه اي
الزم الحكم والعمل بمقتضاه اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کردے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضا اسکے حکم کو یعنی اسکے حکم کو
نافذ اور لازم کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا داخل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ
قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے
یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال مگر محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری
کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے
کہ قاضی اہل عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مغنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے
تو وہ اسکو رد نہیں کرسکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی مجتہدا فیہ یعنی
باختلاف الفقهاء فيه فلو لم يعلم بحر قضاء ولا يمضيه الثاني في ظاهر المذهب زيلعي وعيني وابن كمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ وہ
حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہے اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمیں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے

تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب میں کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھم
خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اسکی تنفیذ واجب ہوئی یہ اس صورت میں ہے جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اسمین
دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونوں صورتوں میں اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو خود اسکے
نزدیک خطا ہو اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم
کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہیں اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اسکی تقلید نہیں کی گر اسکے مذہب کی جہت
نہ اسکے غیر کے مذہب کی اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر حکم کرے
اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو
نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر میں ہے وہی قول معتمد علیہ ہے
مذہب میں اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہے
جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہدین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہیں تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر
والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان میں بھی فتح القدیر سے منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی مختار
والفتوی بخلافہ وکانہ تیسیر او تخفیف لیکن خلاصہ میں ہے کہ خلاف امام کے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف اسواسطے
فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الفرس نے کہا فوائد بدریہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں
لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے میں اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہیں چہ جائیکہ علم مذاہب بقیہ مجتہدین ہم
اسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم
مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر نا بے محل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہیں نہ مجتہد لبعد دعوی صحیحہ من
خصم علی خصم حاضر لبعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ہم حلبی نے کہا لبعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے لبعد دعوی صحیح کے
جو صادر ہوا ہو اسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی
قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوے صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اول شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ
میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اسکے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم
بمذہبہ لا غیر ہم اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتاء ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر ہم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہے بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہیں ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی الطحطاوی فاستثنی ستۃ عشر من الاول مسائل شہادتہما بمیراثنا فلا بیتہا تاریخنا اور شہادہ کے
مصنفون نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو
میراث اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے مثلاً ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اسکو اپنے باپ کی میراث میں پایا ہے اور وہ چیز کسی تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں
تاریخ سابق کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن الوکیل
علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع قبض من [illegible] وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدعی علیہ نے
دعویٰ طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مر گیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کو واسطے حق
قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہاں حکم کہاں ہے کیونکہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعوے کا برہن انہ شتراہ من ابیہ منذ سنۃ
وبرہن ذو الید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز ذو الید کے باپ سے خریدی ایک سال سے اور ذو الید گواہ لایا اپنے
باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہ ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی [illegible] بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع مصنف کا قول ہے قنیہ میں ہے
کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسر ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع بل یرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ
من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور سبب اسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس حیثیت سے کہ وہ موت
ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب متحقق ہے موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال
اسکا وارث پائیگا بلا خصومت زیادہ موت بخلاف قتل کے وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں [illegible] اشباہ میں مذکور ہے کہ محمد نے دونون میں فرق بیان
کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بالظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ
مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخرین میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہو چکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق
میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے اسواسطے کہ متضمن اسقاط حق لازم
اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت
انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون میں درباب ارث تعارض نہوا اسلیے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی
وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطے سبب معین دعوی
کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت
سے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور
نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال حکام ہیں اللہ تعالیٰ کے اور نساء [illegible] ہیں اور مولی کو ولایت اجبار ثابت
ہے اپنے مملوکون کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت
کے سماع کا تو قضاء بالنکاح گویا عقد جدید کا انشاء ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضاء نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی
گواہون کا کذب نہ جانتا ہو [illegible] محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ
محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ
وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضاء بشہادۃ زور نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقالہ اور طلاق کے

بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا ھم یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ
کے سامنے اور دو گواہ اسپر قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے تو علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت
طالب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ ہمیں دونوں کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے پایا قصہ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری
نے غیر پر دعوی کیا کہ اسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم
نافذ ہے باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اسپر شہود زور قائم کیے
اور قاضی نے تفرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں اور زوج ثانی
کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقت حال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہیں دی اسلیے کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو
اس طرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی البحر الا انکی بہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب انکے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی وقت
حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مترتب ہے شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر
عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشا عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی مصدر شہید تحریرات اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا
یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کی جانب سے
کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا بشہادت زور فقط ظاہر میں نافذ ہے
اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ھم یعنی قضا بشہادت زور فقط ظاہر میں نافذ ہو نہ باطن میں تمام اسلیے کہ شہادت زور ظاہر ہے جیسا کہ جانتا ہو نہ باطن میں تو قضا
بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق
میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابوحنیفہ اولاوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہر فقط اجماعاً لتزاحم الاسباب
بخلاف قضا املاک مرسلہ یعنے وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ھم یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کے
خلاف ہیں کہ انمیں ظاہر ہی میں فقط قضا نافذ ہو وجہ اسکی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا
نکاح اس سے کر دیا پھر تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب نہیں ہے بعض
سبب اولی نہیں بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ ہوگی تو مقضی لہ کو
وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں او مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی
وعن الولوالجیۃ حتی لو ذکر سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاءہ تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا
انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ھم یعنے اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے
ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں الا انہ لا ینفذ اتفاقاً کالارث اور اگر ایسا
مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن
ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اسی سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور ملک

کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسنے کسیکو وکیل مقرر کیا اسپر حکم قضیہ میں ہوا قامت بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اسکا حاضر ہوا یا اسی پر وارث پر اقامت
ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا ہم بینہ مذکورہ سے اسپر حکم کیا جائیگا جو حاضر ہو
انتہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کیطرف سے ہو نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اہل نہو کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الاستثناء ان القاضی
انما یحکم علی الغائب والمیت الا علی الوکیل او الوصی [illegible] علی المیت وعلی الغائب بحضرة وکیلہ بحضرة وصیہ جامع الفصولین میں منقول ہے کہ وکیل و وصی
استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکلا کہ قاضی توقف نہ کرے غائب اور میت پر حکم کرنا ہو تو وکیل اور وصی پر تو قاضی جاہل ہیں یعنی لکھے کرین سے نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل
کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان [illegible] کذا الکشف بخصماء عن الباقین وکذا احد شریکی المفاوضہ
وراجعی بیدہ مال خصم و بعض الموقوف علیہم والوقف ثابتا کما مر فی الخ اور بعضوں نے کاف تمثیلیہ سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی بعض ورثہ
اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں ہیں اسلئے کہ ایک شخص وارثوں میں سے سب کیطرف سے خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسیطرح دو شریکوں
میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں تیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور
جنپر وقف ہوا ہے انمیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے بشرطیکہ وقف ثابت ہو چکا ہو جیسا کہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا اور نائب شرعی کا مثال وصی نصب
القاضی فیخرج الشیخ کما یجی یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے نائب شرعی کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا تاکہ دعوی کی
قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ شخص کا دعوی سنے کذا فی الطحطاوی
عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ لما یدعی علی الحاضر کما اذا ادعی ان فلانا زوجہا من فلان الغائب ارادہ رد الحبیب لا زوجہا منہ قبل ان یبیعہا
انہ طلقہا فزال العیب ابن کمال لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ دعوی کیا جاسے غائب پر وہ چیز لا محالہ
بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاسے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اسنے لونڈی کا نکاح فلاں
شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو بسبب منکوحہ ہونے کے عیب کے تو دعوی اسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی
اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال ہم شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب ہوا ادعا
علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ
اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب
الملکیۃ لا محالۃ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضہ میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو
فلانے شخص غائب سے خرید کیا ہے حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے
تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قیدا ہم اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شراء سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا
یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرة ذکر منہا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب
کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں ہیں انمیں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص
حاضر اسکا ضامن ہے اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور از انجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر
کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اس سے خرید کرنے کا
اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ متن ہے اور از انجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح عن المجتبی

ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لایقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوے کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوے کیا کہ اسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین قلنا فی الشرط اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت مسبب کی تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنے غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت مشروط کی تو حاضر غائب کا نائب نہین ہوسکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علے الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوے کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اسکے مالک غائب نے اسکو آزاد کردیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوے کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہے سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ منقبیل شرط ہین غائب کے واسطے جامع الفصولین مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا یہ قول ضعیف ومن اراد ان لا یزنی فحیلتہ ما فی دعوے البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضے علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اس سے نکاح کیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر بہ گواہی طلاق ثابت کردی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہو تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوے دروغ مین یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہو حالانکہ دونون مین تلازم نہین سو اگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کردیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو مطلق غائب مین بحر الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

جائز

کثرت اشتغال کے باعث خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہی کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہو نہ ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہی کہ
قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہی مگر غنی سے نہ محتاج سے
والہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہی چنانچہ
قنیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی استغلال وہ چیز ہی جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب ولہ اخذ المال من اب مبذر ووضعہ عند عدل
قنیہ اور قاضی کو جائز ہی فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے
ویکتب الصکاک ندبا لیحفظہ اور تمسک لکھوا یا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے علامہ حموی نے کہا صک عبارت
ہی مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہی لا القرض الاب وقاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا
نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے علامہ یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہی اور قاضی کو اپنے فرزند
کے واسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض
دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے
بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہی علامہ شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب یا اس وہم سے دیا ہے کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہی کیونکہ ولایت اسکی قاضی
کی ولایت سے عام تر ہی اسواسطے کہ نفس و مال مین دونون کی ولایت یکسان ہی مگر شفقت مین باپ زیادہ ہی قاضی سے تو ظاہر ہی باپ اسکو قرض دیگا جو بیکار منکر
ہو جاوے خلاصہ جواب یہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا یہان اعتبار وجود اصل
ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی اسکو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور بینات پر حکم کریگا یا مال نکالیگا کذا فی
الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق ونہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنیٰ ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ
آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر وحتی جاز للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہی تو
اسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا علامہ یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہی تو اس حالت مین قرض دینا
بھی جائز ہی ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان متعمدا واقر بہ ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی لہ درر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان
قاضی پر ہی اسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہی یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر علامہ حکم قاضی جبکہ
خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العباد مین ہو تو
اگر حق العباد مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی
اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفا قصاص
ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہۂ قضا مانع ہی قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی کی خطا
یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نہ کرے اور اگر
قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہین
تو تاوان اسکا بیت المال مین ہی اور اگر قاضی نے عمداً حکم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی
بسبب ارتکاب جریمۂ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصاً وفی المنح معزیا للسراج قال محمد وقال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

حکم قاضی خلاف حق

وفيه عن ابي يوسف اذا غلب جوره ورشوته ردت قضاياه وشهادته اور صنع الفارسین ہے سراج کی طرف نسبت کرکے کہ ذکر کہا کہ اگر قاضی کہے کہ مین نے
عمداً ظلم کیا تو معزول ہوجائیگا قضا سے اور اسمین ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہے فروع سائل متفرقہ
شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی حکم یعنے حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل
حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم
شہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی ويتخصص بزمان ومكان وخصومة حتى لو امر السلطان بعدم سماع الدعوى بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ينفذ اه قضا خصوصیت
قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم
ملیہ کے مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مصر کو ایکدن یا ایک مہینہ کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت استثنا
کرے یعنے یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدها الا بامر الا في الوقف والارث ووجود عذر شرعي وبه افتى المفتي
ابو السعود فليحفظ میں کہتا ہون اب بعد امر سلطان کے دعوی نسنا جاویگا پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے
عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان کی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے حاشیہ میں ذکر کیا
ہے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین روم اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہین اپنی سب ولایتون میں کہ دعوی نہ سنین پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور
یہی تھی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہ جو روایت ہے تیس برس یا چھتیس برس یا تینتیس برس کی خلاف … اور فتاوی حامدیہ میں ہو رہا بعدم سماع
سو یہ روایت قبل ہونے نہی سلطانی ہے عذر شرعی جیسے طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصر امر السلطان انما ينفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباه من القاعدة
الخامسة وفوائد شتى فلو امر قضاته بتحليف الشهود وجب على العلماء ان ينصحوه ويقولوا له لا تكلف قضاتك الى امر يلزم منه سخطك او سخط الخالق تعالى حکم بادشاہ کا
اسوقت نافذ ہوتا ہے جبتک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہین چنانچہ اشباہ کے پانچوین قاعدہ سے اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے
قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیون کو وہ امر کرو جس سے آپ کا غضب
لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہو اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہو ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے
نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایکدن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا مگر فیہ … جو اسکا متعلق ہے یعنے
شاہدون سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا یہ مفید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے … اسکی رائے یعنی مجتہد ہو اور اگر حنفی ہو
تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وكتابه الى القاضي جائز ان لم يكن القاضي مولى من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اسکا قاضی کیطرف
جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی نہیں ہو ہم باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول صحیح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ابو السعود نے
میں ذکر کذا فی الطحطاوی والمحكم كالقاضي الا في اربعة عشر مسئلة ذكرها في شرح الكنز يعني البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلون میں جنکو ہمنے ذکر کیا شرح کنز
میں یعنے بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں چودہ مسئلے کو … بیان کیا کہ حکم جب بلا فصل مجتہد فیہ میں یعنی اسکا مرافعہ ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اسکے مذہب کے
موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور … حکم پنچ کا نہیں ہو رہی اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور
دیت میں القول صحیح جائز نہیں اور پنچ … تحکیم کا فتوی نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح ہے اور وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب پر درست نہیں ہوتا اگر ادعا علی
الغائب سبب ہو دعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلہ میں اور تجاوز نہیں کرتا ہے حکم قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب … جائز نہیں اور محکم حکم کرے قاضی کے
مکتوب پر مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا بخلاف … سو اگر بعد ارتداد کے اسلام قبول کرے تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر

حکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہے اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثوں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم
بنسبت بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا اگرچہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر تحکیم نے وکیل پر عیب بیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر
کے وصی پر نافذ نہیں بیع میں صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہیں یعنی اسکا حکم جائز ہے تحکیم ادا میں لیکے بعد رضا تنہا معیار ہو اور اگر محکم میں اختلاف ہو گواہی کے
اختلاف کے سبب سے ہوا ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصومت میں وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور محکم کا
حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ میں حلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم ہے منہوا ملخصا اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان میں اور حدود میں محکم کا
حکم جائز نہیں چنانچہ برجندی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی فصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم اثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول میں
ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاتا ہے اسکو اور تعزیر دیجاتی ہے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلاث لریبۃ ورجاء صلح اقارب
واذا استمہل المدعی اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ کے
سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود میں شبہ ہو چنانچہ اس طرح کہ تین گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ
میں گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ ان میں سے بولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم
نہیں کہ تینوں میں سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے ان سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی انکی گواہی پر حکم نہ کرے اور ان احکام
میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاویں تو قاضی کو لائق ہے کہ انکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کریں اسواسطے کہ
حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بھائیوں میں علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب ہی میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے
کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہے تو جتنے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیئے اور مخالف نہیں قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جبکہ
قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اسکا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل میں ہے کہ جب قاضی کو رضائے خصمین کی توقع ہو تو انکو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ
اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کریں اور انکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے
تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمیں تاخیر
قضا جائز ہے یعنے جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ میں
ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتبع رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنے اسپر عمل نہ کرنا اور اسکو باطل کر دینا جائز
نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اسکا علم وہم تھا
چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کیواسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں وہاں سے غائب ہو گئے پھر دو شخصوں نے دعوی کیا قاضی کے پاس قاضی
نے ایک پر حکم کیا امکان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً
حنفی المذہب نے مسئلہ محتمل الہمۃ کی صحت بیع کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر میں ہے
کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کے وقت اس شہر میں جہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو خالص للہ
نہیں چنانچہ قرض و بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے
یا حالت اپنی قضا میں جہاں حاکم غیر شہر میں پھر اس شہر میں داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول
ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا میں تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں انتہی مختصراً فقط

شرط قضا بعلم قاضی

القاضی حکم فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہم فعل سے مراد
وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بالفاظ صیغۂ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے
فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہم یہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن
الولی القاضی بتزویجھا کان وکیلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہوگا
تو اگر اسکے عقد کا امر اٹھ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ و اذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لہ
اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مادہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر
فقیر کے واسطے راتبہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر راتبہ دار کے واسطے حکم نکر دیا ہو ورنہ الا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ
الوقف المذکورۃ فامرہ فتوی فلو صرفنا غیرہ صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہے تو اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے
تو صحیح ہے ہم مثلاً قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ اسکو تسلیم کردوں ادا کرو یہ حکم ہے اشباہ میں کہا ہے اور بنایہ سے کہ وقف کیا فقرا پر پھر
بیٹھے قرابتدار واقف کے محتاج ہوگئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جاوے سو یہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہانتک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے
کہ اسکو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دیگا میت کے قرضخواہ کو اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت
نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم ملتبس کریں کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ حلف المخدرۃ الا بشاہدین
قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہد وقت ہم بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم
نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاہی اور وہ عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو جمال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی
من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العہدۃ انتہی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا
انتہی کلام الاشباہ ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو نقد دینا خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہاں
نہ پہنچ سکے اور موصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جس پر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی
رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد مناہ فی الوقف عن المنظومۃ المحبیۃ معزیا للمبسوط ان السلطان
مخالفۃ شرط الواقف لو غالبۃ قرائی و مزارع وانطیل بامرہ وان غائر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت مبسوط کہ سلطان کو مخالفت
کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم مفتی ابو سعود نے فتوی دیا کہ مملوک اور امرا کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک تھی بیت المال
کی طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف انکا رقیق ہے بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتہی اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جنمیں واقفین کی ملک
ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہے تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف قلت واجاب المفتی افندی بانہ حیث کان فی الوقف سعۃ
ولم یقصر فی اداء خدمتہ لا یمنع فقلت میں کہتا ہوں اور مفتی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر
کرا دیا یا شرط واقف وہ اپنی خدمت ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہوا آگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جبکہ وقف
واقف کا ملک نہو یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجائش وقف ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ یجلس الی یومین اخیر
حتی یوفیہ او یظہر فقرہ الصغیر قلت لکن قدم شارحھا عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل نعم فیہ ما قالہ الشرنبلالی اذ ...

مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا ہے کہ عیب میں سوا نشے بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اسکا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول او بائع ثانی او مشتری کے راضی
ہو جانے سے اس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکم بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پس دریافت
کرنا چاہیے کہ تین یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثناء کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہد فیہا میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم
کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ھم ازانجملہ یہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی المذہب
حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی المحیط والفصول العمادیہ لکن ھذا مما یعلم ولا یفتی بہ وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بلا حل
فقال لکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے بدون قال کے یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے
جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور تحکیم پر ارشاد دے کذا فی البحر لئلا یتطرق الجہال الی ہدم المذہب
ہم مذہب پر دلیر نہ ہو جاویں وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا حال قیام تحکیم میں احد الخصمین کے اقرار اور شاہد
کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ھم یعنی اگر مدعی علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے تو اخراج حق کے واسطے
یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ ای القضاء ولا یصح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ
رعایا کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہد نہیں ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ ای المحکم کالقاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد
اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ھم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور سسر اور
داماد کے واسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے
اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی الحکم یہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا
تو دونوں کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب اکیلے ایک کا فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ دونوں متفق نہ ہوں وامضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان
حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا
حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ھم اسواسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ان
یفوض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں ہے محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے
اور محکم اسکو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لایرفع الخلاف علی الصحیح خانیہ ولزوم وقف کا
محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بنابر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع
الی موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ والا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا یعنی اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کا موافق ہے تو وہ سرنو سے لزوم وقف کا
حکم کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ھم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی
والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدفی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لوارتد انعزل فاذا اسلم احتاج لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے
مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ھم نہیں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو
تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت
کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لایلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہو اور میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا

نام اور کیفیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور جوہی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو مقبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بروجہ
امتیاز لکھے اور حق اسمیں ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قبل یقبل الثانی عرفہم وفی عرفنا یکون
علی الظاہر فیقبل سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا جیسا کہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر
ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی القہستانی عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے
نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب
ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہے یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہوں نے وقائع
دیکھا اور جسمیں سہولت تھی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہیں ہوا تو صاحب تجربہ کار کا قول الیق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا
وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقراہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول کرے یعنی
اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو شہود کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرا ساتھ قاضی کا
ہے تو اسکو خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک
مرد اور دو عورتیں جو اسکی گواہی دیں کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے
شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب اسکے کہ گواہ ہوئے ہیں مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام شہود ضرور ہے
کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا
تو شہود کی کچھ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمیں شہود کی
کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان
کے واسطے انتہی تو اب اسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان
ملحق ہیں فرامین سلاطین در باب وظائف ہم براءات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی امان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق
صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خود پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے
دفتر یعنی انکے بہی کھاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل
دانش اسکے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی
علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علمائے بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا کہ
میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب پر
دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال میں لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہے پھر وہ
مر گیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ میں انتہی طہ سوی نے
ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہائے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے
اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی محشی نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ یہ مسائل کتاب کے اصل وضع

اُس دین میں ہی جو کاتب پر ہو چنانچہ نہ وہ جس صفت الیہا سے معلوم ہوچکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی اُسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے او تقنوں نے ابن وہبان کی تقسیم سے اسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہو کہ کیا نہیں یہ ہمکو معلوم ہوا کہ سوا آ لہ اور مدعا علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ کاسب صرافت وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت میں اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی جہل نص خزانۃ اکمل سے اور نشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وجوزہ محمد للراوی والقاضی والشاہد ان تیقن قبیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اُنکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہی مگر خزانۃ اکمل میں ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی درصورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغیر اور حیل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور مشتبہ ہوتا ہی خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہوگا سو اس واسطے اعتماد جائز ہی تا لوگوں پر وسعت ہو جائے آئین باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی … شمّ خ میں ہی کہ ایک شخص کے پاس ایک بیع نامہ ہی سو ایک … دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور اسنے … ظاہر کی جسمیں خطوط ہیں عدول … قضاۃ … کے اور قاضی سے اسنے حکم طلب کیا اس … کا علماء نے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو دلیل حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی یا اقرار بالکل اور جبکہ لیکن نوشتہ حجت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اسی خانیہ میں ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکا … مدعی مدعا علیہ کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں ہی … لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر ہوئی … اختلاف ہی بعضوں نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور یہ حاوی زاہدی میں ہی کہ اگر … وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص … باقی اور اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ … وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد … موافق حکم دینا … بلکہ مدعا علیہ … اور تزویر کی تہمت اسمیں نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور … وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھا لے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کھاوے تو اسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی … موافق ہی کذا فی الطحطاوی

ولا بد من مسافۃ ثلاثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہ الثانی بحیث لا یعود فی یومہ وعلیہ الفتوی شرح … اور ضروری ہی مسافت تین دن کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضروری ہی ظاہر الروایہ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی انتہی مسافت میں … آدمی … نکر سکے اُسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی شرح …

ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القرائۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی واما بعدہما فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قرات کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنے اسپر عمل ہوگا وبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے بعد اسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص … مگر اسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردے یعنے یوں لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کی طرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتداء سے تعمیم کرے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے کبھلا نہوا اُس قوم کا جسنے اپنا کار بار عورت کو دیا هم بحر الرائق مین لن یفلح قوم ولو امرہم امرأۃ یعنی ہرگز بھلا نہوگا اُس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہیکہ انھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو ہر امر اُنکی اُس سے نہو سکیگی فصل
فالنظر للوقف و وصیۃ الیتیم و شاہدۃ فتح فصح تقریبا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی
اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تصحیح ہے مقرر کرنا اُسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال المصنف
فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور مین نے فتوی دیا اُس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت
شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پھر اُسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مر گیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی
هم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب الرعایۃ ہے اور زمانہ حال کا ہی وقت سکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت
وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر تو وہ وقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اُسکی ضمیر مرد کی طرف کیونکہ اُسکی لفظ کا مرجع ہوگا لہذا
فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی البحر المسائل التی لا تصلح لہا الا ہو ولۃ ابنا رجال علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ
مسائل مین عورت کے مبنی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اُسکے رسولی ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال ستر اور اختفا پر مبنی ہے هم اور رسول کو خلا الرجال کا ضرور ہے لیلیم اور
اقامت دلائل کے واسطے اور یہ نہین ہوسکتا اگر وہ رستے اور جارنبوت مقتضی وقوع نہین بدایۃ الاوائل مین کہا کہ عورت کا نبی ہونا نہین ہوئی مائدہ رسالہ ہو عائم
منعقد کا صاحب فتح القدیر تحسین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد و قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ
ابطالہ بخلاف شرح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین
جائز ہو اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بخلاف شرح کے کذا فی العینی هم عینی نے ذکر کیا کہ شرح کے نزدیک عورتون کی
شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہے انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو انہین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے
انفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واثم اذا وقع للقاضی حادثۃ
اولولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ اولولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء اولولد الامام سراجیہ اور دریافت کر کہ جب قاضی یا اُسکے
ولد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اُسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان
کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے هم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے
کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ علیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی
گواہی مقبول ہے تو اُسکے نفع اور نقصان مین اُسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے هم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد
کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ ہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ
عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور برعکس اسکے یعنی
اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور برعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کی
خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقۃ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ
حکم نکرے قاضی اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے
اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بوا سطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ هم مسئلہ الاحکام مین ہے ...

مانند افتاء ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی اپنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیما لا تقضی
لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور شہادہ میں ہی کہ حکم نکرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہنا اگر ایسا
میں صورت اسکی یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہو یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکی انہیں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے
دعویٰ کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی تا قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ
اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر
قاضی دین دیگا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہی پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین دینے سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس وکا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہی یعنی
بری الذمہ اور گواہی انہوں کی اپنی منفعت واسطے صحیح نہوئی اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ
کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہرا دیگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امراتہ ولامراۃ ابیہ
ولوحرۃ امراتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضا سے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ
کی زندگی میں دیا ہو وانہ تقضی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی ان اوقاف میں جو اسکے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے
بمضمون مذکور دو بیتیں زیادہ کیں سو یوں کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیوتہا ومن عرس ابنہ وہو حی محرر اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہی اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہ حکم محرر ہی۔ وابعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ بمیراث یقضی فقیصر واہ اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہی بشرطیکہ مسکا اسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت میں
دعوی ہو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو مقتضی یہ قائل ہی خلافا کذا فی الطحطاوی قولہ فیقصر وا ہے ابیات ہی یعنی بصارت حاصل کر اس حکم کو دریافت
کر کے۔ ویقضی بوقف مستحق لہ بعلمہ مدلوصف القضاء والعلم او کان ینظرہ اور حکم کرتا ہی قاضی اس وقف میں کہ اسکی آمدنی کا وصف قضا و علم مستحق ہی یا وقف قاضی کے
تحت نظر ہو ھم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی ہی اسکو جانتا ہی تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں ہم شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی ان سعیکم
لشتی یعنی مختلف الخیر وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی یعنی متفرق ای منع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد
فی سفلہ ہو البیت التحتانی منع کیا جاے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں ہم ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے
مکان کا ایک شخص مالک ہی اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے
کہا التصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہی خانیہ میں ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانہ
والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح اوضم الطاقۃ وکذا بالعکس وعوی المجمع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع
کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی المجمع یعنے اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے
کذا فی العینی کوۃ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس ہم یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے
بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لا کل فعل بالا ضرر اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک وہ فعل
درست ہی جو دوسرے کو مضر نہو ہم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر جو امور میں ترجیح منقول ہی

کہ یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے ولو انہدم السفل بلا صنعہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اسکے مالک کے بدون کرتوت کے تو اسپر اسکے
بنانے میں زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بالانفاق ان بنی باذنہ او اذن القاضی والا فبقیمۃ البناء یوم بنی و تمامہ فی العینی اور صاحب
بالا خانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو بصورت انہدام پھر جو اسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیر لے اگر اسکے اذن یا قاضی کے
اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اسکی قیمت ہو بنانے کے دن اسکو پھیر لے اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے ھ خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا اسسے
اسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ ینشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر
یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور لا للاستضاءۃ والریح نقلی فی الدرر ای الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلۃ
یعنی لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ چھوٹا ہے مانند پہلے کوچہ کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسری جانب تو پہلے کوچہ
والے کو چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذ میں القول صحیح اسواسطے کہ انکو واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے
کہ اسمیں دروازہ پھوڑنا جائز ہے یعنی لیکن روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے ھ
یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں پھوڑ سکتا
کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہے اور اسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اسکا حق مرور کوچہ
غیر نافذہ کے لوگوں کے واسطے ہے لہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچہ والوں کا شفعہ اسمیں ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کے انکو پہلے کوچہ
میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اسمیں انکا حق مرور ثابت ہے جیسا کہ کوچہ نافذہ کے کہ اسمیں سب کا حق مرور ہے لیکن بعض مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب
ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب [illegible] اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن میں اسکی نگہبانی
ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب و طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب دلیل حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح
ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور منشعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق طرفاہ ای اتصل طرفاہا بالمستطیلۃ لا یمنع لان لہم کلہم حق
فی دار اور گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ پھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو واسطے کہ گول کوچہ مانند اسصحن کے ہے جو گھر میں
مشترک ہے دونوں کنارے سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ھ فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے
غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے لہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچا ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے
کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمیں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہئیں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ
فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک گھر کا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع گھر مستطیلہ کا
تابع نہوا کذا فی شرح الوقایۃ ھ تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ مستدیرہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے
چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا لکلہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بھذہ الصورۃ ھ
کوچہ مستطیلہ اور کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچہ
میں واقع ہو لہذا کوچہ مربعہ والوں کو نصب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ھ یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ
مربعہ میں دروازہ لگاویں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے
سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر نقل مرقوم کردی ہیں تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور وہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے

کوچہ مستطیلہ
منشعبہ غیر نافذہ

کوچہ مستطیلہ
نصف دائرہ
کوچہ مستطیلہ
کوچہ کم از نصف دائرہ
کوچہ مستطیلہ
زیادہ از نصف دائرہ

تعمیر بنانے کا ارادہ کیا تو اگر بقدر ضرورت لوگون کے چھوڑی اور سیڑھی جلد اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر مین ہو سو اُسنے اپنی دیوار مین مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہو سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہو یا اُسکا نابدان ہو دوسرے کے گھر مین سو اُسنے اُسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اُسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہی تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو داخل ہونے سے منع نکر تا وہ درست کر لیوے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اُسکا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہی محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اُسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اُسپر درستی نہین پھر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اُسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب یہی حکایت ہی کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہی یعنی میری دیوار کو اُس سے ضرر ہوا امام نے کہا تو اپنے گھر مین اُسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اُسنے ناچار ہوکر کنوان بند کر دیا امام نے منع بالجبر کا فتوی نہ دیا بلکہ اُسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیه واختاره فی العمادیه وافتی به قاری الهدایه حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اُسکو اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیه اور اسی کو پسند کیا ہی عمادیہ مین اور اسی کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہی مشائخ کا بطریق استحسان اور ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہی جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسا کہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو علما نے فتوی کے واسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر کا بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہوجاوے رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہو اور اُس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اُسمین تنور بناوے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین یا دوکان کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون کی کندی کرنیکی پٹری بناوی تو جائز نہین کیونکہ اُسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہی جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تنور بڑے سے بکثرت وشدت دھوان پھیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹری سے دیوار مین پوری ہو جاتی ہی بخلاف حمام کے وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کے اور اُس سے بچاؤ ممکن ہو درمیان مین دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھرون مین ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب القلانسی مین دو قول پائے جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت مین جو مشرف ہی کسی کی زمین یا گھر پر اُنکی توفیق یہ ہی کہ اگر روزن دھوپ یا نسیم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہی تو پہلی صورت ہی اور اگر اعالی عمارت مین ہی یا اُسپر شباک یعنی جالی ہی تو وہ دوسری صورت ہی کہ ظاہر روشنی کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایه عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنه ووالده ورجحه فی الفتح فی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثمه فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایه انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایہ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہی چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اُسکے والد نے اور فتح القدیر مین اُسکو ترجیح دی ہی اور مجتبی کی کتاب القسمہ مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمہ مین اُسی پر اعتماد کیا ہی سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع ہوا ہی اور لائق یہ ہی کہ در صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایہ پر اعتماد کیا جاوے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہو تو عمل متون پر لازم ہی چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی بارہا سو تامل کرو حاصل جواب ظاہر الروایہ یہی قیاس ہی کہ انسان اپنے ملک کے تصرف مین مختار ہی کسی کا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہوچکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہی نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل هل یضر ام لا

دفع ضرر جیسا کہ محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یجد اذا تضرر وانما اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فاذا تصرف فی ملکہ ان تضرر واشکل
یمنع وان لم یتضرر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیغتنم فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی ہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف
مالک پڑوسی کو مضر ہو یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو
میخ دیوار میں ٹھونکے جبکہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہو کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے جیسا کہ
خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں
تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے
انتہی کلام المحشی ھم الحموی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اداے مطلب
میں کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ ولم یقل
ذلک ای جحدنیہا اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلا یہ دعوی کیا کہ اسنے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی
طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہو گیا ہے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کرلی یا مدعی نے یہ نہ کہا لیکن انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا
بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اس سے خرید کا دعوی کیا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام من اقوال اربعۃ و مفاد عدم قبول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان
توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے جس جگہ بیچ تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی دونوں باتوں
میں تطبیق کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقا
خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق
کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جیسا معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان
کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی
کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندی ان یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی
لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اسواسطے
مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک مجرد اور
وقوع اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعدہ وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت
ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہو گی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری
صورت یہ کہ نہ کہا لم بعد وقتہا ظرف لشرائہ لا لاقام کما فی الحلبی وقبلہا لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا
شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی
ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہے
کیونکہ توفیق دونوں قولوں میں واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان میں خریدا
تو دعوی قبل مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا
مقبول نہیں ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتأخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

تاریخ مذکور کی تو دعوے مقبول ہوگا اسلئے کہ امکان توفیق کے سبب تاخیر خریداری لیعنی جب ہبہ اور خریدکی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو ولو اشتهرا
کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط فلا وعلیہ فی ترجیح الثانی بحر لان التناقض اور کہا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام
ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح منی ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ہم علماء مقد
نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس
قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم کما فی البحر وافرده المصنف
اور تناقض رفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا
بیان اسکا بحر الرائق میں ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسئلہ رکھا ہے تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون کو تو
دعوی کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک یہ مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہے یعنی مدیون یہ نہیں کہ سکتا
کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب ہی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی
اولا انہا ای الدار مثلا وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لنفسہ ثم ادعاہا لغیرہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلا گھر وقف ہے
مجھ پر پھر اسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے
ہم یہ تشبیہ ہے نفی قبول میں نہ بسبب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا فلم تقبل وان وفق بان قال
کان لفلان ثم اشتریتہ قُبل زیلعی او اخر الدعوی او بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے اسکو
خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر میں ہے قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول
دعوی ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہے تو مقبول ہے ہم منح الغفار میں اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی میں تقیید بلفظ علیہ نہیں تو
بموجب عدم التقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کر دے اور در صورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر
جسمیں توفیق نہیں مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل
اگر اسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ
وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطأہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود
ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خریدکا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا
جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور
اسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوا نکاح کے فسخ ہے یعنے جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے
انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی عینی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب
عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے جبکہ اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے
والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز میں ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا
تو فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح

فان النکاح لا یقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرہن علی النکاح یقبل ہر ایک اور نکاح تو اصلاً فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح
کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعویٰ کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اوسکی مقبول ہو ہم نکاح محتمل فسخ نہیں ہے اسی سبب سے تو اگر عورت دعویٰ کرے ایک دیر
نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون
مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مین نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر
مرد مرگیا اور عورت آئی میراث کا دعویٰ کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف
بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوے کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہوجانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح
لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین مناسب تھا مگر یہان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا نہین ہوگا
اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بیمینہ لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لما بیناہ اقرار کیا دس درہم کے قبضہ کرنے کا
پھر مقر نے دعویٰ کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے
کہ اسکو اسم دراہم شامل نہین بسبب غالب ہونے تانبے کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاوے اور سوداگرون مین اسکا
لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی چڑھی ہو اسواسطے
نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کا نفوذ مین سب سے مقدم ہونا ہے چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان
مفصولا وصدق لو بین موصولا نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام ستوقہ کو شامل نہین اگر بعد مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم ستوقہ
ستوقہ ہین تو اسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل امر مفصول مین ہے
نہ موصول مین ہم یعنی تفصیل زیوف اور نبہرجہ مین اور ستوقہ مین درصورت انفصال بیان ہے یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق
ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ
ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا
ستوقہ تھے تو تصدیق نہوگی مطلقا اگرچہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جیدت کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا ہی تناقض ہے ولو
اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ بیمین موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا
اسنے اپنا حق پورا بھرلیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ موصول بیان کیا ہو اور اگر
اسکو موصول بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ مین ہے کہ اگر اسنے قبض کا دعوی کیا پھر
بولا کہ وہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل اسواسطے کہ مقر کا
جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہین بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمین تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر
وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمین غیر مراد کا
احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے
یا نص تو اسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہو اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا وبرہن علیہ قبل سراج قنیہ عن علاء الدین
السیخی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض ربا ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ مین ہے علاء الدین

اور دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کر دیا ہی تو برہان
مدعا علیہ مقبول ہو اگر اسنے صلح نکر لی ہو مدعی سے ھم یعنے برہان درصورت عدم صلح مقبول ہو اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا کا
تو اسکی برہان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر اور اگر مدعا علیہ نے ایفاء دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے
کسی چیز پر صلح کر لی تو اسکا برہان ایفا پر مقبول ہی کذا فی البحر ھم یعنے صلح دعوے ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کبھی غیر حق بھی
دیا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ تسقط عن المنکر ثلثمائۃ قیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان
المدعی علیہ جاحدا ان ذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہی کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا
کہ مدعا علیہ منکر کے پھر اسکا او پر تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہی کذا فی
الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہی کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اسکا ذمہ مشغول نہیں اسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہاں واقع
ہوتا ہی واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک ونحوہ کما اتیک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا اور اور
مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول نہ ہوگی بسبب تعذر ہونے توفیق کے مثلا ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا
مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا دیا اسکو یا بری کیا تیرا مطالبات اور خلعت نہیں لیا یا دیا
اور نہ لینا یا میں اور تو ایک جا مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر وفوائد
یہ ہی کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہی اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا دینا اور معاملہ اور ایرادوں معرفت کے نہیں ہوتا انتہی وقیل تقبل لان المحتجب
او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفا میں کی
برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہی اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو کبھی اذیت ہوتی ہی اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل
وغیرہ سے وہ امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کر دینے کا اور حال یہ کہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اسکو معلوم کرتا ہی تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام
بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ھم یہ تفریع ہو قاضی خان کی محتجب وہ ہو جو متولی اعمال بذات خود نہو اور
بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی ثم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والایصال صح درر فی آخر الدعوی لان
التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار بیان اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جیسے دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہی کذا فی الدرر فی آخر الدعوی
اسواسطے کہ تناقض یوں صحت اقرار دین کا مانع نہیں ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہی اس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہ ہی
کہ جب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہی کہ شی واحد منفی اور ثابت
ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنی جیسے دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہوچکا اسکے اقرار کا دعوی کرے اس طرح کہ اسنے یہ اقرار کیا کہ دین
اسکو پہنچ گیا ہی یا یوں سے یا یوں نے اسکو پہنچا دیا ہی اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف اقر ببیع عبدہ
من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہی اسواسطے کہ
بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہی چنانچہ بنایہ کی کتاب الاقرار میں ہی ھم صحت انکار کا مطلب یہ ہی کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں اور ادعی
علی آخر انہ باعہ امتہ فقال لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع
انہ ابراہ المشتری بری الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوے کیا دوسرے پر کہ اسنے اپنی لونڈی اسکے ہاتھ بیچی

تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اسکو تجھ سے ہاتھ نہیں بیچا ہے اگر وہ گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پھیر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا
گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برأت کرچکا ہے اسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر
بیع کا مدعی ہوا اس واسطے کہ برأت عیوب مبیع بدون بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وابراءہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے
کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے
بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعۃ سمرقند اور از جنس
مسئلہ قبل ماقبل ہے سمرقند کا جس میں تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو صریح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا وھی انہ نکحہا بکذا وطالبتہ
بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ تزوجہا وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اس سے
مہر کا مطالبہ کیا سو اس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول
ہے یعنی مرد سے اس دعوے پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اسکے باپ نے کردیا ہوا اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ
ہم یعنی اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی
خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اس صک یعنی
کاغذ مرقوم کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اسمیں ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیاء اور
صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجح علی قول فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے
جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ کل میں اصل استقلال ہے یعنی
ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے
مخالف ہے تو استثنا اسی کی طرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا علی ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین
متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی اثنار تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ
تعالی مابعد فرجہ کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو وعقبت بشرط اور علماء ثلثہ
متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کی طرف اور ان جمل معطوفہ میں جنمیں عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور انکے اخیر میں شرط ہے ہم چنانچہ ایک شخص نے
یوں کہا کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اور اسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق
اور عتاق اور مشی کچھ لازم نہیں جمل معطوفہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل ناتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ سابق صک میں مذکور ہوچکا
واما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا بقرینۃ کمالہ دراہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہے
مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہموں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی
بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہاں اتحاد جنس مستثنی منہ ومستثنی ہے واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فلہما اتفاقا اور استثنا بلفظ
انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں
کہنا کہ انت طالق وہذا حر انشاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثانی وللاخیر عند الثالث اور استثنا واقع
ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

ندرے فان اقر ثانیا بابن آخر لم ینفذ اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقرار علی الغیر یعنی اگر امانت دار دوسری بار میت کا کوئی دوسرے بیٹے کا اقرار
کرے تو اسکا اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہی غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر صحیح نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ
اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا فیضمن للثانی نصفه ان دفع للاول بلا قضاء
زیلعی اور دو صورت انکہ سبب وارث ثانی کو بقدر اسکے حصہ کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ھم قول بالضمان
بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود ولم یقولوا
نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا لا نعلم له وارثا او غریما لم یکفلوا خلافا لهما لجهالة المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثوں کے یا دین والوں
کے ان گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اور یہی ہے لفظ نعلم کا بلا حرف لا نفی متن اور شرح کے
نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہا کی یوں ہے کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں
جانتے ہیں تو ضامن نہ لیا جائیگا وارثوں یا دین والوں سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک ضامن لیا جائیگا ھم قال الطحطاوی کہا
شاید کہ شارح نے نسخہ متن اور شرح میں نعلم ہوگا باسقاط لا اور ہمارے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اسمیں لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا بمعنی المجہول سے صحیح ہوا اور
ضمیر ورثہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص ترکہ چھوڑ کر مرگیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کا فلاں فلاں وارث یا صاحب دین
ہیں لیکن انھوں نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے انہیں اور انسے ضامن طلب نہ کرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچھ
مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ھم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب یہ ہو کہ اگر کوئی اور ہوتا تو
حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی
الطحطاوی بلا ضمان ولو ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضامن دینا بالاتفاق امام اور صاحبین ولو قال الشہود
ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہیں جانتے ہیں تو نہیں ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی
علی آخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیه فی ید ذی الید بلا کفیل جحد
دعواه اولم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهایة ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے
دعوے پر تو مدعی نصف گھر لے بطور شائع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف
صاحبین کے یعنی انکے نزدیک بصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایہ ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں
غائب کی طرف سے استیفا وارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اسنے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت
ہوئی تو اب اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینة ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثة خصما للمیت حتی تقضی منها دیونه
اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کی طرف سے یہانتک
کہ ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعة مبسوطة فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے
اسمیں جو میت پر دعوے کیا جاوے نو شرطوں سے جو شرح مذکور ہیں بحر الرائق میں ھم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بشروط ثلثة کہتا ایک یہ کہ
عین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اسمیں قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے
میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شروط نہیں بلکہ بعضے شروط ہیں اور بعضے احکام اور وہ ہمگی آٹھ ہیں

نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے ہم یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس عین
کے دعوے میں جو میت پر ہے مگر جبکہ عین اسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعویٰ ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اسکے ہاتھ میں عین
ترکہ نہ ہو اسواسطے کہ انکا حق جمیع ترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعویٰ دین میں بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ میں
ہونا شرط ہے بحر الرائق میں کہا کہ فتح القدیر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور
اگر وارث میراث میں کا مدعی ہو فقال بعض ہے تو اگر ایسا دعویٰ ثابت کرے تو اسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور انکے واسطے ارث کا دعویٰ
کیا ہو اور اگر دعویٰ ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اسکا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دوسرے
وارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح درر اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے
مانند منقول بھی ہے امر مذکور میں بالقول الصحیح کذا فی الدرر یعنی اگر مال منقول میں دعویٰ ارث میں ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے
پاس چھوڑ دے لیکن اختلف فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لکن بالملتقی الا تحریر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور ایسے ہی مانند بحر الرائق میں ہے ہم اسواسطے کہ منقول چیز میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور غیر منقول خود
محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا اور صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقر ہو
ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ بحالت اقرار غیر منقول اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصی لہ
بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شئی لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی
جمیع املاک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ
صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوٰۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان
کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوٰۃ
یعنی سوائم (جانور ۱۲) اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہ ہوں اسواسطے کہ جس چیز میں زکوٰۃ واجب
ہوتی ہے اسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ
اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوا مال زکوٰۃ کے یعنی اسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہ ہو تو اسمیں سے بقدر اپنی قوت کے
رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوا اسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اسکے تصدق کرے ہم علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات
اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک
سال کا قوت اور سوداگر اتنا رکھ لے جو اسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان
یبیع ملکہ من رجل بثوب فی منديل ولم يقبضه ولم يره ثم يفعل ذلك ثم يرده بخيار الرؤية فلا يلزمه شئ بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی
مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیچ کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں
لپٹا ہوا ہے اور اسپر قبضہ کرے بدون اسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اسپر
کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ہم سوا اسکے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث یعنی قسم ٹوٹنے کے وقت ہے ولو قال [illegible] مالی صدقۃ [illegible] کذا تصدق و بہ ملک اقل [illegible] ولم یکن لہ شئ لا یجب شئ اور اگر کہا کہ ہزار درہم

میرے مال سے صدقہ دین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہی تو اسپر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہی اور اگر
اُسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فیصح تصرفہ اور صحیح ہی وصیت کرنا وصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہو تصرف
وصی کا ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا مستردکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی
تو صحیح ہو لا یصح التوکیل بلا علم وکیل نہین صحیح ہی وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف
الوصی خلافۃ والوکیل نیابۃ ایضاً اور توکیل مین فرق یہ ہی کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہی ہم جب تصرف وصی کا بطریق
خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہی تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز
ہی اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہی نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہی تو یہان علم ضرور ہی تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے
ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اسکے قبض کا امر کیا اور زید کو ماموربالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ قبض کیا اور
وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہی چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ ماموربالقبض کو قبضہ کرا دے اور پھر تلف ہو
تو کسی پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے
معلوم ہوا تو اب اسکا تصرف صحیح ہی ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایۃ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے خبر دینے سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایۃ یا معزولی ثابت ہوتی ہی دو شخص
مستور الحال سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول اصح مین کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختارا للفداء مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے
تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اسنے اسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہی یعنی اسکو فدیہ جنایت کا دینا پڑیگا
والشفیع بالبیع اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر
بالنکاح اور جیسے باکرہ کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے
خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت ہی تو یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اُس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہین کی
احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین تا آنکہ اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک کہ اگر فرائض ترک
کریگا تو قضا اسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہی کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہی وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وبحجر مأذون وفسخ شرکۃ وعزل
قاض ومتولی وقف فہی عشر تشترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدنے کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور
فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہی نہ لفظ شہادت
ہم شہادت کے دو جزو ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو ان عشرہ مذکورہ کے اخبار مین ایک جز شرط ہی یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا عدد چنانچہ معزولی قاضی
اور متولی وقف کا بحث ہی صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی وتشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر کو بیان باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنی آزاد
اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو مع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہی بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور
یہ سب مذکور امام کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک تو مطلقا مخبر مین شرط ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقہ ویکن المخبر رسولا
فانہ یقبل خبرہ مطلقا کما یجیء فی بابہ اور قید لگائی ہی بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نہ کرے اور اسکی کہ مخبر غیر رسول ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسلئے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہی چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہی اور عزل

حکمی مین تو قبل علم معزول کے معزول ہوجاتا ہے عزل حکمی یہ کہ موکل مرجائے یا اسکو جنون مطبق ہوجائے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے یعنی اگر
خصم خبر دے تو عدد یا عدالت خبر دینے والے کی شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر بالاتفاق عمل
لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینه وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعه علی الصحیح ولوالجیة عبدا للغرماء
او اخذ المال فضاع ثمنه عند القاضی و استحق العبد او ضاع قبل تسلیمه لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منهم لا یضمن
بل لا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجھکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین قول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو
بیچا دین والون کے اداء دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی پر
ضمان نہیں ہے اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک نہیں ہے تاوان دینا بلکہ انسے قسم بھی نہین لیجاتی
بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر انپر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز
کرینگے تو بندگان خدا کی مصالح معطل ہوجاوینگی کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرما لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیر لیگا بسبب تعذر
ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العاقد ہو اور عقد
کی طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہے سو یہان اصحاب دین ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جبتک
صاحب دین طلب نکرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باع الوصی لهم ای لاجل الغرما بامر القاضی او بلا امره فاستحق العبد او مات قبل القبض لم یضمن الوصی
وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانه وان نصبه القاضی عاقد انیابة عن المیت فترجع الحقوق الیه وهو یرجع علی الغرما لانه عامل لهم اور اگر غلام کو
وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور
ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بناکر حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے
اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے انہین کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب اسپر ضمان لازم آوے تو وہ
تاوان اسی سے پھیر لے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجائے فیرجع کے ولو ظهر بعده للمیت مال رجع الغریم فیه بدینه هو الاصح اور اگر
اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال مین سے پھیر لے یہی قول صحیح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطهم ایاه حتی هلک کان الهالک
من مالهم ای الفقراء والثلثان للورثة لما مر قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور انکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا
مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنے قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاض عدل
برجم او قطع فی سرقة او ضرب فی حد قضی به بأن ذکره وسعک فعله لوجوب طاعة ولی الامر ای مخاطب جسکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا
یا ہاتھ کاٹنے کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اسکے فعل مین گنجائش ہے تنگی نہین ہے بسبب
واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے ومنعه محمد حتی یعاین الحجة واستحسنوه فی زماننا
فی العیون وبه یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے وجہ استحسان مذکور فساد قضاة ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت وغیرہ سے عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام انکے باطل ہین اور تدارک قطع وغیرہ کا ممکن
نہین بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع
کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہوکہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انکار رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی

الاقی کتاب القاضی الضرورة اگر قاضی کے خط مین اسکے موافق عمل کرنا بلا معاینۂ حجت جائز ہی بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت جیسا حق اور اسواسطے کہ خیانت
اسمین کم واقع ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی فقیل یقبل لو عدلا عالما و بعضون نے کہا ہم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہو اگر قاضی عادل و عالم ہو یہ قول ہی
ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہو اور یہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور اسیجا بلی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے
عمل کرنا اس صورت مین ہی جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم الا قتضاء کے نہین اور اسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو
ابو منصور کا قول تفسیر ہی مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا اور اگر قاضی عادل جاہل
ہو اگر اس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی مثال اسکی زنا مین یہ ہو کہ قاضی کہے کہ مین نے
زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا ارشرع ریت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال فقر سے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ زنا معروف ہو اور اسپر سنگساری کا
حکم کیا اور چور مین کہے کہ چور کے نزدیک حجت ثابت ہو کہ اسنے بقدر نصاب مال محفوظ اسلیا جسمین کچھ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے عمداً بلا شبہہ
قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی المنح وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا الا مکان وجابالا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اگر قاضی کا
قول مقبول نہین اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہی یا جاہل غیر عادل
ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہی اور قاضی ثانی اگر سوال میں شرائط خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہو اور قطع جائز ہو اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول
مقبول ہی ہم اسلیے کہ بعد معاینۂ حجت تہمت باقی نرہے شارح نے حجت کو عادل بسبب اسکے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے جیسے بینا انسان عند الشہود
فادعی الاکراہ وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم
النجاسۃ ڈھلکایا کسی مدعی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اسکے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اسکا
انکار کرتا ہو تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہی بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر ہو جائے
عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہو حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاتا تو اسکی تطہیر ممکن ہو اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسمیں
عمل کیجیے کہ اسپر پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہی تو جواب ظاہر ہی یعنی بلا تردد صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وتوقل جلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی
لم یسمع قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک واما امر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا
ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ
نہ کھل جائے یعنی اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل
کیا جائیگا اور قاضی کے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہی سو وہ مہمل چھوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ ہم کتابا لا اقرار ہم خون کا امر عظیم ہی لہذا
مال مین ایک قسم کفایت کرتی ہو اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہا ای بالالف لبکر و
دفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم
فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون
مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجائیگی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھ سے وہ ہزار درم لیے جنکا مین نے
حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور مین نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ مین نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق مین اور زید نے اسکے ہزار

لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق
ہوگی اگر اسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف
نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی ضامن ہوگا
اس فعل میں کذا فی صدر الشہید یہ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہرا قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہیں
کہ فعل اسکا قضا میں باقرار مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیہ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال
فله اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اسکو دسواں حصہ
اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار میں لکھا کذا فی الخانیہ
للمتولی العشر فی مسئلة الطاحونة او خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلہ کا بیان ذکر مجمل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر
اور منقح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا
اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کیواسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطریق مقاطعہ جسمیں متولی
کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اس میں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی اسمیں لینا اگر لیوے اجرت کے واسطے واجب
ہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے وقف میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور ملخص کرے اور خزانہ اکمل اور ولوالجیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ملخصا قلت لکن فی البزازیہ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لهما اخذ الاجرة کالنکاح صغیر لانه وجب علیه وجواب المفتی بالقول واما بالکتابة فیجوز لهما علی قدر
کتابتهما لان الکتابة لا تلزمهما تمامه فی شرح الوهبانیه میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اسکی
مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی
اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر انکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے
ہم خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں اور اسکے سوا
حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر
مشقت کے ہے اور کہا ہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جسمیں جتنا مختلف ہے زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت سے میں کہتا ہوں اور عمادیہ میں ملتقط سے منقول ہے
اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درہم اجرت ہے سو معتبر نہیں اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں کیونکہ مشقت ہر کاغذ
کثیر ثمن کی تحریر میں اسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اسکی محنت کے اور بقدر اسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور نقاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح بحر الرائق کی
میں نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ
طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیها ۞ ولیس له اجرة ان کان قاسما وان لم یکن من
بیت المال مقررة او شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو اور بعض
لانعدام مقرره وفی عصرنا فالقول الاول مبصر ۞ اور بعضوں نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول مصور اور مختار ہے ویجوز للمفتی
علی کتب خطه علی قدره اذ لیس فی الکتب مصر + اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اسکے لکھنے پر بقدر اسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت میں مجبور نہیں یعنی اسپر کتابت واجب

اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول لیا یعنی درصورت عدم اعتقاد فرضیت کے
تقویت کی ہے ہم کافیجی ایک عالم ہے جسکا رسالہ ہے مسمی لسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداؤہا بالطلب یعنی حکما کما مر اور واجب ہے ادا کرنا
گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت
واجب ہے ہم افتراض اداے شہادت صحیح علیہ ہے حق تعالی نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنے نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو
چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدوں پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے
اسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بکلا
معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالی کے اس قول میں کہا
(ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاویں کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادا سے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقدین کو شاہد
کرنیکے واسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیے شاہدوں کو انکے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور ادا سے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس
حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے
ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے کوئی نہووے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات میں مستحب ہے
مگر قدر یسیر میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی میں ہے کہ اشہاد عقود میں مستحب ہے مگر نکاح میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح بیع میں نزدیک شافعی
اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہوں تحمل اور ادا کے واسطے

اور اگر اور لوگ نہوں تو امتناع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ قاض وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن اداے شہادت کا
وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں مشرح ہیں ازانجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم
ہونا یا اسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں ہے بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت
فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوا دو شاہدوں کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں ایک عدالت
قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہیں کرتا اور اگر ظن غالب ہے قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ
ادا اور شہادت مستعین ہو سوم قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع
شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمیں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنے اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو سوم
علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلدتر قبول ہوگی بہ نسبت اور
شاہدوں کے تو اسپر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے وجہ تامل
شاہد یہ ہے کہ جب وہاں وہ شخص موجود ہو جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ہم طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہیں مگر درصورت خوف فوت
حق وعدم علم مدعی الشہادت شاہد ۵ شاہد پر اداء شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور انہوں نے گواہی بھی دی
اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا شرط ششم یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصوں نے
بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے

نہین اسواسطے کہ اسطرح کا رہنا جست مین شمار نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبدہ وتدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہے غلام کی آزادی اور اسکا مدبر کرنا
کذا فی شرح الوہبانیہ ھ ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع
کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب رضاع مین مذکور ہو چکا ذیل لایقبل جرح المشاہد حسبۃ للظاہر لعدم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور گواہ پر طعن کرنا
شاہد بین باراہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ ھ حسبۃ حال ہے جرح سے یعنی اگر طاعن
شاہد بین ابتغاء ثواب طعن کرے تو ظاہرا قبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت اربعۃ
عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اسکی تدبیر
اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین
چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثیرۃ اسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقف
مین بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ
دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترہا فی الحدود احب لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک ہے اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین بہتر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود مین
کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیباک پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ھ ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص
حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابوہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہے (من ستر
علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر فالاولی ان
یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہے کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے کہ
اسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ھ یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی
گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اسکا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ
بطریق غصب کے ہو یا بطریق امانت کے وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ
اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس
فقہا جمع تھے انمین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکا مال اسکے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ
نے فقہا سے سوال کیا انھون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے
دعوی کیا کہ اسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے انکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی
اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار
مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب چار مرد ہے
جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ھ ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین صریح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اسواسطے
کہ چار مردون کا بہ صفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں نہ

اور اگر ایسا نہ ہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں
انہیں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اسنے زنا کیا اُنکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ باپ بھی زندہ ہو یا اُنکی ماں زندہ ہو تو
گواہی اُنکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقه بالزنا فشهد عليه بالزنا اربعة احدهم المولى اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے معلق کی یعنی یوں بولا
کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دیں
تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهدا بالعتق واربعة بزناه فاعتقه القاضي ثم رجمه رجع الكل ضمن
الاولان قيمته للمولى والاربعة ديته ايضا لوارثه اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا در حالت
احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع
کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر
مولی غلام کا وارث ہو وبقية الحدود والقود ومنه اسلام كافر ذكر لئلا يقتل بخلاف الانثى بحر وشاهده رجلان اور باقی حدود اور
قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور منجملہ قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت
کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے یعنی مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا
بخلاف اسلام عورت کافرہ کے کہ اسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی
گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص
میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم
والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے بعد دونوں خلیفوں سے سنت جاری ہے
کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ یہ مسئلہ شرع اور طریق کا
انہیں دونوں کے زمانہ میں ہوا اور انکے بعد اور خلفا میں نہ تھا مگر انکا اتباع انتهى الا الحاق فيقع ولا يحد كما مر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائیگی یعنی
عتق معلق کو بیچ کا حکم ہے یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام
آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں
کذا فی الطحطاوی والولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة وعيوب النساء فيما لا يطلع
عليه الرجال امراة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل پر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو میں مرد
مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے
صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح ہے کذا فی الفتح یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا
ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث
ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے عیوب جیسے شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت
زائد ہونا لونڈی خرید کرنے میں اسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ میں بالغہ عاقلہ عادلہ کی قید زیادہ ذکر کی ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطا

بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اسمیں جسکی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل و مذہب اہل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی باللام ہے اور
مرد اسمیں جنس ہے تو قلیل و کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتوں
کی گواہی اس امر میں جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قبیل سے ہے ولادت نساء اور عیوب انکا انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی قبول ہونے
میں صحیح کرافی والخلاصۃ ھم بحر الرائق میں ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہاں جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اسپر پڑگئی تو گواہی
مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہو گی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط
ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اسکی
گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تا خون
ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور
مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہیں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو (ولان فی حوادث صبیان المکتب فانہ تقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس) صبیان مکتب میں اسواسطے کہ انمیں تو تنہا معلم کی گواہی
مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے ھم ابو السعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ صبیان مکتب کی
قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں
قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم ہے زنا میں چار مرد اور باقی
حدود اور قصاص میں دو مرد اور انکے سوا او معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں جنمیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت
وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما الاخری اور جدائی کرانا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالے
تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو ھم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہیں
چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے انکو دار الحکومت میں آنا پڑے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں وخصہن الائمۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ
مخصوص کی ہے اموال اور انکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع
اموال جیسے شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جسپر نحو سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت
شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من مراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع
لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ھم یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے
کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اسکی کہ مدعی کے بیس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں تو اسکا قول مقبول
نہیں کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہیں فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص شرعیہ اسی لفظ پر ناطق ہیں قال تعالی (واشہدوا ذوی عدل منکم
واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت
مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار

باپ کا نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جبکہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمه فقط او بلقبه وحده کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر دادا حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد و قود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص میں البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلانیۃ یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن میں تھے ہم حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہیں مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمیں لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اسکی شہادت پر حکم ہوجائیگا تو البتہ تصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ میں ہے اور خفیہ سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور جھگڑا پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہوگیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے وہ قرن ثالث میں تھے جسکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع میں موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرنوں میرا قرن ہے جسمیں میں ہوں پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہیں پھر وہ لوگ جو انکے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہاں تک کہ مرد قسم کھائیگا در خواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم میں مذکور کیا ہے اور ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول میں نے نہیں دیکھا انتہی طبقات عبد القادر میں مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس میں ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی میں ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی میں ہوا کذا فی الطحطاوی ووالکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تقتا تزکیہ علانیہ صدر اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو لعبارتہ جواب عن النقص بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار الاسلام میں رہتا ہے اسمیں اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت او منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ میں اسواسطے کہ اسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق

مفقود ہو اور غلام جو عمل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہ ہوتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ولہذا شمسی کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں ہو اور محدود
فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہوتا ہے اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ
ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول صحیح کے لائق ہے انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہ کہ گواہ قاضی عادل عالم کے پاس ہو
دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درہم کی ہوس میں مالکی میں معروف ہو
پنجم یہ کہ ادائے امانت میں ظاہر ہو ششم یہ کہ راستگو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہو انتہی کذا فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی
لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہے جبکہ مدعا علیہ کی
تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں ہوگی سو کہا التعدیل من الخصم لا یصح نہیں کہ مدعی اور اسکے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار
دعوی میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فافہم فان کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں
میں ہو جنکی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہے تو اسکی تعدیل صحیح ہے کذا فی البزازیہ والمراد منہ یعنی تزکیۃ قولہ ہم عدول زاد ولکنہم اخطأوا او نسوا ولم یزد
مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ یوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اسقدر یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدوں نے خطا کی یا بھول گئے یا
نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہو گی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول
صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ تو حق
مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہے یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار
کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہے تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اسکا انکار بسبب
تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرفہ المجہول واقرہ المصنف
ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ
اسواسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اسنے صیرفیہ سے نقل کیا ہے سپرد کرنا اسکا قاضی کو
یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا ہے بنا بر غلبۂ فسق وفجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد
یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہے تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھول وہ قول جو
اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضاء میں قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اسکا نصیحت کرنا فرض
ہے اس طرح کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت
کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر
قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود میں عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کے مانند غالباً اور مجہول نہ بتا یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں
کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی میں نہایت کد و کاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی
مومن بلا عیب ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ؎ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا * کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ * کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے جسکے سب
خصائل پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اسکی برائیاں گنی جاویں وله ان یشہد بما سمع او رأی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون
من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگرچہ بیع بطریق

تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور پانچ اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا الخ یعنی اگر مشہود بہ
مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھ کر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئی مسموع و مرئی دونوں ہوتی ہے وہ باعتبار عقد اور بیع کا
انعقاد اگر ایجاب و قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر یہی گواہی
دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ بیع بالتعاطی میں ہم اوپر خریداری کی شہادت میں بیان کر چکے ہیں اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات
سے ہے اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے ہے لیکن معلوم رہنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں ہے گواہی دینا اس
طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہیں ہے کیونکہ لکھنا کبھی آزمانے سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ جیسے غائب کو بطریق رسالت
اور پیام کے یوں لکھتے ہیں کہ اما بعد فلاں علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرائی مخاطب کو ہم سے اسقدر درہم ہیں اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے
تو انکو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا یہ میرا اقرار ہے اور اگر شاہدوں کے روبرو لکھا اور کہا اسکو گواہ رہنا تو اگر
انکو اسکا مضمون معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی
وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر
گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا بیٹھا ہو اس طرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو خلاصہ میں ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو
تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی و صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہوں اور اسکا کلام سنتے ہوں
تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آئندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی محتجب بصوت الا اذا تبین القائل بان لم یکن
فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل درر اور محجوب دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہے اسپر گواہی نہ دے اس سبب سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ
نہ کوئی کوٹھری میں سوائے اسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر یعنی جبکہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور
وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازہ کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی
جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم
والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلاں بن
فلاں کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے نام اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ہم رویت
شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرح ملا مسکین میں ہے اور اگر عورت کا جسم
نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل
نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتادیں تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے
کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ شایع کافی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر میں ہے محمد بن حسن سے
کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا انسے تو بغض اسکو ضرر کریگا
وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے جو شرعاً محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی
نہ لکھنا خوب ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین نہو وان کان بین الخطین بان انکر المدعی علیہ خطہ اقرار المدعی علیہ
فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ تدل انہما خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ وان فی

قاری الہدایہ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار
واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار
کیا مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب
کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہو گا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنے ثبوت مال کا تو اُسپر اعتماد
کیا جائیگا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہو گا اسواسطے کہ جن لوگوں کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اُنمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے ہم دو مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی
وجہ یہ ہو کر تشابہ خطاص سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر یہ مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال نہیں دیا
ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی وہ نہیں ہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوہبانیۃ وقال ہذا اذا لم یکن مصدرا ومعنونا فان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا
معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی المنتقی وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن
مجھپر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہو گی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے منتقی اور
قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم کہتے ہیں یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا
اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علما اسکے خلاف میں ہیں اسواسطے کہ
لکھنا کاتب کے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصا ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہدہ علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی
فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نکرے اور
نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سُنے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اسکے گواہ کرنے کے تو اگر
مجلس قضا میں اسکو سُنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ہم کہتے ہیں کہ شہادت اب لازم ہو
اور تعلیل اسکی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ
کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس اداء شہادت کو
سُنا تو اسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی وقولہم لابد من التحمیل
وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے اپنے گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبولیت
تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہے تصویر پر یا مرا واضح ملاشیہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل
یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا
بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط
ذکرہ فی الخلاصۃ ہاں حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے
ساتھ مقید کیا ہے یعنے شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سُنا ہو اور اسمیں زیادہ تر
احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے
ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس میں بعد مدت حبس کے ہم عادل کی

فیہا سو واسطے لگائی کہ مستور الحال کی خبر اور اسیطرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر ثانی کی یہ صورت ہی کہ قاضی نے ایک شخص کو
محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے کے مال کا عوض ہو اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک
اسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی و التزکیۃ
ای تزکیۃ السر و اما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہو تزکیہ مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہی بالاجماع ف تو تزکیہ علانیہ
مین وہ شرط ہی جو شہادت مین شرط ہی سوائے لفظ شہادت اور ظاہراً تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے
کہ اسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہو اور
کون نہین لالچی اور مفلس نہو تا مال پاکر دھوکا نکھا دے اور اگر شاہد کے پڑوسی یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر اخبار
معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے مین ایک عادل کافی ہی ف مصباح مین ہی
ترجم کلامہ عربیا بولتے ہین جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور
اسم فاعل ترجمان ہی بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہی اور کا ہے جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم کے نزدیک
شرط ہی کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام
دونون مین واقع ہوا ہی چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سے عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ
من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہی عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط
ہی ف اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہی و جاز تزکیۃ عبد و صبی و والد او جائز ہی تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے
اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے
وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ہی ع وتقبل عدل واحد فی تقوم * وجرح وتعدیل وارش یقدر * اور
مقبول ہی عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے مین اور جرح و تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین ف یعنی صید حرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کرڈالنے کی قیمت
مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کرڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہی کہ اتنی قیمت اسکی تھی
تو اُسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہی لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنے ہی کہ اسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہی چنانچہ عنایہ مین ہی اور دوسرے
زخمون کی دیت ٹھہرانے مین مثلاً ایک عادل کافی ہی - وترجمۃ والسلم ہل ہو جید * وافلاس الارسال والعیب للظہر * اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام ترجمہ مین
اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہی یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہی ف سلم سے مسلم فیہ مراد ہی یعنے جب
مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ مین اختلاف ہو اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہی اور جبکہ بائع اور مشتری مین
اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہی کذا فی الطحطاوی ع وصوم علی راہ او عند علۃ * وموت اذا الشاہدین یخبر * اور صوم مین
چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت مین جبکہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ف مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر
کافی ہی اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت حسن کی اور ظاہر الروایہ یہ ہی کہ صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہی اور اگر عادل موت
انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ
فان لم یعرفہ المسلمون سالوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہی امانت داری سے اسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہی

شوہر مر گیا تو اسکو نکاح کر لینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی مجتبیٰ مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اسکے اُنہون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوا ہی تو جائز
نہین اسکی موت کی خبر دے جبتک شخص معتمد اسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اسکی موت کا معائنہ کیا اسلئے کہ مصائب کا سبب موت پر مقدم ہو جاتا ہی مین خطا کی راہ
یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دونوں صاحبین کے نزدیک یا
تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بالشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہی تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون
سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اسنے عقد نکاح کا معائنہ نہین کیا اور درر مین ہی کہ اگر ایک شخص
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی والدخول بزوجتہ یعنی دخول
بزوجہ یعنی یہ بھی بالسماع ہو اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب و ولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی ہم یعنی جب سنا کہ
فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہی
کہ امیر قاضی کے مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے و اصل الوقف ۹ اصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی
جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ ہان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہو
تو فقیرون کی طرف منصرف ہوگا قیل و شرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بالسماع درست ہی بقول مختار جیسا
مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہی
کہ قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبیٰ مین ہی قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بالشہرت مقبول ہی
انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین و اصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ و توقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس سے
صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف ہی چنانچہ وقف کا
منجز ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا
ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب
بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی و فتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہی جبکہ ان اشیاء
مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہو اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو
عادل کی شہادت سے سوا موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری مین مذکور
ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر
موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہی دفع
حرج کے واسطے اور تا کہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوا خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول
زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معائنہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوا دائی جنائی کے اور سبب
قضا تقلید سلطان ہی سو اسکو کوئی معائنہ نہین کرتا سوا وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہر باقی رہتے ہین تو
اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا
کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر دو فریق میں کوئی فیصلہ کے بعد ہر دو گواہی دیں تو قاضی اُنکی شہادت پر حکم کرے گا کذا ذکرہ ابو السعود و قید الشارح بوجہا بینۃ بان لاوارث لہ غیرہما او وارثہ و موصے لہ اور شارح
و وہبانیہ نے غیر صورت میت پر قید لگائی ہے کہ وہ متہم ہو جیسا کہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کی وصیت کی ہو وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاہد اسواسطے موت کی
موت بیان کرتا ہے کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے [illegible] رقیق علم [illegible] والا فلو کتاب مالک [illegible] ان شہد بما ذکر ان
رقیق فی یدہ [illegible] اور جس شخص کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوا اس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہو
اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو ان کو اس متاع مقبوض کی بعین گواہی دینا درست ہے کہ وہ قابض کی ملک
ہے بشرطیکہ تیسرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ شاید قابض کی ملک ہے [illegible] غلام [illegible] اسباب [illegible] اسی شخص کے قبضہ اور تصرف
میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی ملک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اسواسطے کہ قبضہ اور تصرف ملک کی پہچان کی دلیل ہے کہ
جمیع اسباب میں صریح دلالت قبضہ ہو تو گواہی پر اکتفا ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے
ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی ملک ہے اور اگر وہ رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت اور حریت
بیان کر سکتا ہے تو بمجرد معائنہ قبضہ اسکی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اسباب و متاع کے مانند ہے تو اسکی
ملکیت کی گواہی بمعائنہ قبضہ درست ہے [illegible] شارح [illegible] مشار الیہ کی عبارت [illegible] رقیق [illegible]
[illegible] جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبضہ سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر صغیر میں اسکی رقیت کی گواہی دے [illegible] معائنہ قبضہ
مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی نہ دے ساتھ معائنہ قبضہ کے مگر جبکہ اسکی رقیت معلوم ہو اور مطلب شارح کے کلام
نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا [illegible] رقیق [illegible] العلم [illegible] شہادت [illegible] الاتفاق [illegible]
کی حالت شہادت میں یقین ہونا اصل ہو تو لہذا یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہوتا ہے [illegible] گمان ملک کے
دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو بمجرد قبضہ [illegible]
اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہیں [illegible] شاہد کو وہ عادل [illegible] کی خبر
نہ دیں کہ چیز مقبوضہ غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی شرط نہیں مگر جبکہ
تیسرے دل میں یہ حکم جانا کہ شخص صادق ہے تو اب تجھ کو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شامی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے الا اذا [illegible]
یعنے اگر تیرا دل قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ [illegible] القاضی ذلک جاز لہ
القضاء بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اسکو یعنے قبضہ اور تصرف کو معائنہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنے اسوقت حکم جائز ہے کہ جبکہ مالک اسکا دعوے کرے اور اگر دعوے نہ کرے تو جائز نہیں [illegible] دعوی مالک کی قید میں شارح [illegible]
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں اور زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبضہ جائز نہیں خلافا
للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس کلام کی کچھ
حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں خلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں
تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی المنح [illegible] شاہد للقاضی ان
شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا فیہ اخبرنا بہ من نثق بہ تقبل

اور عیسیٰ ابن موسیٰ بن علی ابن عبداللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی نبی خدا ہے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدا ہے اصغر کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رو شہادت قبول نہیں ہے اسواسطے نہیں کہ بعض عقائد کی تکفیر ہے بلکہ اپنے رئیس کی مانند اعتقاد رکھتے ہیں کذا فی الطحطاوی

ومن الذمی لو عدلا فی دینہ جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے منجملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں الا نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجاویگی ... جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ اوس کو کفایت نہ کرتا ہو ... جبکہ ذمی کی خرید میں مسلم سے گواہی دیں ... جبکہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اسنے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر وہ صورت مستثنیٰ ہے ... مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور قاضی مسلم نے اسکا حکم دیا ہے

وبطل باسلامہ قبل القضاء ... اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اسکے مسلمان ہوجانے سے قبل فیصلہ کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو چنانچہ قصاص کذا فی البحر اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجاوے تو گواہی باطل ہوجاویگی کیونکہ اگر اسکی گواہی پر حکم دیوے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں و ... اختلاف ملتہما کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے

والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر اور بر عکس اسکے نہیں یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ وہ دار الاسلام میں رہتا ہے ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد پر بقول اصح وقبل من علی مستامن مثلہ مع اتحاد الدار لان اختلافہا یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلاً ایک مستامن روم کا اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر

وقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول علیہ کما مر اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں اطمینان نہیں دروغگوئی سے چنانچہ آگے آویگا ... یعنے عداوت دینی ... بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت کا سبب واجب ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہو باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الحموی ... فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی ... معین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ پر ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو مقبول نہیں چنانچہ مصنف فتاوی میں ہے معین الحکام کی طرف منسوب ... ومن مرتکب

صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال ہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اسکا غالب ہو اسکے صغائر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے اور اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ بھی کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت اسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور ... نیکیاں کریں اور ... صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم واقرہ ابن کمال او

خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھڑاوے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت کہا ہے اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ قول
مستضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال و حتی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ
ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہو گئی ہم حموی نے کہا اگر زوال عدالت کا اسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں
پہونچے والمنا شرب محرم محت اوران شرط ہے او قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ گناہ یہ ہے کہ کبائر کے امر سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی
شہادت مقبول ہے ومن اقلف لومن عذر ردالا اذ ہو ماخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں
اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اسکی
امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں کذا فی
المنح والا استہزاء بشیء من الشرائع کفر ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال و خصی و اقطع
اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ہم اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کہ ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا
اسکی گواہی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی
دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور
خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہیں ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے یعنی اسکی
گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنے اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا و عتیق
لمعتقہ وعکسہ الا لتہمۃ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف البائع والمشتری لم تقبل بحر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی
آزاد کرنیوالے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں ہو سکتی خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے
اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی قبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم منفعت
کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے
مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ
الا اذا اشتدت الخصومۃ وخاصمہ معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی
رشتے کے محرم سے گواہی قبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہوا ور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہے ہم محرم رضاعی جیسے
رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور دادا اور سوتیلی ماں اور بہو شخص کو ان کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے
ساتھ خصومت کرتا ہو اسے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اپنے مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا و خزانۃ
میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ہم یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے
واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر
موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہے یا اس وکیل حر کافر
جسکا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول میں قیام شہادت ضمنا نہ قصدا او

ضمنا جائز ہے قصداً ھ بالعکس یعنی گواہی دے کافر اُس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذا فی الطحطاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان
لم یکن علیہ دین لمسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اُس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا فی البحر وفی الاشباہ
لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت فی نسب
شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان وزاد فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر تبعاً
ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی جسکا کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں
نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اُس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت
مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اُسنے مسلم پر میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور
ہے ھ وجہ استحسان یوں ذکر ہے کہ مسلمین یعنی عامی وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت
نسب کا سبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر ایسا کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور
نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاویں جو ایصاء سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسا یہ کی گواہی بضرورت
مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت اُس صورت میں ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ
یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اُسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی یہی محمل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر
کذا فی الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ھم عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ یا
خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کیونکہ بعض صحابہ کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا
علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ
والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو انکی
گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی
یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازون کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام
اہل حرفہ کے چودھری اور مہترون کی اور اسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور قبالہ نویسون
کی اور جہات کے ضمانت دارون کی گواہی مقبول نہیں مانند اُن لوگون کے جو گھیرون کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں
یہان تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر ھم صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال
رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد پیشہ ورون کے چودھری و محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں
اور وکلاء مفتعلۃ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے
مقبول نہیں اور انکو مفتعلہ اسواسطے کہا کہ لوگ انکی جعلسازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور فیہ کما
بضم صاد وتشدید جمع ہے صک کا یعنی قبالہ نویس یعنی کاتب وثائق و قبالہ نویسوں کی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ثمن
ادا کیا ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع نہ ہوں اور کتابت مانند لکھے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور
ضمان بضم ضاد مشدد جمع ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے

لیتا ہو یا اسکے وظیفہ پر گواہی لکھتا ہو مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو انپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال ہو ان لوگون کا سیاہ فام رب العالمین
سے جو ضمان جبایات اور اجارات متعادہ پر گواہی دیتے ہیں انسے نجات سین بچاسے مہا ہو اور یعنی کتب یہان بچاسے جمع خمس یعنی پانچ دو اشارہ توڑ
کذا فی المحیط وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہم لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ میں ہو امیر کبیر نے دعوی کیا
سو اسکے عمال اور نوابون نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق میں مقبول نہیں ہم
عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لا یلیق بہ وہی حرفۃ
آبائہ واجدادہ فلا مروۃ لہ ومن لا مروۃ لہ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد
ہیں یعنی وہ پیشہ جو اسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ نالائق ہو یا باپ دادا کے مخالف تو ایسا پیشہ ور
مروت اور حیا سے خالی نہیں اگر اسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہو تو اسکی گواہی بھی جائز نہیں اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا
کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم فتح القدیر میں ہو کہ ترک مروت مسقط عدالت ہو مروت کی تعریف میں بعضون نے
یون کہا کہ انسان ایسا فعل نہ کرے جس سے اسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہو نرمی کلام حفظ لسان اور بکی
عقل کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعمم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز
بالسماع خلافا للثانی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقا یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہو اور مصنف کا مطلقا کہنا
عام ہو اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمیں شہادت بالتسامع جائز ہو بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک
تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہو کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہو مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان میں
اور اندھا امتیاز نہیں کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہو کہ اسکو کچھ خصم تلقین کردے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہو وافاد عدم قبول الاخرس
مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہیں خواہ جسمیں شہادت ہو جسمیں
تسامع کافی ہو یا اسکے غیر میں خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اور وجہ افادہ کی وجہ یہ ہو کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہیں بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال
صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہو ہم محیط میں ہو کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری
ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت میں گواہی دے تو مقبول ہو کیونکہ بمنزلہ بیہوشی کے ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہو کذا فی الطحطاوی الا ان
تحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر بلا ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد
آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہو اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد
الابصار والاسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی مقبول ہو بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام
کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہو کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی
ہو کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہو حالانکہ ایسا نہیں ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہو اور باقی
مسائل ثلثہ میں حکم صحیح ہو کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہا لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم تقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق
میں ہو جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہوگی

مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اسی حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اخرس اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور اداے شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور ایسا ہی شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا العبد الصبی (?) اسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین مع الاربعة سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو ان خاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے ہم چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا ومحدود فی قذف تام الحد قیل بالاکثر والاول تام بشاء (?) فتح لاان اور وہ تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہیں ہے جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرانی سے ہم قاذف کے حق میں قران مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور رحیم) یعنی جو حرامکاری کا عیب لگا دیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لا دیں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اسواسطے کہ عدم قبول شہادت اسعلم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف الی ما یلیه واولئك هم الفسقون) اور استثنا راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون کی طرف نہ لاتقبلوا لہم شہادة ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وتمامه فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثره بعد الاسلام علی الظاهر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اسکی گواہی مقبول ہو گی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاے بموجب قول ظاہر الروایت بخلاف اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو رد کی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں قید کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینة علی صدقه اما اربعة علی زناه او اثنین علی اقراره به کالو برهن قبل الجلد کمحدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راستگوئی پر اس طرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنح اسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اوسکی تہمت اسپر سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیه الفاسق اذا تاب تقبل شهادته الا المحدود فی القذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جبکہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاهد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا ملتقطا لکن

ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول بشہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید ہو اسلئے لگائی کہ
غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور تصحیح وغیرہ میں کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ
مقبول ہو اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی الفتح و صحح ان حادثۃ تقع فی الحمام کذا اقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب والشہادۃ النساء فی الحمام فی الحمام

وان ہو مستبعد لحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ ومن ملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر منسوبا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وغیرہ وشرنبلالیہ عن

فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی قلت ینبغی اعتماد ہذا للفتوی وقد منا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث
الصبیان اور مقبول نہیں گواہی مجہول کی اس حادثہ میں جو واقع ہو مسجد میں اور جیسے کہ اسی طرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں ان حوادث
میں جو لڑائی کھیل کے مقام میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہوا اگر چہ اس بابت میں سبب
منع کرنے شرع کے اس فعل سے جسکے سبب سے مجبوس مستحق حبس کا ہوا اور سبب بن شرع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت میں
تقصیر انھیں کی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہے کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل
میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیئے کہ فتوی دینے کے وقت ٹھہرا رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول
شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہیں
کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہوگیا اور یہ مجہول ہے کہ فسق میں گفتگو ہے اسواسطے کہ کبھی انسان بقصور بھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق مجبوس میں
نساء میں البتہ ظاہر ہونا اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا و ہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ
کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی
عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور
نہ غلام کی اپنے مولی کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ

ولا الولد لوالدہ ولا المراۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی
الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ
زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص انکار کرتا
ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا ثم شہد لہا فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیہ فتعلم

منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل او اداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ
میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور اداء شہادت کے وقت ہم شارح کو
مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے
اسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہے انتہی جیسے وجیت عند التحمل منع نہوئی تو اگر زوج گواہ
ہوا حالت زوجیت میں اور بعد القضا سے عدت اسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت اداء میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہوچکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ ای ان علا مقبول نہین گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنے اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل العبید ہون یعنی دادا پردادا اور
نانا پرنانا ہم دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہے جو مذکور ہو چکی اور ہو اسواسطے کہ منافع اولاد و آبا مین متصل ہین تو گویا اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی و لہذا
انکو زکوۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن حسین کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علی مرتضی کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نہ کی
تو علی مرتضی نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ بیٹے اور شاہد ہین اسیطرح بعضی روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضی نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور بعضے نے انکار
کردیا تو بعضون نے کہا کہ علی مرتضی نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین
گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب حموی نے اسکی تاویل کی ہے کہ صورت مفروضہ مین ٹھہرایا ہے وہ منقول یہ ہے کہ ایک عورت نے لڑکا جنا اور ایکی
جسنے دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی شوہر سے ہوا اور شوہر منکر ہے تو زوج کے باپ اور اسکے دادا نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ بیٹا ہے اس عورت سے تو دونون کی
گواہی مقبول ہے اور شرح الفقاری وحاشیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ مین قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہو کہ بیٹا عزیز تر
ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صدق کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اسیطرح کا حکم فرع کی عکس کے تھا کیونکہ شہادت
اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے
گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے
نکاح مین ہو ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنی مین اسواسطے مقبول نہوگی کہ اسمین جر منفعت ہے
ماں کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لاتقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فرجہا اوشباہ مین آٹھ
ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر
اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ مین یون مذکور ہے کہ تین شخصون نے ایک شخص کو عمدا قتل کیا پھر
آخر دو نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اسطرح کہ دونون سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا
اور ہم اس ایک شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہے انتہی مین
کبری مین ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے
شخص کے حق مین ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبالعکس للتہمۃ
اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے تو گویا اپنے حق مین گواہی ہوئی
والسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے
حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اس مال مین جو دونون مین مشترک ہے اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایکوجہ
فی الاشباہ للخصم ان یطعن بثلاثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ مین ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد مین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت
سے ہم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہین تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہین تو ملاکات اقامت بینہ لازم ہے اور اگر
کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہین ظاہر الروایۃ مین ہے کیونکہ شہادت علی النفی
ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لاتقبل مالم یکن خراج کل ارض معینا اوالخراج لاشیاء اوفتاوی نسفی مین مذکور ہے کہ

اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر یا دقی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر ایک کا خراج معین نہو یا شاہد کو خراج میں منفعت نہو ہم اور اگر خراج ہر ایک کا
معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمیں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ
انہا من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون بشئ من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل والا قبل الا اخذ شیئا لا تقبل وکذا فی وقف
المدرسۃ انتہی ملخصا اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گاؤں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی
دیں منجملہ مصالح و منافع کے مثلاً اگر فلان زمین کو کہیں کہ ہم راستہ سکتے ہیں سے ہے کذا فی الدر اگر یہ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو
اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ پھوڑنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لونگا
تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی بافی فتاوی الخیری تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے
لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول
شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم والتابع او التلمیذ الخاص الذی
یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور
مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے
خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے حدیث کا
کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے یعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے
ہم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے
ساتھ کھانے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور کہ اسکو
حدیث کا جو ابو داؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ
وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور
شہادت قانع کے واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق
بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے
اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس و کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور سنار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر
کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کے کہ اسکے منافع
مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کرسکتا مدت اجارہ میں تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے
منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے
قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم ہے افتح القدیر میں کہو ہ مخنث بالفتح من یفعل الردی وہو المخنث کی گواہی عدول نہیں مخنث بفتح نون
وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتوں کے افعال سے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں انکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت کا
محل تو اہوا اور قولی مشابہت یہ کہ عورتوں کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک خلقۃً قولی یا فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں
ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں مخنثوں پر

گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی
سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی هم فتح القدیر میں حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی
ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی
گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں سچا ہے تو غلام کی
گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک یہ شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ حر کا یہ کہنا
کہ میں تیرا غلام ہوں باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہوں اور مطیع اور مجاز کلام میں شائع ہے یہانتک کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ یہ شہادت اس سبب
ہے کہ اس مجاز سے خود میں آپکو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہی مختصرا و تفصیلات فیہ کثیرۃ او اعتاد شتم الاولاد او غیرہم
لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیاں دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتاد شتم یعنی گالیاں
دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے هم کثرت حلف اگرچہ سچائی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور یہ شبہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے
اور گالی دینا یا اسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی اور بیہودگی اور بے ادبی اور کمینوں کی عادت ہے جسمیں مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ موجب
فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بلفظ لعنت ہے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علی
روایۃ فوریۃ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے هم یعنے تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا و ترک
جماعۃ او جمعۃ و اکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے هم بلا عذر ترک جماعت و ترک
جمعہ اور اکل تینوں کی قید ہے یعنے اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت
نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فاسق نہیں لیکن بعضوں کے نزدیک ایکبار
ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بعذر جو سنت مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالہ نہیں کذا فی الطحطاوی
و خروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے هم ظہیریہ میں فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت
کے واسطے نکلے نہیں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالہ ہے کذا فی الطحطاوی و رکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے هم اسواسطے کہ جب
کہ ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالا تا مالدار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی
گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر رکوب بحر علی الاطلاق بلا اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان
تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلاطین ہند
میں سوار ہوا کیے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی و لبس حریر و بول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر و طفیلی و مسخرۃ و رقاص
و شتام للدابۃ و فی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح و غیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب ساقط عدالت
ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی
الفتح و فی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یتقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں
شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ
هم ایک نسخہ میں یتقیض ہے بجائے یتقرض کے اور اسیطرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں یقرض ہے بیائے تحتانیہ و قاف کذا فی الحلبی

ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کیا ہے اور سوا شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب
صغیرہ گناہ ہے ھم شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو لائق اعتماد کے نہیں کہ صریحًا نقول مذہب کے مخالف ہے
کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اسکا فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا
عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے بایں صورت کہ مست ہوکر نکلے اور اطفال اسے کھیلتے ہیں تو ایسے شخص میں مروت نہیں ہے اور ایسا شخص کذب سے پرہیز
نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور
عینی میں ہے اور بنایہ میں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق
ذکر ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر
کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان اشتہار کے واسطے
شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللهو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالة لشبهة الاختلاف صدر الشریعة ابن کمال اور مصنف نے
ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہۂ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ
ابن کمال ھم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بوسیلہ اس قول یا فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ ہے جو دوا کے واسطے نہو تاکہ
پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروته وکذبه غالبًا کافی اور اسکی گواہی قبول نہیں
جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبًا کذا فی الکافی ھم لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر
دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع میں تو اسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں
کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجلس میں کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ مجنون ہے والطیور الا اذا امسکها للاستیناس
فیباح الا ان یجر حمام غیره فلا لاکله الحرام عینی وعنایه اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے
رکھے تو مباح ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ھم کبوتر بازی وغیرہ سے
اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ صورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کبوتر اوڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات
نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لهو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش
بان یرقصوا به خانیه لدخوله فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور
مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جبکہ
اسمیں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اسپر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیۃ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر میں کذا فی
البحر ھم محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے
یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان الله بعثنی رحمة للعالمین وامرنی بمحق المعازف
والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح میں
نکاح کے مانند ہے ہر سرور حادث اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

مشکوٰۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں مثل عود اور طنبور کے اور منیرہ میں جمع فرمایا کہ غنا اور جس قصبہ
یعنی نے اور بانسری میں گانا میں اسکو نیاسہ اور فرمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقہا آواز
مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے نخست حرکذا فی ترجمہ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول
نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ
فتامل اور سعدی افندی کا کلام مغنی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو تامل کر
وسکوہم طحطاوی سے کہ اقید بکونہ غیر ظاہر ہی لکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ
قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے رفع وحشت اسکے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا
کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے ومحل الاختلاف
سرود وہ ہے کہ باجا نہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ گذرا و بنایہ
اور عنایہ میں ہے کہ لہو ولعب کے واسطے گانا معصیت ہے تمام ادیان میں ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم
من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایہ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے
جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اسمیں جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے
اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا
منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بحر الرائق میں ہے
کہ مشایخ نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور ہدایہ اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی
وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیوں اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نص
مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی مورد نہیں کیونکہ
ہدایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہے اور زیادات کی عبارت اقتیہ بشہرت کی مفید ہے اور شہرت اسوقت ہو گی جب لوگوں کے سامنے گاوے وجہ افادہ قید
شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت
تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اسکی جو لوگوں کے واسطے گاوے
اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرے سنیں تو اسکا مضائقہ نہیں اور
عدالت اسکی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمیع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگر
تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر
نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر
لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا
کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور تحفہ براء بن مالک کا

رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد
تابعین کا صدر اول ہے انہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بالفتح اللام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد ہیں یہ لوگ ہیں خیر کے ساتھ اور بالسکون اللام بدکار لوگ ہیں جنکا
عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی الحموی حدیث شریف سے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علما مجتہدین یا ضمیر ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین فیہ من العنایۃ عن المالی انہ
لا تقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلھا ممن تبرا منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف
سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار ہو اور فرق اسمیں یہ ہے اسواسطے کہ
وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو بیزاری سے اپنا فسق ظاہر نہیں کیا اور دلیل میں کہا بخلاف سب کرنے کے کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کردیا
ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہد ابنان ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ ای ادعی صحت شہادتہما استحسانا
کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصیہ بثالث علی الایصاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور
اسکا دعوی کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو قرضخواہوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی
گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے
شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصیت سے انکار کرے تو گواہی
اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ
بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ
ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے
کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کے کہ اسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی
عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مال او غیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذا لا یملک عزل نفسہ
بلا عزل قاض فکان کالمیت لنفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ
قاضی نے اسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے وارثوں میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں اسکے
مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات سے معزول کرنیکا
مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی حاصل صورت اولی و ثانیہ وصی کا بجائے
میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان یعنی جب بجائے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف
الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم
خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی
میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے اسم تہمت سے مراد تہمت الصدق ہے یعنی وکیل جسمیں خصومت
کرچکا ہے اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا قبلت [illegible] خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل
کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک [illegible] خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف
نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضیۃ ان یصیر خصما ولم ینتصب

و ان صغیرا لم یجز اتفاقا وصحح فی الوصایا یا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح المجرد وعن اثبات حق اللہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے علم جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا نجہ صلوۃ اور حق العبد جیسا نجہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہو جسپر فقط عذر شہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر مین ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے تو ضرور ہو کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکا دفع فی الحال قادر ہو توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت علی اشاعۃ فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ ملاقاضی کی پاس مین گواہی دیتا بلکہ اگر شہود قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل ہو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ قبیل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہو مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرارداد کی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہو ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل کیا ہو اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہو اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہو باتباع عامۂ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہو علم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہو قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح مشاہد قبل التعدیل دفع ہو شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہو ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے بیان کرنا کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہو جبتک کہ جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل ہو رفع سے اور یہی سبب ہو جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلا نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہو کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہو نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہین بایں معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول نہ ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہو کہ اگر تو کہے کیا یہ بات نہین ہو کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہو قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دون کہ ہان مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو انکی عدالت مین اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا لہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد خبر شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل التعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول ہوگی تو خلاف الفتوی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و ظاہر کلام الوانی و عزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت وقت
شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا
اسواسطے کہ اس باب مین انکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے و جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار مین نہین اگرچہ قبل
تعدیل ہو یا نہیں ہوسکتا کہ اگر وہ شہادت کے شمار مین ہوتی تو مدعیون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی
الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال فیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلانا فان عدلوا قبلہا و غیرہ للمضمرات اور اسیطرح قہستانی کا بھی
میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمین یعنی نقایہ کے کلام مین اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے
اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ و علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے تو ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ فسق مجرد پر شاہد عدل ہین مقبول نہین انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر عدل
ہین قبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا ہے علامہ مرغینانی کی تو
لا قولہ تنبیہ اور برجندی نے قبول شہادت کو بصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا غیر جو علامہ طحطاوی نے کہا کہ تنبیہ سے معلوم ہوچکا کہ اسکی کچھ
حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہوئی ہے مثل ان شہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ
مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یون گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین ہم جرح مرکب کی بھی مثالون مین زنا اور اکل ربوا
اور شرب خمر مذکور ہو تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد مین سبب تقادم مجہول ہے اور جرح مرکب مین بخلاف تقادم مجہول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد مین
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا معنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہین بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی
اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل
بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دین کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر تھے اس شہادت
مین یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی مین یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہین مدعاعلیہ پر اس حادثہ مین تو یہ گواہی مقبول نہین بعد تعدیل کے
بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر مین ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے علامہ طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل مکرر محض ہے و تقبل
لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے
جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی
اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزین ہین او فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی
اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے او اقرار
ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرلے سے مرتفع نہین ہوتا خزانۃ اکمل مین ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود
باسطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح او طعن نہین بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس
الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس مین جسمین یہ حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی
القذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف ہین

یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہو او انہم زنوا و حدوا او سرقوا منی کذا و بینہ او شربوا
الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال
مسروق کی اُسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ
تقادم زوال بو سے یعنی بو جانے سے ہوتا ہو اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گزر جانے سے او قتلوا النفس عمداً یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر
او انہم شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہو وہ مال ہو مراد یہ ہو کہ شاہد شریک مفاوض ہو مدعی کا تو جو اس
دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہو مدعی بہ مین ورنہ اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو
کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لیؤدوا الشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال ولو لم یقلہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ
یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس
اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہو گی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ خصم نہ ٹھہرا ھم یعنی جب
یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اُس وقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہو گی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہو گی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہو تو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا ودفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فالصلح بالمعنی الشرعی لو قال لم ادفعہ لم تقبل علی ان لا یشہدوا علی زور وقد شہدوا زورا وانا اطلب
ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی عوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر
کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین اُنسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے
ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہو گی اور اگر کہے کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد مست الحاجۃ
لاحیاءہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہو کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی
شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما
شہد بہ ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ بحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز نہین ہوئی اور مدعی نے
اسکی تکذیب نہین کی یہانتک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی قبول ہو سب چیز
مین جسکی اُسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہوا اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہو کذا فی الخانیۃ والبحر خطا بعض شہادت
خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ مثال ہو کہ پانسو کی گواہی
دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہو اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے کبھی ایسا
ہو جاتا ہو کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہو پھر بولا کہ مین نے
خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہو تو گواہی مقبول نہو گی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بالباقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل و
سعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہو کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہو اور اسکی کہ باقی کا حکم ہوگا
اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہو اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہو تو خبردار اور ہوشیار رہو جاھم شارح کا یہ
استدراک بے معنی ہو کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہو مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہو کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد
نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہو تو اسمین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور

بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا سوا اسکے
جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہی مختصرًا وان قال الشاہد
بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنابر
ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت مین شاہد مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلانا ہو طمع دنیا دیکر صدر الشریعہ نے کہا کہ عدم
قبول اس صورت مین ہے جبکہ محل شبہہ ہو یعنے چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجالس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو
اسنے ذکر نکیا پھر اوسی مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایکے کا نام نلیا تو
مقبول ہے سوا اسکے کہ قضا متعین نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب بدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع
ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایہ ھم مثلاً حد غربی کے مکان کو شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمران
کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدون نے ایک
حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو درست ہے کیونکہ توفیق ممکن ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہو گیا
بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح الاولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولے بالقبول ہے اس گواہی سے کہ بعد صحت
مرگیا ھم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے
چنگا ہو کر دنون کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید
بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے
اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی
اولی اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبینۃ
الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ
الصحۃ درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہو گیا اولے ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے
جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خریدا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے
کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ مین ہے یعنے وہبانیہ مین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر ہے ھم درر مین جو صورت کہ
مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ
کی قیمت اسوقت بیع مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول
معتبر ہے کذا فی المنیۃ ھم شرح وہبانیہ مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے
در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ الورثۃ
مثلًا کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی
مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مخلوط العقل یا مجنون تھا ھم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ
عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مخلوط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور مورث نے گواہی قائم کی
کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر وفقال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو
معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی
ولو قال الوارث کان یہذی سے یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی
یہانتک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یورخا
فبینۃ الطوع اولی کالقنیۃ وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے
تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی المتقط
وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اُسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ
شیخ وہبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے
اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں
مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا
دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی المتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولی
اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا
فی ید الخصم فشہد آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے
کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے
کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر اوشہدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور
اُسکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے اوشہدا علی الاسم والنسب لم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ یا دو شاہدوں نے نام
اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمے باسم ونسب مذکور ہے
کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ علیہ الفتوی
ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ کہے
اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ہم یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں
کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوے متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اُسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اُسکی تکذیب
نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا
میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت
یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اُس دن

موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتی نفی سے اور پورا
بیان اسکا واشی الاشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی الشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق
النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں
مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان البعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے اپنے باپ کا دعوی کیا تو
بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل
اور باقی میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت و زاد محشیہا خمسۃ اخری مع زیادتی البحر میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں
بحر زیادتی نقل کر کے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ قطعا ہو کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب قبضہ کے دو شاہد کافر ہیں قائم کئے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے
کہ کافر مرگیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں ممنوع ہوگی اور ازانجملہ
یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کچھ شے کی چوری کی گواہی دی تو دونوں پر قبول نہیں اور کافر پر نقدان کے چیز کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے بیان میں کہ حکم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت و دعوے کے خلاف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یہ باب اپنی اصول مقررہ اس باب کی
مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم یہاں مقصد یہی ہے ہم نے بیان اسواسطے کہ ان قواعد باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی
بخلاف حقوقہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد میں شہادت قبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوے پر موقوف نہیں
ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ
لا اقل للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کمتر ہو کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے
اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان
الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب یقتصر علی وقت السبب اور ازانجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب یا نقد خرید یا ہبہ ذکر نہ ہو
وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب اوقات سبب پر مقصور ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور زیادہ ہے ملک مقید سے یعنی
کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک بسبب مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ
قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط وسیتضح اور ازانجملہ موافقت شہادتین ہے یعنے ایک
شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوے سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے
واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوے کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری
تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوے کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا
فی الدر رتقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم
فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوے کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے شہادت کے مطالبہ کے
اگرچہ مطالبہ بوکالت ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوے شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو
ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل ہذا اصل الاصل المقدمۃ
جبکہ شہادت دعوے کے مطابق ہوگی تو مقبول ہو اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے فوائد متقدمہ سے ہم شارح نے تقدم
دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اولی اسکو قاعدہ اعتبار کرنا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا
مطلقا فشہدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بایک سبب کی گواہی دی
چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو
گواہی مقبول ہے بسبب اسکے کہ شہادت کمتر دعوے مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہوچکا فوائد متقدمہ میں ہم شارح نے ارث کو
ملک مقید کی مثال میں ذکر کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب
ذکر کریگا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی ح عکسہ بان ادعی بسبب فشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور بالعکس اسکے اس طرح کہ دعوی کیا
ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب اسکے کہ شہادت اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے
تو مقبول نہیں قلت وہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما استفید ذلک میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک مقید کی دعوے میں ملک مطلق کی
شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا میں ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم اگر دعوی
کیا ملک بالارث کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی
کیا یعنی یوں دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے
اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوے کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر
نکیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک شخص سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اسمیں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلاثۃ
وعشرین اور بحر الرائق میں تئیس صورتوں کو استثنا کیا ہے ہم یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول
نہیں بحر الرائق میں تئیس صورتیں مستثنی کی ہیں ط طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقتہا قبلت والا لا) مذکور کرتا
چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صورتہائے مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کریگا اور بائیسویں صورت شراء من المجہول
ہے جو مذکور ہوچکی انتہی مختصرا وکذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا ومعنی اور اسیطرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہے ہم امام اعظم رحمۃ کے نزدیک
تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا
مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیتہ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر آخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں شرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے
اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر
نہیں کیا والمسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں شارح ذکر کرچکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع
واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین رح نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ
متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنے غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر فلو شہد احدہما بالنکاح

والآخر بالتزویج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہوا اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ھ
مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ والعطیۃ
ونحوهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ھ مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابرا دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابرا کی گواہی دی
اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلاث ردت لاختلافهما
اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے
نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں مضمونوں کے ھ صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد کہتے ہیں
اور ایک طلاق اور ایک پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار یا ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد شہادت دیتا ہے تو متفق علیہ ثابت ہو منفرد نہیں اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں
شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار
به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ شاہدوں کا
اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر بعد قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو قبول
ہے اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوے میں [illegible]
شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشهد احدهما بالدفع والآخر بالاقرار به لا تسمع لجمعه بین قول وفعل [illegible] اور اسی طرح
گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے
اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ھ جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے
لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ کشهادة احدهما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صیغة الانشاء والاقرار فانه یقول فی الانشاء بعت واقرضت
وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض
یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے
بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنے تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے
بعت اور اقترضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ھ اتحاد صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار
کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں کبھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد
اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا بالسیف والآخر بسکین لم تقبل لعدم تکرر الفعل بتکرر الآلة محیط وشرنبلالیہ بخلاف اس
گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے
فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ھ فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور
دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل
علی الالف فی شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول
ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا
نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابرا دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ھ یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا

اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو میں
منفرد ہوا اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہیں اسواسطے کہ مدعی نے تکذیب کی اُس شاہد کی جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر
مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں نے سو درہم لے لیا یا میں نے اُسکو معاف کر دیئے تو دعوے اقل میں گواہی
مقبول ہو وہذا فی الدین اور یہ یعنی شترط موافقت بین الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعوے میں ہو تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع
ہو جو اصول سابقہ سے معلوم ہو کذا فی الطحطاوی وفی العین تقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین له وآخران
ہذا القبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقا اور دعوے عین میں گواہی مقبول ہو ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے
کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہو اس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدوں کا
اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرهما عزمی زاده
اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع
یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل بقوله فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابته علی الف وآخر بالف وخمس مائة ترد لان المقصود
اثبات العقد وهو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے
گواہی دی غلام کی خرید یا اُسکے مکاتب ہونے کی ہزار درہم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہاں مقصود اثبات
ہو عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہو بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوا ہر واحد پر هم عقد مختلف ہوتا ہو
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہو اُس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہو تو مشہود بہ مختلف ہو گیا اُن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہو کذا فی الدرر ومثله العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأة لف ونشر مرتب
اذ المقصود هو اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہو اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی
صلح میں اور راہن رہن میں اور عورت خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہو عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب
اثبات عقد ہو نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہو باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی
الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین اذ المقصود هو المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہو اسواسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہو نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو
چنانچہ مذکور ہو چکا هم توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہو کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجکو پندرہ سو درہم پر آزاد کیا اور غلام دعوے کرتا ہو کہ ہزار درہم پر
یا ولی قصاص کہتا ہو کہ میں نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہو اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہو اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے هم یعنی اگر مستاجر یا موجر نے
دعوے کیا کہ اس گھر کی اجرت ایکسال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند
بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاے منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہو باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدها لو ادعی المؤجر ولو المستاجر فدعوے عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہو مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر
مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہو بالاتفاق هم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین مستاجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

انہ حاصل کی ہو تو یہ دعوے اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا ہزار و پانسو کی اور مدعی ہزار و پانسو کا مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہو گا اسواسطے کہ مدعی جو کچھ مقصود
نہیں ہے مدت کے سوا اسکے اجرت ہے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہو گا بقدر اسکے اعتراف کے
خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا خلافا لهما
اور صحیح ہو نکاح اقل سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہے اور وجہ استحسان
یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمین اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل الامین پر
حکم ہو گا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر یا بضرورت قضا بالنکاح لازم ہو گی کذا فی الفتح ولزم فی صحة الشهادة ای شهادة ارث بان يقولا مات
وترکه میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور ترکہ کو واسطے مدعی کے واسطے میراث
چھوڑ گیا اور جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں ولهذا
مورث کی وطی میں وارث پر استبرا واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہ ٹھہرے
اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد بعیب بسبب عیب کے کر سکتا ہے تو ملک مورث
کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہد بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامه کمستاجر و مستعیر و غاصب و مودع فیغنی ذلك عن الجر
لان الايدى عند الموت تنقلب يد ملك بواسطة الضمان فاذا ثبت الملك ثبت الجر ضرورة جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں مورث کے
ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبضہ و تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ و تصرف کی
گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہو چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یعنی شہادت ملک یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے
قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب وارث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضمنا ثابت ہو گی جب بوقت
موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب و قبضہ امانت و قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبض ملک کا
ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مر جاوے تو مغصوب و ودیعت اسکی ملک ہو جاتی ہے اسپر ضمان واجب ہو
شرعا کذا فی الفتح ملاخسرو نے درر میں کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب یا
امانت اسکے پاس ہوتی تو لیتے وقت تا زیست میں بیان کر دیتا پھر جب اسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف میں تھا سو اسکا ملک تھا انتہی ملخصا
ولا بد مع الجر المذكور من بيان سبب الوراثة وبيان انه اخوه لابيه وامه اولاحدهما ونحو ذلك بحر اور شہادت میراث میں جر مذکور کے ساتھ
بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہے
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریہ هم اور مولی کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث نہیں
سوا اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی وبقي شرط ثالث وهو قول الشاهد لا وارث له او لا اعلم له وارثا غيره اور شہادت
ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوا مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوا اسکے والرابع
وهو ان يدرك الشاهد الميت والا فباطلة لعدم معاينة السبب ذكرها البزازى اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی
دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معائنہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا واما ذكر اسم الميت فليس بشرط
اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شهدا بيد حي سواء قالا سنة او شهرا والا رد ممنوعا بجهل التنوع بدائع اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نکہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے گواہی با مر مجہول سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ھم یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ مین ہے سودوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور گواہ ہونے گواہی دی کہ سابق مین مدعی کے قبضہ مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی کس سبب کے حکم نہ دیگا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین ھم پہلے صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک مستقصی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہو معلوم نہین کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ نہین اسکے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی تحت قولہ والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک مستقصی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیۃ ھم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل لحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ھم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ھم تبیین اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے ہزار مین سے پانسو ادا کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نکرے تاکہ شاہد مدد گار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریۃ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوے کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے دین مین اس طرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین

تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہد یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اسپر موجود ہے کذا فی البحر قلت وسیأتی لفظ
مافی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لا یخفی میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام
میں ہے ثابت ہو جانے دین سے مجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہے مترجم لیعنی
بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تاکہ مال میں توفیر رہے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت میں بقدر
کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا مانع یعنی اگر کسی نے
زمانہ گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے اصح یہی ہے جیسا کہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین
مترجم ادعا ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو تیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے اور نیابت جاری نہیں ہے باوجود یکہ ان فقہا نے بدلیل
استحسان اسکو جائز رکھا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی
جائز نہو تی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فرع کی شہادت پر شہادۃ علی ہذا القیاس
کذا فی الدرر ملخصا ہی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الافی حد وقود لسقوطہا بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع
میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہو جانے دونوں کے شبہ سے
وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعذر و بلا عذر ہم خزانۃ المفتیین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر
نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت او مرض لیکن فرع کی
گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مر جانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ
عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ماہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمیں کلام ہے سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور
نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علے الشہادۃ میں ہے مترجم قہستانی نے
کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا میں ہے کہ اصل جب مر جاوے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے
عبارت خانیہ کی دیکھی اسمیں نقل نہایہ خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا فانہ نقلہا عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی
تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبۃ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد
وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے
اس طرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگوں میں رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مترجم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہو سکے اور سفر سے تین روز کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے
تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر میں رات تک آسکے تو اشہاد جائز ہے
اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ او کون المرأۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل
متعذر ہو بسبب بیچ عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیہ وفیہا لا یجوز الاشہاد بسلطان وامیر

قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہے یعنے جب کہ سلطان اور امیر شہر میں ہون تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمدؒ کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ومثل ہذا المحبوس ان من غیر حاکم المسلمین فذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کہا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم مسلمین نے محبوس کیا ہو تو جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اسمین ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہیں بعضون نے کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے حبس میں ہو اور نکالنا اسکا ممکن نہ ہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا طلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما افادہ المصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادا شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی لیے مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ اداء شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس فصل میں کہ جواز الاشہاد مطلقا وتشترط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین ہون وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہے کذا فی البحر حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذاک خلافا للشافعی نہ مغائر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی ہم یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغائر ہون بلکہ دو شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا دو ہی شاہد دونون کے ہون اور امام شافعی کے نزدیک شرط ہے کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ہم یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے ہو اسلیے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردہ ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ مین مسیء یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی بہ لانہ اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتون مین سے اوسط عبارت ہے اور اسمین پانچ شین ہین اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی اس شہادت پر اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشہد ان فلانا شہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ بذلک اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث اور انکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل و کفایت کرتی ہے

ملہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلان شخص نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اقرار دی ہے کہ اسکی گواہی پر گواہی دون اور مین اسکی گواہی مال مذکور کے باب مین گواہی دیتا ہون ۱۲

تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول و فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح
لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کہ ثابت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح میں اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے اسناد دوسرے عادل کی
تعدیل سے یعنی بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں یعنی اسلئے کہ اپنی شہادت بھی اسکی منفعت کی ضمن
ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الاصح شرنبلالیہ شرح المجمع وکذا لو قال لا یعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط
فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے
اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول اصح اگر فرع کہے کہ میں اسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ او شرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل
عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور بنہیہم عن الشہادۃ ای الاداء فی الاصح یعنی منعنا ایاہم لفظ اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی
گواہی چند امور سے بسبب روکنے اصول کے فرع کو شہادت سے یعنی جو اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دینا تو شہادت فرع باطل ہو بقول
اصح کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن میں مخالف اسکے وبخروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت
کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و
بانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدنا ہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا
یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہم نے انکو گواہ نہیں کیا یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہم نے غلط کہا کافی میں ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں
پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں
اگرچہ اصول منکر ہوں کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار
تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا
بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفاہا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدوں نے گواہی دی دو شخصوں کی شہادت پر فلانی
عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو
لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ
میں وہی عورت ہوں صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہوں اور یہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہوئی
اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو مسئلہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر میں کہا کہ مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوں کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی
دعوے کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو پھر اسکی تو ضرور ہوا اس امر کا اثبات حاضرہ کے واسطے تو گویا
شہادت قاصرہ کے مانند ہے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ
فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلف لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر پھر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو
اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

تکلیف دینے کے اسباب کے اثبات کی کہ یہ ہر دو ہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر
والیہ یرم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے
کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمیں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہون اور
قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان ہون اور اس محلہ
یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اسی نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی
الطحطاوی ولو قالا فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا الخاصۃ اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہیں یہان تک
کہ اسکو اسکے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اس سے معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ
کی طرف نسبت نہو اور یہی مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جو اعلی کی ہے خلاصہ مین ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح
مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ
اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل انسے منشعب ہوئے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور
قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود
اعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہو اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ
عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی
شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین
دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل
علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا
فی الدرر بخلاف ملتقط یعنی اسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او لاغلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر
ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوے نہ کیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی
تحریر کیا ہے ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی
اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے
شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل
نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ جسکی
گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہو تو قاضی اسکو بازار
مین بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا
تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسی کو پسند کیا وزاد ضربہ وحبسہ مجمع اور صاحبین
نے اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا کذا فی المجمع ہم فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم

ان للقاضی ان یسخم وجہہ اذا رأہ سیاسۃ ار بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان تاب لم یعزر اجماعا وان تاب لم یعزر اجماعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے اجماعا اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ھم اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح ولتقدیر مدۃ توبتہ ولو لرأی القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہے بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی عینی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی العینی وغیرہ ھم اسواسطے کہ کہا ہے اسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی بابت گواہی دی اور مانند اس کلام کے ھم چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں باطل تھا شہادت میں اپنی ناحق تھا میں کذا فی الدر فلو انکرہا لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو گواہی سے ثابت کیا یا بصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے ھم یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما المنتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی المنتقی ھم یعنی اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا انپر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے کذا فی الدر ولو برہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک اگر مدعا علیہ گواہ لایا اسپر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن الملک یعنی گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اسپر حکم نہ کرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجائے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو فسق سے منسوب کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح ھم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور کو

مذکور ہو چکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک او ضرب او حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور اسکے بچہ
کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا ولیس له نقض الحکم مطلقا ترجمہ یا لقضاء اور یہ قضا کا کم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے
وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح لیکن بہتر ہونا خبر اول کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لترجح الخبر الاول باتصال
بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر اضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدوں کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے
تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول کو ترجیح اور غلبہ بسبب اتصال قضا
بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل یرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا لانہ لم یضمنوا الشہود
لما مر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی له شرح کمال بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت میں باطل
ہو جاتی ہے اور مقضی له پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اسواسطے
مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی له پر ہے کذا فی شرح الکمال ہم صورت مذکورہ میں خطا سے حاکم یہ ہے کہ اسنے حال شہود کا تفحص کیا
نا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیه لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا الی القضاء اور شاہدین
راجعین تاوان دینگے مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر
ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے میں ہم امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جبکہ وہ رجوع کریں اسواسطے کہ شہود
سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت
باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اسلئے اگر حکم نہ کرے تو
گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہے قبض المدعی المال ولا یفتی بحر وبزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین شاہدین ضمان دینگے خواہ مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو یہی
فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ وخزانۃ المفتین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبله اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور
کنز اور درر اور ملتقی الابحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہیں وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے
اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بما تلف
ہے سو عین میں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمیں تصرف جائز نہیں اور مقضی له کو جائز ہے اور دین میں ملک کسی کی زائل نہیں ہوئی
جبتک کہ مقضی له قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو ما تلف متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیه لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور
ضمان میں اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما
ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے
نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جسمیں حجت باقی نہیں وہ
ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شاہدین راجعین نصف
مال کا ضمان دینگے ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد وان رجعت امراۃ من

کہ

رجل وامرأتين ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے اسواسطے کہ
شہادت پر اتنے شخص باقی ہیں جنسے تین چوتھائیاں باقی ہیں فان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں
تو دونوں نصف مال ضمان دینگی اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوة من رجل وعشر نسوة
لم يضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دیگی اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخرى ضمن التسع ربعه لبقاء ثلثة ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں
چوتھائی مال کا ضمان دینگی بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی
الدرر تو عورتوں کی رجوع سے تلف ہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سو اگر ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک
تاوان چھٹے حصوں کے حساب سے ہوگا یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں پر ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ دو دو عورتیں بجاے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام
پانچ مردوں کے ہوئیں تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو اسپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنی ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا عليهن
النصف كالو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے جیسا کہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جاتیں تو اسپر نصف تاوان ہوتا
صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں واسطے انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک
مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا ضمن راجع فی النکاح شهد بمهر المثل او الاقل لان الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دینا شاہد راجع نکاح میں جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض
بمنزلہ اتلاف کے ہے اور شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا
نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا بشہادت پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے
خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرة وان زاد عليه ضمنا الزيادة لو هی المدعية وهو المنكر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی
زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دینگے زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے
اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر
کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دینگے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اسواسطے کہ
شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعیہ
اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شهدا باصل النكاح باقل من مهر مثلها فلا ضمان على المعتمد لتعذر المماثلة بين البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں
کہتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور یہاں تک شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے
اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شهدا عليها بقبض المهر او بعضه ثم رجعا ضمنا لها لانهما اتلفا المهر
بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر [illegible] شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد [illegible]

بسبب تلف کرنے کے ضامن ہونگے کما فی البیع والشراء بالنقص عن قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری الا اذا کان بالعوض اور دونون شاہد ضامن
دینگے بیع اور شراء مین اسقدر کا جو تلف ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب
اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بالعوض نقصان اور زیادتی دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس عمرو سے بعوض ہزار درم کے لیا
اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضامن دین کیونکہ انھون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوے کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اسکی قیمت ہزار ہے اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام
دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایکہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انھون نے مشتری کے ایکہزار تلف کیے کذا
فی الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور
نقد ثمن کے ساتھ ہی ایکبار ہی گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادتون مین گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو
ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقضی بہ بیع ہے نہ ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقضی ہے کذا فی الطحطاوی للمحشی ولو شہدا
علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایہما اختار بری
الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت ایکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایکہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے
فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا ایکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری
ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین مین ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال
اور قیمت اسکی ایکہزار ہے سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون سے ایک کا مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود
مشتری سے بمدت آنے کے وقت دو ہزار لے لین انکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے
سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو جو دو ہزار اسنے شاہدین کو دیے ہین انکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات شرح الطحطاوی
چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمے
او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمے نہو ولو شہدا
انہ طلقہا ثلثا وآخر انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی
کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے
پھر گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے نہ انکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلاقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ
مفید نہین اسواسطے کہ طلاقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہے ولو بعد
وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہین ہم یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور
تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اسقدر جو مہر مثل پر زیادہ ہو کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول واخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق
ربعہ اختیار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول
کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

لو اعتقا معا ولو معسرین لان ضمان الاتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دینا
مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنے حق آزاد کرنیکا
مالک آزاد کرنیوالے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا
ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اسقدر کا جو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا تاوان دیں اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہو جاتی ہے قنی سے ولو مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ قنا معراج اور اگر مولی مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا معراج الدرایۃ میں ہے ہم یعنے اگر مولی مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا
ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اسکی
پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال و قیمت غلام کی پانچسو ہے قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا
تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار رہیگا کا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی اتباع
مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کاہے کذا فی العالمگیری عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا
یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کر دیں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو قیمت
سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہیں مولی کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہ سبب ہونے خبیث کا
والولاء للمولی ولو عجز عاد للمولی ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں
تو پھر آویگا اپنے مولی کی طرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھیر دیگا وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم ام ولد
لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جاسے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ اسکا نہوا اور مولی زندہ ہو تو نقصان
قیمت ضمان دیں کذا فی الطحطاوی عن العینی وکذا فی العالمگیری عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہو اور ام ولد کی بر تقدیر
جواز بیع دو سو قیمت ہو تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیتہا للورثۃ تماما فی العینی اور اگر مولے مر گیا تو ام ولد آزاد
ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ یعنی فی مال الشاہدین
وورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنے شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے کہ
شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں
تو دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو
قتل نہیں کیا جو قصاص انپر آوے ولو تعمدا الکذب ولم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو انپر ضمان

ہوگا اسواسطے کہ تلف اصول نہین جو انپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار و ضمن شہود الفرع برجوعھم لاضافۃ التلف الیھم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب
انکے رجوع کے کیونکہ سبب ضمان ہونے تلف کے انکی طرف ھم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت پر
مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا الشہود الاصل بقولھم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناھم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے
کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ھم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا
انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنھا لعدم اتلافھم
ولا الفروع لعدم رجوعھم اصطلاح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر
ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے
کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے
بھی نہین پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر
تو فقط فروع ضمان دینگے ھم یہ قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد رح کے نزدیک
مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھین کی شہادت
معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون الدیۃ بالرجوع
عن التزکیۃ مع علمھم بکونھم عبیدا خلافا لھما اور ضمان دین مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی
دانستگی کے کہ شہود غلام ہین بخلاف صاحبین رح کے ھم امام رح کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہو شاہد کی طرف اور شہادت حجت نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت
ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین رح کی یہ دلیل ہے کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم
نہین آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع
کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کرین اور یہ زعم کرین کہ وہ آزاد ہین تو انپر ضمان نہین اور نہ شہود کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے
ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہین باتفاق امام اور صاحبین رح کے ھم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود مین کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق
قیمۃ القن ونصف المھر قبل الدخول اور ضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ھم صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہین ہوئی پھر اور
دو شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت
حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلام ثابت کیا اور تعلیق باشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا انہی
علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود احصان
لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانھا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہون نے زنا کی
گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر
ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشہود الشرط
اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق مین ہوچکا و ہو وحدھم علی الصحیح یعنی اگرچہ فقط

تو وکالت باطل ہے یہ قول کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجکو بجاے اپنی ذات کے تو توکیل عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو
جیسا کہ تجارت مثلاً تو وہ تجارات کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ
الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی
جہت سے اس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے پس جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے
ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اسمین تصرف معلوم نہین اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل
فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو جیسا کہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو
تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے پس تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو
ادنے تصرفات کی وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی در مین ہے کہ قول اکثر
مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض انتہی
ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب
عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال پس اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ تصرف کا کوئی شخص مالک اور معارض نہو تو تصرف بسبب قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل
ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے
شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار
نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین
وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین جیسا کہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین پس توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرفات کی مالک نہین اور معلوم
ہوچکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف مین
جو صغیر کو نافع ہے جیسا کہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا
اس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرفات مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تو تصرف کا نفاذ
موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر جیسا کہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل
عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم
نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب
مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے فتح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشراء لہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید
وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا قنیۃ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور انکے خرید کرنے مین جیسا کہ مذکور ہوچکا بیع فاسد
مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے جیسا کہ ہمنے مقدم ذکر کردیا توکیل کی تعریف مین
سو آگاہ ہو جانا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو
سمجھتا بوجھتا ہو یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو
غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو

هم محجور صبی اور عبد دونون کی صفت ہی تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہی بلوغ اور حریت شرط نہین لا یخفے ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل
فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اس باب مین بحث وکالت مین گفتگو ہی نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے یہان یون نہ کہا
کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز و درر ہم ذکر ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرطا مین یون ذکر ہی کہ (یعقل العقد ویقصدہ) یعنے وکیل مین
شرط یہ ہی کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگا شارح
نے کہا کہ صورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہی نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم ذکر ضابطۃ
الموکل فیہ فقال الکیل ایجابا شرعہ الموکل بنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے جو وکیل کرتا ہی ایک ایسی چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا کہ
اپنی ذات کے واسطے ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین ہی دوسرے کو وکیل کرنا اگرچہ کام بیع ہین وہ وکیل مقرر ہوا
کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہی نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ ایسا توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہی تو خود اپنے واسطے
اور استقراض کے توکیل کا مالک نہین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ بصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہی واسطے کرنا نہین ہی صحیح کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی وشمل الخصومۃ فتوکیل شامل ہو گی
خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول الکیل ایجابا شرعہ بہتر ہی کنز وغیرہ کے اس قول سے کل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہ کو
شامل ہی خصومت لغت مین بمعنی جدل ہی اور شرع مین یہان یا نہین کا جواب ہی یعنے دعوی کوئی دوسرے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال یا انکار
حقیقت شرعی ہی خصومت کی اور وہ ہر دعوی مین ہی کہ خصومت عبارت ہی دعوے صحیح اور جواب صحیح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال صح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا صحیح ہی وکیل کرنا خصومت مین جو حقوق العباد مین ہی مخاصم کی رضامندی سے [illegible] بلا عذر وبہ قال [illegible]
اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ہم امام رح اور صاحبین رح کا خلاف لزوم توکیل مین ہی نہ جواز مین
یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضا مخاصم جائز ہی لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ خصومت مین
وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ جواب مستحق ہی مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت
ہوتی ہی تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہون تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث رح وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ
فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم اور صاحبین رح کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہی اور پسند کیا ہی اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہی اسکو نہایہ مین اور فتوی
کے واسطے یہ ہی کہ اسکو حاکم کی راے پر تفویض کرنا چاہیے کذا فی الدرر ہم درر مین ہی کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو
دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہی تو توکیل قبول نہ کرے بدون رضا خصم اور مختار شرح کا یہ [illegible]
کافی ہین ہو انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے خیار دینے مین
تو فساد ہی انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضا مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضا خصم لازم ہی ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ مخاصم انتظار نہ کرے واللہ یجید یہ ہی کہ اگر موکل یعنی
یا مسافر ہو تو توکیل دونون سے لازم نہین بدون رضا خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہی تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر
نہین کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے [illegible]

بیشتر لوگ مشہور ہے کذا فی الطحطاوی اور مرید الرد یکھئے قولہ او ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا
اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ثم یہ اس صورت میں مقبول ہے جبکہ خصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ
سفر امر باطنی ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول کا اعتبار نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ
کرے اور اسکے سامان میں استفسار کرے مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کا امر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے ملتی جلتی
نہیں کنواری ہو یا ثیبہ چنانچہ باب الشہادات میں ذکر ہوچکا کہ مخدرہ کی شہادت میں شہادت علی الشہادت صحیح ہو ہم پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک یہ دلیل استحسان ہے اور اگر
کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کرسکے گی حیا کے سبب تو اسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم
بالمسجد ولم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم تاخیر پر راضی نہو کذا فی البحر ثم اور اگر تاخیر پر
راضی ہو تو حیض و نفاس عذر نہوگا اور ہم توکیل میں کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیہ یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں ہے تو اگر محبوس اسی حاکم کی طرف سے ہے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو محبوس ہونا عذر نہیں کذا فی البزازیہ شامی اس واسطے عذر نہیں کہ محبوس میں
حاکم کے اختیار میں ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لیکر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر اپنے دعوی سے راضی ہو پھر اسکو محبوس کرے کذا
فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خود نہ کرسکتا ہو تو بھی توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ وکیل یا مدعی بیان خصومت پر قادر نہیں تو وکالت کی قبول
کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا فخاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل شریف ہو اور خصم کم درجہ
شخص ہے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر وللرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی کا حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ثم رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایکدن کی قید اتفاقی ہے
کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا بحر ... شامی میں بحر و اقرہ المصنف اور اگر مختلف ہوں میں خلاف
کرین عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں ہے تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہد کے
ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اسکی تصدیق کذا فی البحر و ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اس طرح ہم امین کے ساتھ دو شاہد بھیجتا ہوں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہی عورت
ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دیں اسکے ساتھ ... من الاوساط فالقول لہا لو بکرا او ان ہی من الاسافل فی
الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور رذالوں میں ہے تو اسکا قول پردہ نشینی میں
معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ بنا بر ظاہر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ثم مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال ہے کہ اشراف کی بیٹیاں
مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے
عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیا بھی داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا
الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہے توکیل کرنا حقوق کے لینے و دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے لینے میں وکالت صحیح نہیں
درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ثم ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا
مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے اسکا وکیل اور استیفا سے حد اور قصاص موکل کی
غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود ٹل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے اسلیے اگر شاید موکل حاضر ہوتا
تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لابد من اضافتہ الی الوکیل کبیع و اجارۃ وصلح عن اقرار یتعلق بہ

مادام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہو جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جبتک
وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کذا صحح ابن ملک ھم اضافت الی الوکیل سے اسنادہ فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یوں کہنا کہ میں نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا
فلانا گھر میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہیگا فضولی ہو جائیگا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مر گیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی وارث اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول اصح قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد
ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی والا لم یکن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع
التصرف نہو ھم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم
مبیع وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاقہ وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے
جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبضہ کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا بسبب عیب میں بدون
فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو لیکن حقوق عقد وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ وکیل
ہی تو عاقد ہے حقیقۃ وحکما ھم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع
ہوتے ہیں تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی الآخذ من العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو
عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقولہ
لابد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے
بالاتفاق کذا صحح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہو وہ خلل ہے جو اسمیں ہے اور اسی واسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو سمجھ لے ھم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت
میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضروری نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ
میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو
یہ بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکی طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابوالقاسم صفار نے کہا صحیح
قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہوگیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ رہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کرے اور اگر
موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمیں خلاف مذکور ہے اور منح الغفار میں ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ او بالوکیل
لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے
موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح میں ھم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے
فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد انکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خریدنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
کے خریدنے سے ھم یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خریدیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خریدیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ
کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے
اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

تبعض تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں ہو اسواسطے کہ حکم
مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے ولکن ہاہنا بنا ان علی الموکل لو اشتری ذکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر
ولیکن دونوں یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل کا قرابتدار یا اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا
موجب ملک مستقر ہے ہم تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہو نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی
لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور ہر عقد میں کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہے یعنی موکل کی طرف
نسبت کرنے سے مستغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہو
کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب
تفریع آیندہ سے منافاۃ باقی نہیں یعنی قول اتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح له کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی یتعلق بموکلہ لانہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح له
فکان کالرسول اور جسب عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہو چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل
رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا ہم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہو
تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کیطرف سے ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن
دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہو موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے
کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہو طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل
کر دے تو اب مشتری کا منع ثمن سے قادر نہیں وان دفع له صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن
دے تو صحیح ہو اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہ ہو کہ ثمن مقبوض
موکل کا حق ہو تو اسکو اپنا حق پہنچ گیا اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل وحدہ ولضمنہ لموکلہ
ہاں واقع ہوتا ہو باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو
مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے
اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ واقع ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ہم یہ متعلق ہو ماتن کے اس قول سے وان دفع له صح یعنی اگر
مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور
مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہو کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں
اختیار نہیں تو اسکا دینا تضییع ہو اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب
افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ امر مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دیونہ وقبض استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ

حال مرد کے احتمال کی وجہ سے اسواسطے کہ حال کا وکیل قادر ہوگا سو وہ کل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھے یعنی اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید
کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دار وعبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا یخصصہ زاد فی البزازیہ او قدرا کذا قفیزا وکیل کیا کسی گھر
یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کردیا خواہ اس ثمن سے نوع وصفت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کردیا جیسا کہ
غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کیا یا وکیل نے مقدار کو معین کردیا جیسا کہ اتنے قفیز گیہوں یا جو اور یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت
صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں
اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور بحث مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے
جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہے اور تعبیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے نہر الفائق میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے
ثمن کے ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو صحیح نہیں جب تک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی
والا یسم ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس ہی الا وکالۃ لشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نہ کرے یعنی ثمن
یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہ ہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اسکا
ثمن معین کردیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے اور یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جس کی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع
اور صفت بیان کردے تو متفقا وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال
نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں اور اسی طرح
اگر نوع بیان کرے بلا صفت جیسا کہ بحر وغیرہ کذا فی الطحطاوی عن الحموی وشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل
من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کاللحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا
اور اسکی مقدار بیان کردی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب تنویر کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے
کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوی ہے کذا فی
العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں
طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربادار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام
ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ ای للشخص بطعام یدخل کل مطعوم ودواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص
کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہے جیسا کہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب
الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کردے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد
بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب
وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جبتک کہ مبیع اسکے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل
سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنی بسبب
عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی
جبتک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور موکل اجنبی ہے خصومت بالعیب میں

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وہذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اس وقت ہی جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کر دی اور اگر اُسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہو مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فان لہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیۃ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ مطلقا یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہوا اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہی بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی والوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہی مطالبۂ ثمن میں ولو شراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ بحر اور اگر وکیل نے اسکو ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبۂ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی کذا فی البحر یعنی حیلہ ہو ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھیراوے کذا فی الطحطاوی ولو وہب کل الثمن رجع بکلہ او بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ہم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا ہی موکل نے دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاک ہی مبیع کی ثمن سے ہی یعنی اُسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانند رہن کے مانند ہو ہم مبیع کے مانند ہی یعنی اُس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کریگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اُسکے ہلاک ہو جانے سے ثمن ساقط ہو گا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور امام ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی والا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما رجحہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے بخلاف عینی اور ابن ملک کے ہم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہو گا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنی چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہو گا قبل قبض تو عقد باطل ہو گا اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اُسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد میں ہو نہ قبض میں اور جو مستفید ہوتا ہے التوکیل ہوا اور مستفاد ہوا اور معلوم ہوئی تو وکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف
اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح اسکا قبل مسائل ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری عشرین رطلا بدرہم مما یباع منہ عشرۃ
بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے
خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے وہ چیز گوشت اسکا خرید کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہو تو لازم
ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض آدھے درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنی انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہیں اسواسطے کہ وکیل نے
اسکے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب یہ امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم
خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہیں یعنی مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اسکو دو درم سے خرید کیا تو بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق
امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہو غیر موزون کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام
خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا
مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی تیسیر ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل
بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوافی بخلاف الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر کسیکو
وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی
غیبت میں جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی نیت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا
نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ ہدائی کے حاشیہ درر میں مذکور ہے ہم غیبت موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے
جسمیں چیز معین بعوض موکل ہو جیسا کہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی
کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے
تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے
جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہے اور اسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بصورت
موکل کے واسطے ثابت ہو اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل له
من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے
نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت
امر کذا فی العینی ہم یہ فیہ ہے حیث لم یکن مخالفا یہ ہوا ان الشراء لشیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ
ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت
یا اسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر مابین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر
حکم ہوگا بالاتفاق یعنی اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونوں میں
اتفاق ہے اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمیں دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر
مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر
حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمد رح کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا
تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہے کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اسکو موکل
مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خریدے
مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں صریح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے
مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہے جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دوسرا … صاحبین کا
قول مراد ہے کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا لموکلہ فہلک فقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وہو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا اخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اس معین غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو وہ مر گیا اور اسکے
موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہے اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقا خواہ اسنے
ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہے استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہے یعنی اگر وکیل
اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اس طرح پر کہ کہے کہ میں نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا … کیونکہ معین کی خرید
میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حال یہ کہ ثمن نقد ہو تو اسکا بھی
حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ منکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر
رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین وہو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور
اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہے اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر للتہمۃ خلافا لہما
اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو آمر کا قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے اور تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمیں نقصان
دیکھا تو آمر پر ڈالا فان قال بعنی ہذا لعمرو فباعہ ثم انکر الآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو ولغا انکارہ الآمر لمناقضۃ لاقرارہ بتوکیلہ بقولہ لعمرو یعنے
ایک شخص نے کہا کہ اسکو مجھ سے عمرو کے واسطے بیچ پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے
کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنے جب اسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہوں پھر اسنے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری
ارتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اسکے رد کر دینے سے الا
ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو
عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادا ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنے تراضی ثمن
مروج ہے امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین ای اذا نواہ فللموکل امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین
چیزوں کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر عند تقریب ما ذکر یہ ہے کہ اگر غیر معین چیز کی

خریدنے کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہوگی جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری احدھما بالقدر
قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیھا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء ان یشتری بالغبن الفاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما یجیٔ
معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خریدی بقدر اسکی قیمت کے
یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خریدکیا تو وہ
خرید موکل کی طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا
جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا وکذا لشرائھما بالالف وقیمتھما سواء فاشتری احدھما بنصفہ او اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خریدکرنے کا بعوض ہزار
کے اور دونون کی قیمت برابر ہی سو وکیل نے ان دو مین سے ایک چیز خریدی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہی ہم کہتے ہین کہ خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اسمین
موکل کو فائدہ ہی لہذا صحیح ہو ولو باکثر ولو بیسیر لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول
المقصود اور اگر ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خریدی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون سے ہزار کی باقی سے
قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اسنے ایک غلام
پانسو اور دو درم کو خریدکیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو وہ کم پانسو درم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول
مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین رح نے اسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی اتنی قیمت
جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ لیشتری شیأ معینا بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اسکا اسپر ہی اور مبیع کو اسنے معین کردیا یا بائع کو
معین کردیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے
بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل لذا قال م الا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا
بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہی اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی
اور مامور پر نافذ ہوگی تو اسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک امر پر خرید لازم ہی مامور کے قبض کرنے سے
کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعیین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینھا فی المعاوضات عندھما اور
اسی طرح امام رح اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اس دین کے جو اسپر ہی
بنا سے خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام رح کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ
صاحبین رح کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہی اور آمر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف مامور کا
آمر کے تصرف کے مانند ہی اور امام رح کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعیین نقود غیر مدیون کو تملیک
دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اسنے اسکو امر کیا یعنی ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو
اسکے ذمے پر ثابت ہی تو اسکا امر صحیح ہی بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح
ہو یعنی جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اسنے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور تقریر بالا سے ثابت ہی خدا جل شانہ کا کما ھو

تو وکیل نے کہا کہ مین نے تجکو اسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ
پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس ہذا
باخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط
اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا ہے میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ
معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہووے تو وکیل پر نافذ ہوتی ہو بخلاف بیع کے
چنانچہ کتاب البیوع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہوچکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ
فینفذ علیہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امرہ عبد
بشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ
وکان للوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے
مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہو
اور وکیل درمیانی ہو جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہو نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہو آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام
بیچنا غلام سے اعتاق ہو اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہو کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول
مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار
دونون صورتون مین مالک کا مال ہو اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہو اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے
جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہو مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد
من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء ہو اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے
مالک سے اعتاق ہو نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جاوینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہو
کذا فی البحر ھ اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری لنفسہ من مولاہ
ومعہ رجل آخر وبطل الشراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہو خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام
کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہو اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ھم مراد یہ ہو کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی
چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہو بخلاف ما لو شری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی
لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہو چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہو استحقاق کی بحث سے اور دونون
صورتون مین وجہ فرق یہ ہو کہ بیع منعقد ہو جاتی ہو دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ
شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہو و لہذا بیع باطل ہو غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے
ھم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہو کہ کیا وجہ ہو کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ

جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنی اعتاق میں اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال لعبد اشتری لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فان وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد وان علم الوکیل لعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد لا اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اُسنے کیا یعنی مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانستگی وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اُسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار لعلم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہے کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فینفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہا لزوال الحجر لعقد باشرہ باذن المولی اور اگر غلام نے یہ کہا کہ بیچ مجکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجکو بیچ ڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اُسنے دوسرا تصرف کیا تو اُسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون میں یعنی دونون صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ ممانعت تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کیساتھ منفصل ہوگئی کذا فی الدر لعلم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اُسکی طرف راجع نہون لعلم یہ مسئلہ صرف شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف وماءۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا فلا صرہ وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو اور ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصۃ والدر لعلم یہ مسئلہ در مختار کا منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہے بیع اور شراء وغیرہا کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شراء اور اجارہ اور صرف اور سلم اور اسکی مانند کا چنانچہ ترویج کا وکیل عقد نہ کرے اُس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے جیسے مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کیونکہ تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اُسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اُسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہوگیا کذا فی الطحاوی وعن البحر وجوزہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین رحمہم اللہ نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھ مثل قیمت بالاتفاق امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لہم او باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اُسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید میں کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں
امام رح کے نزدیک بخلاف صاحبین رح کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ وصیح بیعہ جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے
کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون
سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ہم یعنی امام رح کے نزدیک
بیع جائز ہے وصحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہوا ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور کا ہے نقصان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان
قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین رح نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور
اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ یہ حکم بحالت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی [illegible]
ولا یجوز فی الصرف کہ تبادلہ ہے غبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ بیع صرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک
درم سے بنقصان کثیر بالاجماع امام رح اور صاحبین رح کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک وجہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی المضمرات ہم اور معلوم
ہو چکا کہ خرید غبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمراۃ اذا دفعت غزلا الی رجل
لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتی اذا سمعا وصحیح ہے بیع ادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار
سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما
افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک ایسے مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہو حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں وہذا ایضا ان باع بیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہی یعنی تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت میں
جائز ہو اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسیکا فتوی ہے کذا ح
ابن ملک وتتعین الاجل بالتعیین الا فی البیع بالنسیئۃ بالاجل فباع بالنقد بالالف جاز ہے اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر
اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت
مقرر کر کے بالتعیین ثمن سو اسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس
جاز والا لا اقول اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں وانما
یتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل
لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسیطرح
دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برای فلان او بعلمہ او معرفتہ
فباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب
واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں
کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو
جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوی ہے

میں کہتا ہوں اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر
فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اسنے بدون معرفت اس شخص کے خریدا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے
کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد میں کی جو اصلا مفید نہیں بلکہ
اسکو مضر ہے تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہیں خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درہم کے ادھار بیچ یا یوں کہا کہ بیچنا
مگر ادھار ہزار درہم سے سو اسنے ہزار نقد سے بیچا تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں تو اگر
اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اسکو فلانے بازار میں بیچنا سو اسنے
دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اسنے تاکید بنفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث جو مفید ہو
وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اسوقت میں تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی اخذہ رہنا وکفیلا بالثمن
فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جوازہ شرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن میں رہن لینا اور ضامن
لینا تو اسپر تاوان نہیں اگر رہن ضائع ہوگیا اسکے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ہم ہلاک مال کی صورت
یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب میں اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاوے اور بعضوں نے کہا
کہ کفالت سے یہاں حوالہ مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاک کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل و مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاوے کذا فی
الطحطاوی عن الحوانی عن شرح الہدایۃ وتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یتقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ
غبن قلیل وہ ہے کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا اوقات کا قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر ہم وغبن یسیر کا دو ضبی اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور
ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت
الزیادۃ وبہ یفتی بحر وبنایہ اور یہ یعنی وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اسوقت ہے جبکہ نرخ اسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اسکا معروف
اور مشہور ہو لوگوں میں جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو
اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی
وہدایۃ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین
نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ میں
قول صاحبین رح کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے
کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء
میں وہ متعارف مراد ہے جسمیں ضرر اور تہمت نہیں اور صاحبین رح کے نزدیک دونوں برابر ہیں وقیدہ ابن الکمال بالخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا
فلیراجع اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف میں اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے
تو اس قید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض میں ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض میں
ضرر نہیں جیسے گیہوں اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا
اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنی اگر قبل

خصومت کرے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ و نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث
مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے
اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھیرے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر ردِ مبیع ہوا
وکیل کے اقرار سے اُس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ھم ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف
مضاربت کے ولہذا مضارب ابضاع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیۃ فقال الآمر امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے
قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے اگر وکیل نے بیع کی اُدھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق
کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے
اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے
کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لاینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر
عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا اُن دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے
تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو ھم اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں
وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جسمیں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اسمیں رائے کی حاجت ہے
اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجیٔ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اُس صورت میں نافذ ہے
جبکہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب یعنے ساتھی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف
بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا وفی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ھم خصومت میں تصرف ایک وکیل کا
اسواسطے نافذ ہوا کہ وہاں اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں
وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدون رائے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض حتے یجتمعا جوہرہ
خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہانتک
کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین ھم عتق اور طلاق معینہ
بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمیں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے
کے کافی نہیں وتعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قال المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق
عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے ھم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اُسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے
اسواسطے کہ جو چیز دو شیٔ کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شیٔ کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا
لیکلم من العینی والدرر عن العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر عطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے

معلوم ہوتا ہے تو وہی عبارت یون تھا ولا علقا بمشیئتہما سو تامل کرو ہم تو اسکا ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین
جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے ہو وفی تدبیر ورد عین کو ودیعۃ وعاریۃ ومغصوب ومبیع فاسد خلاصہ اور تصرف
احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین جیسا کہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور بیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو
قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیٔ منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور بیع فاسد کو پھیر لیگا
تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنی صورت ہلاکی شیٔ مستردہ بسبب نہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنی موکل نے یہ کہا تھا کہ
ایک وکیل تنہا بعض شیٔ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مستردہ کے پورے کا تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے
اتنی تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شیٔ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا
امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین مین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبتہ بخلاف قبضہا
اور تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی البحر وقضاء دین
بخلاف اقتضائہ یعنی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی البحر ہم استرداد عین اور قبض
ہبہ اور اقتضا سے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا
ایک شخص کا حفظ کی بہ نسبت بہتر ہے وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ
فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے
یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ
شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ
مین رائے اور تجربہ کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک شہر یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم فرع الاخی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ والاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ
مین جبکہ وقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد
جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نکیجائیگی ادا کے
دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ بھی فتوے طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا
ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسائل مین انتہی
اور بیانات مین علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو
کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لو فاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ
من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہو موکل
کے ادائے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ وکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول
معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہے یعنی

افعال مذکورہ اسپر لازم ہوتی الفصل نعم ہوئی الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی او غائبا
المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الہدایہ یعنی ان تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا
یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جبکہ عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین
مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل
ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اسکی فقط تین کے سے کے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین و ثبوت مال موکل بدست
وکیل چنانچہ منح الغفار مین صریح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فقید بہ مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر
جبر ہوسکتا ہے کہ اسکو ہم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی فتدبر اور ابن ضیاء کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر
بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پہونچ گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا
فی الطحطاوی ولاخمس بمسئلۃ واقعۃ الفتوی و رابع تنویر البصائر فلعلہ اوفی اور نہ پانچوان واقعۃ الفتوی سے کہ مسئلہ کرا ور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ
اشباہ کی طرف کہ اسنے پورا اسکو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتوی سے یہ ہے کہ جب وکیل ہو اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار
وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضا سے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر نہین
اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اسپر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل
حاضرا بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے وکیل کرنا بدون رضا مندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ
موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن
آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا
اسواسطے جائز نہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین
اور مراد یہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو
بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ
فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا
سو اسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلے ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے
اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی
والا التوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے
اسکو جو اسکے عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لانہ توکیل فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود
درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول کے
حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اس صورت
کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہے

زیادہ ثمن اور اختیار مشتری ہیں کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کا عمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما یحلفان بہما او
غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق
اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق اور عتاق بمنزلہ ان امور کے ہیں کہ انسے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجائے وکیل نہیں ہو سکتا کذا فی
القنیہ ھم یہ حکم بشرط تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شبہ صحیح ہے کذا فی الحاوی فان وکل الوکیل غیرہ
بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالعاقد مطلقا ہے پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو
وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے اور
حقوق عقد عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی ما لیس
بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق
وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشرط کی قابل ہیں
تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے واما الابراء عن الدین قنیہ وخصومۃ وقضاء دین فلا الا فی
الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیہ اور دین سے ابرا کرنے میں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادا سے دین میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک برخلاف خانیہ کے ھم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہے اسمین یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ
جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کے کذا فی الحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء
فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر
نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل الاول ولا
بموتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنی موکل
اول کا وکیل ہے اور اسوقت میں تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونوں وکیل معزول ہونگے موکل
اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیہ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف
اعمل برایک قال المصنف فعلیہ توکیل القاضی اصنع ما شئت فلہ عزلہ لانہ بالتفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق
میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل
کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو
پھر جب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا
صریحاً مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق
والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوی ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق
وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ در مختار ایک مرد سے کہا میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا
امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس میں یعنی اگر اسی مجلس میں طلاق دیگا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف

اس قول سے کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا
ومن لا ولایۃ لہ علے غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فلا ولایۃ لعبد ومکاتب وذمی وحربی یعنی مال صغیرۃ الحر المسلم
ومشتری واعادہ منہم بیاذ زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر
تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص انہین سے بعوض اس مال کے کچھ خریدے یا نکاح کردے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت
کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا اوصی بلاب الاوصیاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من
نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے
وصی مقرر کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب
او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنیکی نہین ماں کے متروکہ مین اور اسیطرح بھائی کے
متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد مما ذکرنا فلہ
ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے ماں کے وصی کو ان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول
لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے والشراء الا الطعام
والکسوۃ لانہا من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوا طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ
فروع مسائل ملحقہ شتی کے وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قیدہ القاضی بنوع تقید بہ وفی الاشباہ الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ
قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ
یعنے اگر باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی وامینہ لا ترجع حقوق عقدہ اشتراہ للیتیم الیہما بخلاف
وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف
اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہو
یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور
امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات
کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کرسکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوا وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز
ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو السعود نے حاشیہ لکھا ہے اسمین بجاے وکیل کے موکل کا
لفظ ہے اور یہی موافق ہے بالتقدم سے انتہی جاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے مثلا جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنیمین وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن مامور سے پھر لے اور مامور اسکے آمر سے

اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں علم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل بالازمت اور تقاضے وغیرہ کے بھی مسائل ذکر کیے ہیں خصومت
عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صحیح سے اس طرح کہ ان باتوں میں جنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر
وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمدہ فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا اپنے دین کے لینے کا مالک نہیں ہے نزدیک زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی
ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے اور تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف
میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ
وہ خبر میں ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں کے دستور میں رواج ہو کہ
تقاضا کرنے والا ہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا ورنہ نہیں تو نہیں مع اتفاق میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی لا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جس کے
واسطے وہ وکیل ہوا اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا
فی البحر ارسلتک بالخ رسول معنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ ارسلتک یعنی میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن
رسولا عنی یعنی تو میری طرف سے رسول الخ پیام رسان ہے یہ رسول تقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبض کرنے کا یہ توکیل ہے خلاف
زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہا ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل بالازمت ان میں خصومت اور
قبض کا ملازمت عبارت ہے ساتھ چھوڑنے سے سوا اسکے خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی النہر ولا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر وکیل
صلح مالک نہیں خصومت کرنیکا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما والوکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا وکیل قبض دین کا
وکیل مالک ہے خصومت کا بر خلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے خصومت کا
مالک نہیں کوکیل القبض لعین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہے اس واسطے کہ وکیل کو امین قبض کا ہے تو یہ مشابہ رسول کے ہوا اگر
اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما
وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل
تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم موکل نے
وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور کہا اسکا کہ نہ قبض کرے مگر تمام سو وکیل نے دین کو قبض کیا سوا ایک درہم کے تو اسکا قبض مذکور
جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو اختیار ہے اپنے دین کا پھیر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح
نہ قبض کرے ایک درہم سوا ایک درہم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فہلک
منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل للمدیون علی الوکیل انما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرۃ تو اگر
مدیون پاس کے گواہ نہوں اور اسے دین موکل پر پھیر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادا سے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

سطالبہ نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو دیون کی کوئی سبیل نہیں کہ وکیل برادرہ تو موکل سے پھر لیگا جو اسنے وکیل کو دیا سواسطے کہ وکیل کا قبض اور بعینہ
موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ والتقاضی اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب الطالب وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ
لا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی مسئلۃ کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہو گی
مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جبکہ وہ باز رہے
اس سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب سے پہلے بخلاف الکفیل
فانہ یجبر علیہا الالتزام بخلاف ضامن کے کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے معلوم لیتے جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی
یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو طالب نے ہزار کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہو تو ضامن سے خصومت کیجائیگی سو مال میں جو دین
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز التوکیل فلو اثبت
الموکلہ المال لہ الوکیل اثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علے الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے
حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اس میں جو موکل پر دعوے کیا جائے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا
پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمیں وکیل نہیں کذا فی الدرر ہم تو مدعا علیہ پال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو
اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی
دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوا حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی
رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک لیتے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل بالازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں فان انعزل
الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول کیا جا
اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے اسکو وکیل
کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب
خرید کا مدعی نہیں بن سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر
بزازیہ اور اسیطرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر
کذا فی البزازیہ بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہ ہوا کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ
اقرار کو مستثنی کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار میں
وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمیں متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی
لا یصح ویخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا
تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس
توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر ہم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب
اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب نہوگا سواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سو اگر مخاصم اسپر اثبات مال کا ارادہ کرے
بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا

تا کہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جاوے ہم سے مشائخ نے کہی ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو دین
کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ سے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو
تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنی وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو گویا وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا
فی العینی کما لا یصح توکیلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل یعمل لنفسہ فبطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویملک
عزلہ قبل ابراء نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام ماذون مدیون سے
اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو
توکیل صحیح ہو اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ قولہ اذا وکل
[illegible] ضمیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے
اگرچہ وہ عامل ہے اپنے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے ساقط [illegible]
اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونا نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے
عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہی مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص اپنے نفس کا عمل محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبض من المحال علیہ
او وکل المدیون کفیل الطالب بالقبض لم یصح لانہ [illegible] فاسد [illegible] یعنی یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون
طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور [illegible] محال کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمہ سے
دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اسکی توکیل کیوں صحیح نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی برأت نفس میں اسواسطے کہ
اگر محال علیہ مفلس مر جاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کہا اپنے مدیون کو دین لینے کا
وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ اسیر یا سفیر ہے کہ صاحب دین کا دین ادا کرے سو اس نے بھیجا ادا [illegible] لیا اور وہ تلف ہو گیا تو
مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں
کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالشرط الرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلامنہم سفیر بخلاف
حاضر ضامن صحیح اور رسول القبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہو اور تزویج کے وکیل کہ انکا ادا [illegible] صحیح ہے اسواسطے کہ ہر ایک ان میں سے
سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقد انکی طرف راجع نہیں ہوتا کما ضمن صحیح نہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی
للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے
ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس کے یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو
وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی یہی مطابق ہے مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا لو کما صحت الکفالۃ او وکل بالقبض بطلت
وکالۃ تقدمت الکفالۃ او تأخرت لما قلنا اور ایسا ہی جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جاویگی خواہ ضمانت مقدم
وکالت پر یا مؤخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن
المشتری لم یجز کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل بغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

رجع لبطلانہ وبیانہ الاتی پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری
سے نہ پھیر لے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق ان ادعی
الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادا دین کا حکم کیا جاویگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفا سے دین کا دعوے کریگا یعنے پھر دعوے ایفا سے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقہ
فی الوکیل فیہا ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے وکیل
کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادا سے اول کے اسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ ہم یعنے جب غائب نے قسم کھالی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادا
دین لازم ہوگا ورجع الغریم علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین
اسکے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقا سے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان
ضاع لا لانہ صدقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہیں لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اسنے دین دیا
اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہیں کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا ما اخذہ
الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے
جسکو دائن دوبارہ سے لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہیں کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم مال ضامنی کی صورت
یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہاں تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل
ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرأتک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن عند اخذ
مہر بنتہ اخذ منک علی انی ابرأتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہنا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ میں نے
تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ میں اس شرط پر
تجھ سے لیتا ہوں کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ
ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ انہ وکالۃ فہذہ اسباب
للرجوع عند الہلاک اور اسیطرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے
گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاوے وکیل کے
پاس ہم رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرا سے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو
درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا
دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سوا سے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی
الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز
نہیں تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون
گواہ لایا اسپر کہ یہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنے عدم وکالت اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

تو مقبول نہیں بسبب سعی کرنے مدیون کے اس چیز کے توڑنے میں جسکو اسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع ہوسکا
پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی اعلم لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر یعنی اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اسواسطے مقبول ہے کہ نقض موکل کیجانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثتہ غریم او وہبہ اخذہ قائما او لو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر
موکل مر گیا اور مدیون اسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو
اسکا تاوان لیگا مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہلاک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم انہ
وکلہ یعنی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائیگا کہ اسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی
قال انی وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں
قبض امانت کا سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنابر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے حلبی نے کہا ابن شحنہ
نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور بیان مذکور ہے تو کچھ اسکا خفا نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا الامام اور اگر امانت دار نے وکیل کو
دیدیا تو امانت دار امانت کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی
شراہا من المالک وصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور یہی حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار
نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر یہ علت ہے دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقالہا
بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق
ولا بد من التلوم فیہا لاحتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت
کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر
بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہ ہو اور ضرور ہے انتظار سے دونوں صورتوں ارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونیکے
احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بالدفع ما لم یبرہن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا
انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جبتک وارث گواہ نہ لاوے موت پر دعوی الایصاء کالوکالۃ لیس
للمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو
جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری من حصتہ
فقط اور اگر وصی نہ ہو سو مدیون نے بعضے وارثوں کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصہ سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنی باقی وارثوں کا
سوا حصہ اسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال الیہ
الی الوکیل لانہ لا رجوع بعد تسلیم ما لم یبرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کردے جیسے ادا اور
یا ابرا دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زیان ہوا سواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا
دین اور وکالت کا جبتک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنی جب مدیون نے ادا سے دین کا دعوی کیا شاید اسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اسپر
دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادا کے دین بھی

دعوے ثابت نہوا تو اُسکے حق مین تاخیر نہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لاتجری فی الیمین خلافا لزفر رح اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا مثلاً ادائے
دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع ان
المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی
لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوے کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب پر راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جب تک مشتری قسم
کھائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین رح کہ
انکے نزدیک رد مبیع ہوگا ہم یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہر گیا کیونکہ رد بعیب ہے اور اسلئے کہ رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے
صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ کے وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر مجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین
نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء
لا عن دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنے بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اُسنے بائع کی تصدیق کی
اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ
ناواقفی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ والمامور بالانفاق علی اہلہ وبنائہ او القضاء لدینہ
او الشراء او التصدق عن زکوٰۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویا الرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا
بل یقع التقاص استحسانا اذا لم یضفہ الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنائے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادائے دین کا یا خریداری کا
یا زکوٰۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح
نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوٰۃ مین فتح باہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنے مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے
اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنے صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ مین اپنے مال سے دیتا ہون یا یہ موکل کی طرف نسبت کیا یا مطلقا دیا
ہم رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اُسکو عوض ٹھہرا دے اس مال کا جو اُسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوٰۃ کی
قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقہ مستہلکۃ او لو صرفہا لدین لنفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن و صار مشتریا لنفسہ متبرعا
بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیۃ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون اگرچہ انکا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خریدنے کے وقت مثلاً کہ مین اسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل و عیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور تطوع
ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نہ کر سکے گا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیۃ ہم انفاق کے
مانند شراء اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جبکہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شراء ہلاک ہوگئی تو وکالت
باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا اُسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی النعم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض
من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا ان ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے
ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اُسنے ہزار صدقہ کیا اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان ہم بحر الرائق مین یہ روایت

منتقی بالنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح در المختار کے بعض نسخون مین ہی اور اسیطرح منح الغفار مین ہی بلا استدراک اور وجہ اسکی یہہ ہو کہ جو دراہم کہ دیوان پر دین
ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فہو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشہد انہ
قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم
الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہ کہ وصی خرچ
کے وقت گواہ کرے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی
کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہریگا فروع مسائل ملحقۃ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق وغیرہ
سے خالی ہو وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہی ہم درر مین مذکور سے منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جب مدعا علیہ کو حاضر
کیا سو اسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تا اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی
اسکی سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورۃ صح التوکیل بالسلم ای صح توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اسکی یہہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ
وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا القبول ای عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول
کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہی نہ موکل پر اور روپے
وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فلہذا ظہر ان للناظر ان یسلم فی زیتہ
وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دانے حاصل
ہوے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل ہی واقف کا
اور توکیل بالسلم صحیح ہی ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علی القریۃ فیامرہ لعقد السلم لیسلم منہ علی ما قررہ بالطنا لانہ وکیل الواقف والوکیل لا یملک
لا یبیع بیعہا وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اسی شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریہ وقف پر کچھ مال
معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے بالمنا ئین یعنی اس
وظیفہ کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان
اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ہم امین کو جب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل القبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا
اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو
اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا خیار شرط وکالت ان عقود مین ہی جو لازم نہین جیسے
عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی
کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین
ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہی ہم قبل اس باب کے مذکور ہو چکا اور درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا

مشکل تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم علم کی وجہ سے ہی کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہی اور جہان کہ وکالت شرعاً غیر لازم ہی پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ
قول مین فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم یعنی تو موکل کو اختیار ہی وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے
حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو
معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاتا ہے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اسکے
معزول کرنے کا اختیار ہی ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وصحح عن العینی خلافہ شرنبلالیہ معزول کرنا وکیل کا صحیح ہی اگرچہ وکالت دوریہ
طلاق یا عتاق مین بنابر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہی بزازی نے اور شرنبلالیہ مین اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوریہ یہ کہ موکل کہے
وکیل سے کہ مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدرر وشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت فیہ العزل
قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہی بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو
عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہی رسالت سے قبل علم کے ولو علقہ قبل وجود الشرط فی المعلق
ای بالشرط بہ یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوے ہی کذا فی شرح الوہبانیہ
ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابۃ بکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا
صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے
اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب
ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذ قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہی جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہی تاکہ مین
تجکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہی ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار
یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد
شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک
اور ہم نے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہی اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ وشراء معین
لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وببیع مالہ وشراء شیئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شیئ معین کی خرید
کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہی بشرط واقفیت اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شیئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو
کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نصبہما
والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہی اور نہین تو معزولی ثابت نہین
چنانچہ جواہر الفتاوے مین اسکو شرح بیان کیا ہی یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

معزول کیا تو صحیح نہیں بدون علم سلطان کے و وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مر
وکیل کیا کسی کو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون کے وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو
وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے
ھم تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزور یعنی فریب خوردہ ہو جائیگا درصورتیکہ ادا کرے دین وکیل الا اذا علم بالعزل
المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جائے تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر
قول آیندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرا و بعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل واقف ہونے مدیون کے بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب
اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپکو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے
دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل المسلط ببیع الرھن نفسہ بحضرۃ المرتھن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ
بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن
راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہے خصوصیت کی وکالت مدعی کی طلب پر
غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی اتفاقا ہے فالظاہر انہ اتفاقی والا فالوکیل ببیع
رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ وکیلا یطلقہا فلہا ان تطلبہا شلبی ای فی الصحیح لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی لعزلہ بکلما عزلتک فانت
معزول یعنی اور نہیں ہے اس قسم سے جسمیں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین
کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ میں تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے
کہ ہر بار کہ میں تجکو وکیل کرون تو تو معزول ہے کذا فی العینی ھم طحطاوی نے کہا کہ کلما عزلتک فانت وکیلی اسواسطے کہ عزل ثابت ہوتا ہے کہ
حق وکیل متعلق نہیں و قول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیب توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل لجحود الموکل
لم اوکلک لا یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشی فقد عرفت تہاونک فیعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد
قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے کہ موکل کا یون انکار کرنا کہ میں نے تجکو
وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا اسواسطے کہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا
کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار
عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو اسپر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ھم یعنی انکار موکل اس صورت میں
عزل ہے جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال فی روایۃ
لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اسکی
یون بیان کی ہے کہ ماوراے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت میں ہے کہ وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اور اسماعیل حموی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے چنانچہ نقل کیا ہے کہ اگر وصایا سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے
اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اسمین دو روایتیں ہیں اور وکالت میں موکل سے اور جحود شرکت اور جحود

مجود مشایخین یا متاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مجود رجوع ہے اسواسطے کہ مجود فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت بالرجوع
باب میں انتہی اور ظاہر اجمع کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہے کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشی الموکل
فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو
موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران
کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے
نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ
مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہر وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان
فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجانے سے
اور اسکے یکسال بھر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ میں ہے مضمرات سے کہ مہینہ بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہے اسیکا
فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی میں ہے اور قاضی خان نے اس فصل میں جسمیں قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ کا
قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق میں
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح باء بولتے ہیں و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا یعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہے
وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہیں کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام میں مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون
جاتے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فی البحر یعنی جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب میں جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر
حکم کردیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہیں امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان
ہوگیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہوا یا دار الحرب میں جاملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بہذہ
العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت
الموکل وجنونہ اور شرح مجمع میں ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا
بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور
نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے هم مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحطاوی او وکیل
بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول
نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ هم یعنی وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اسمیں موت
اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ
وفیما عدا الرہن اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بحر الرائق
میں ہے کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب
جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو در کے اطلاق مین بحث ہی ہم نے بھی یون کہا ہی کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہی او تعلق حق غیرہ وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہی اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو توکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ
عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہی احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ
عزل حکمی ہی ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہی کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو
وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہی کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز
موکلہ لو مکاتبا وحجرہ لو ماذونا کذلک ای علم او لا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہی اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادائے بدل کتابت
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسیطرح معزول ہو جاتا ہی یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ
وہ عزل حکمی ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ
فلا ینعزل بعجز وحجر اور یہی عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہی جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جبکہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین
اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولی نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ الا اذا کما
لوطلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہی وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہی کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ
اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہی تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہی بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جبکہ
کے ساتھ وکیل تصرف نہین کرسکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہی کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل
نے خود آزاد کردیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کرلیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی
اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کرلیا ولو ارتد الزوج او لحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا
تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہی ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہی کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقاء
عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہی انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اس لحوق پر محمول ہی جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر
وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہی کذا فی الطحطاوی ولا تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع
فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علیہ وکالتہ اور پھر آتی ہی وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل
کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی
رہیگا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا
پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہی تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہی بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید
حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکا مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک
نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکتب لا ینعزل ما لم یصلہ الکتاب ملتقط مین ہی
کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک اسکو وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی اسمین علم وکیل شرط ہی اور علم خط

بھیجنے سے ہو وکیل نہ ہوگا لم تعزل قبل قبوله لصحیح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے وصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ دراہم لیدفعہا الی انسان لیصلح افسدہا ولسنی لا لیضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اُس آدمی کو دے جو اسکو درست کرے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہیں ابراءہ عمالہ علیہ برئ من کل قضاء ودیانۃ فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کردیا اُس دین سے جو اُسپر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اسکا اتنا ہے اسپر علم یعنی سمجھا اسنے دین معاف کردیا لیکن اسکا گمان یہ ہے کہ میرے دس درہم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درہم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق براءت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ہ ومن قال اعط المال قابض خنصر ہ فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر ہ اور وہبانیہ میں ہے اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال میں اسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اسکو دینا پڑیگا وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ قالوا یجوز التغییر ہ اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یوں کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنی ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغییر کرنا وکیل کو جائز ہے علم لبعہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہے ولبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہوں خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا بخلاف ہے قول کے کہ لبعہ بالنقد یا یوں کہا کہ بیچ مت فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم ہ وکذا قول المدین والخصم یحلف ہ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن فقط درحق براءت ہے نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم نہ کھائی تو حق اسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہے یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجا کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال مال البیع لیسلمہ منہ وضاع شطرہ ہ اور اگر دلال نے مال بیع یعنی ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصف کیا جاوے یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال و بائع کے ناظم نے کہا یوں تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال بری ہے تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھرے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ نہو بائع کیطرف ثمن پہنچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہے دعوے کے احکام میں لا یخفی مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوے کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں ہے

یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے کیونکہ جب غیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے یہی لغۃ قول یقصد به الانسان ایجاب
حق علے غیرہ لغت میں دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور اس میں دفع عن حق نفسہ
سے کچھ غرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوے کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اُسپر تنوین داخل نہیں کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی
وفتاوی دُرر اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علے التانیث
لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنے دعاوی اور فتاوے میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف
ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ یہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا
وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوے عبارت ہے اس قول سے جو
قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول لازم مراد ہے تو غیر لازم
خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوے مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے کہ
شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی او دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسه دخل دفع دعوی التعرض
فتسمع به یفتی بزازیہ دعوے عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اسکا دفع تعرض کا
مطالب ہوں تو یہ دعوے مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جاوے اور جب اسکو حجت ملے تو
تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوے قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کے وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے
پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوے میں اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنے تعریف دعوے میں اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف
مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت
ہوئی تاکہ دفع بھی دعوے کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف
عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید سے
زیادت دفع کی حاجت نہیں والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوے ترک کرے تو چھوڑ دیا جاوے
یعنے حاکم اس سے زبردستی دعوے نکرواوے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت
چھوڑا نہ جاوے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جا فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد به یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاہب
الاربعۃ علے الظاہر و به افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہر علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمد رح کے نزدیک اسی قول کا فتوے ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنابر قول ظاہر کے اور اسی کا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی
البحر ہم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہے اسواسطے کہ ابو یوسف رح کا قول مدعی اور
مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علے السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ
لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر اھ کہا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر میں ہو تو مدعی کا اعتبار کرے

ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اُسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہین کیا اس دعوی کی
سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قیاس پذیر ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر
حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ
فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد رح اور ابو یوسف رح کا اُس صورت مین ہی جبکہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہوا اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی
اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہوا سواسطے کہ بلاشک
مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکہا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اُسکو یاد رکہنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہی
چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا **وركنها اضافة الحق الى نفسه** لو اصيلا كلى عليه كذا **او اضافته الى**
من ناب المدعى مناب كوكيل ووصى **عند النزاع** متعلق باضافة الحق اور دعوے کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت
اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُسپر اتنا ہی یا نسبت کرنا حق کا اُسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع
اضافت حق سے متعلق ہی **واهلها العاقل المميز** ولو صبيا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوے کا اہل وہ شخص ہی جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا
بشرطیکہ اُسکے ولی نے اُسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اُسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوے نہین کذا فی الاشباہ **وشرطها** ای شرط جواز
الدعوے **مجلس القضاء وحضور خصمه فلا يقضى على غائب** اور دعوے کی شرط یعنی جواز دعوے کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اُسکے
مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاوے مدعا علیہ غائب پر ولم یحضرہ بمجرد الدعوے ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ لغیر والا فحتی یبرہن او یحلف بینہ او کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوے کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جوابدہی کر کے اپنے گہر رات کو جا پہونچے تو ہان
بمجرد دعوے حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اُسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہائے کذا فی الملتقی ہم مدعا علیہ بعید کے حاضر کرنے مین قول ہین بعضون
کے نزدیک اعتبار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ
ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ماتقدم ہی کہ بمجرد دعوے مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہی یا فاسد اور یہ اُنکی غفلت ہی
فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی **ومعلومية المال المدعى** اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اُس مال کا ہی جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ
مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو اُس وقت مدعا بہ
بولنا درست ہی ہم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ فقیہ بولتے ہین مگر یہ مشہور ہی تو وہ بہتر ہی صواب بحر سے کذا فی الحموی **وشرطها ايضا كونها ملزمة**
شيئا على الخصم بعد ثبوتها والا كان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر لازم نہوتا تو
بیفائدہ ہوتا ہم جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوے کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر **وكون المدعى**
مما يحتمل الثبوت فدعوى ما يستحيل وجوده عقلا او عادة باطلة لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ ہذا ابنی
وظہورہ فی المستحیل العادی کدعوے معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فالظاہر عدم سماعہا بحر وبہ جزم
ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوے کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوے کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہی تو اُسکا دعوے جسکا
وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب یقین ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہی
یا اُسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

بیان قیمتہ شرطا نہین کذا فی العمادیۃ وبہ افتی فی دعوے العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بما ذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہے نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شیء مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان
شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی
الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو
بھی شرط کیا ہے اور اسی قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان عمادیہ
ہے وفی دعوے الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل اولا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا
ضرور ہے خواہ وہ چیز باربرداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت
رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ
والا فلا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق باربرداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر باربرداری
کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اسکی قیمت بیان کرے
بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ولیشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ
غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک
بصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہے ہر مال ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع
بھی عقار ہوتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی
عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اسکے
حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ ہے چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوے ہے
نہ عین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان کا
جسمین وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوے کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو
بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سوداگر معلوم ہوگیا تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ
ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا للتنافی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے
ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین بلکہ اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف
ہوجاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی
مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود
واسماء آبائہم ولا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور انکے
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

سبب ہے نہ وجہ جو مذکور ہوئے جواب سے کہ ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے
مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی البحر (فان اقر فبہا) وان انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرے تو
خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر بغیر اسکے کہ طلب کرے اور مدعی کو حکم دینے سے پہلے طالب ہوئے کہ ہم اگر مدعا علیہ
کہے کہ میں مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد اسکے پھر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ
ہم تجھ پر حکم کرینگے بہتر ہے واجب نہیں کذا فی الطحاوی (والا) یبرہن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لابد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی
اربع مسائل فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوے ثابت نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد طلب مدعی کے اسواسطے کہ جمیع دعاوی
میں مدعا علیہ سے قسم کا طالب مدعی ہونا ضرور ہے مگر ابو یوسف رح کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ ہم مولف اور ہے ایک یہ کہ بائع
مشتری خدا کی قسم کھاوے کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے اور شفیع قسم کھاوے کہ میں نے شفعہ باطل نہیں کیا اور عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے نکاح کا
سے تو یوں قسم کھاوے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا اور یتیم قسم کھاوے کہ میں نے نہیں پایا کذا فی الحلبی عن البحر قال والرابع
علی التحلیف بلا طلب فی دعوے الدین علی المیت بزازی نے کہا اور رابع یہ ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک بلا طلب قسم دلانا بہر الفقہا کیا میت پر دعوے دین میں
ہم صورت تحلیف بیان یوں ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجکو ادا کیا اور نہ تیری طرف
کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کچھ کا تو نے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی
الحلبی عن البحر (واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر) اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوے مدعی کا میں نہ اقرار کرتا
نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اسکو قید رکھے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسے قسم لینا چاہئے
(وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ) عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع انہ
الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ
بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا میں ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے انتہی مافی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل
کیا کہ مشابہ تر حق یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی ہم قہستانی نے کہا یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا
نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا (فینا ان) تحلیف
الحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ للیمین ولا نکول
غیر القاضی جیسے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ دونوں اگر آپس میں اسپر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور
بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس
(فلو برہن علیہ) ای علی حقہ یقبل والا یحلفہ ثانیا عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم
کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر
جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے پھر دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فلم یکن
باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر
نہوگی ہم یہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے

قابض کے گواہ اولے بالقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آویگا اور صورت نتاج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی تم میرے پاس جنی تو قابض کے گواہ
مقدم ہیں اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہیں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہو قبض کی اور نکاح کی سو تنازع یہ ہو کہ دونون نے گواہ اُسپر قائم کیے کہ اُسنے
نکاح کیا اُس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہیں تو ملک سے مراد یہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ
لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الاصح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضا
احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین
قسم کھاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اُسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح مین کذا فی
السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہو یعنی مستحب ہو نہ واجب وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف ورجح فی ا
ترجیحا فافادہ المصنف قلت قد منا انہ نزل من القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہو حکم دینا انکار قسم کے بعد فوراً اسمین خلاف ہو علما کا کذا فی الدرر
اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہو مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرض ہو
مگر تین صورتون میں ہم پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا مین چنانچہ گواہون مین دوسری یہ کہ مدعی مہلت مانگے تیسرے یہ کہ امید صلح ہو اقارب مین
کذا فی الطحاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض ورزیلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا
مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اُسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہو کذا فی الدر تو طریقے
قضا کے تین ہوگئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدہا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاضی علی المرجوح والسابع
قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوا فورا فراو واذ بوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ
مین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ
چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے تھری چھری لیے نکلا پھر اس گھر مین فوراً لوگ داخل ہوے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا
تو شخص خارج خائف اُسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ
اقرار کو قضا کہنا مجاز ہو کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہو بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہو اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو
تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہو تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی
خصمہ والا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اُسمین جسکا اُسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہو یعنے واجب ہو کہ اپنے
مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی مبطل
حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اُسکا مخاصم نہ مانے سوا ہے قسم کے اگر اُسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل
ہو تو مدعا علیہ قسم کھاے اور اگر ایسا نہو اس طرح کہ اُسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہو تو قسم نہ کھاے کذا فی البزازیہ ہم یہ مسئلہ مغائر ہی
مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان
مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھاے اور نہین تو قسم نہ کھاے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی ترجیح
خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اُنکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی
السراج برخلاف اُس قول کے جو شرح مجمع مین ہو محیط سے ہم شرح مجمع مین محیط سے منقول ہو کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام رح کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کر چکا اور محمد رح کے نزدیک قبول ہین اسی پر اشکال
ہے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ قبول کیا انتہی اسمین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین معراج سے قول محمد کی
ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحاوی لعدم یمین المدعی علیہ کالقبل البینة بعد القضاء بالنکول فانہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ
مقبول ہین بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیة عند العامة وہو الصحیح لقول شریح الیمین الفاجرة احق ان ترد من البینة العادلة ولان الیمین
کالخلف عن البینة فاذا جاء حکم الاصل انتفی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا پھر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہے بدلیل
قول شریح کے جھوٹی قسم جو دور کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا
خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ولیظہر کذبہ باقامتہا ای البینة لو ادعاہ ای المال بلا سبب بخلاف ما لو ادعی علیہ فاقامہا
حتی حنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیة خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی
نے مال کا دعوے بلا ذکر سبب کیا اور مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اسی قول پر
فتوے ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیة برخلاف اطلاق درر کے جو مین کہا ہے [illegible] کہ اسکا کذب ظاہر ہوگا تو وہ معاقب بعقوبت
شاہد زور ہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف ان لا دین علیہ
ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اسپر دین نہین ہے پھر مدعی نے سبب مثلا قرض وغیرہ پر گواہ قائم کیے تو
مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابرا قرض یا ادا سے قرض ادا کیا گیا اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی
الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعة جحدہا ہو او ہی بعد عدة وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدة
واستیلاد تدعیہ الامة ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقة او موالاة ادعاہ
الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو
رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور قسم نہین استیلاد مین جسکا دعوے لونڈی کرتی ہے
اور اسکے بالعکس یعنے ادعاے استیلاد دعوے کا قابل نہین ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے اسوجہ سے کہ اقرار سے اور رقیت اور نسب مین
قسم نہین اسطرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال اپنے پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولی ہے یا باپ
اور وہ منکر ہو اور ولا عتاقت یا ولاے موالات مین قسم نہین ولا کا دعوے کیا شخص اعلی نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول
نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیاے سبعہ مین امام رح کے نزدیک تحلیف نہین خلافا لہما [illegible] رجعت مین بعد عدت کے [illegible]
قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی
مدت مین ایلا ثابت ہوگا نزدیک کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ [illegible] خلاف [illegible] والفتوی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعة ومن عدہا ستة الحق امومیة الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود [illegible] ہے کہ
قسم لیجائیگی منکر سے اشیاے سبعہ مذکورہ مین اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے اسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہے یا رقیت مین حاصل یہ ہے کہ قول مفتی بہ
تحلیف ہے کل امور مذکورہ مین سوا اسکے حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فللعبد

تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور یہیں جا مدد قذف اور لعان کی حد ہو تو اسمیں قسم نہیں باجماع اماموں اور جیسا جبکہ گر جبکہ مدعی لیوے
کی متضمن ہو اس طرح پر کہ موسے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا موسے کا بصورت انکار جائز ہے سو اگر موسے
قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا ہم غلام یون کہے کہ مولی نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نہ کہے کہ آپ نے زنا کاری کی
تا اپنے موسے کا قاذف نہ ٹھیرے کذا فی الطحاوی و کذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور ایسے ہی قسم لیا
سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دیوے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاویگا
و قالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجائیگی تعزیر میں چنانچہ اسکو درر میں بشرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر
حق العبد ہے اور لہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فی الدرر و فی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف
اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کا دعوے کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اس سے قسم نہ لیجائیگی و فی الخانیۃ
لا استحلاف فی احدی و ثلاثین مسئلۃ اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون میں نہیں ہے ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر فصل میں گذر چکے
النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف و فرع علی الاول بقولہ فالوکیل و الوصی و المتولی و ابو الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ
نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے میں نہ قسم کھانے میں اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے کہ وکیل اور وصی اور متولی وقف
اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم ہے
اصیل کا یعنے وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے و لا یحلف احد منہم الا اذا
ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل و کذا الاب لکن وکیل اور وصی اور متولی اور
صغیر کے باپ سے قسم نہ لیجائیگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاوے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا
اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و فی الخلاصۃ کل موضع لو اقربہ لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلاثۃ ذکرہا و الصواب فی اربع
و ثلاثین لما مر عن الخانیۃ و زاد ستۃ اخری فی البحر و زاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ و النظائر لابن المصنف و لولا خشیۃ التطویل
لسردتہا کلہا اور خلاصہ میں ہے کہ جس مواضع میں کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی سوا
تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس ۳۴ صورتون میں حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا
یعنے اکتیس صورتیں خانیہ کی اور تین صورتیں خلاصہ کی مل کر چونتیس ۳۴ ہوئیں اور چھ صورتیں اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں
تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ و نظائر میں زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو میں ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم
تو سب چوالیس صورتیں ہوئیں جنمیں منکر پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کرچکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے
اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے
تو یہ غلطا افلاطہ کاتب سے ہے و یحلف جاحد العلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر
ہوتا ہے بتات یعنے یقین پر اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہیں ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھاوے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے
میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہیں تو زید یون قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اسکی حویلی نہیں چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلا
بالیقین جانتا ہے و التحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے

دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسنے اسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدا کیا پھر ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ اُسکا غلام ہے اور اُسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے نہ علم پر طحطاوی نے کہا کہ یقین کا وہ معنی ہے کہ لا یحنف و یحلف جا حد القود اجماعا اور قسم کھلائے قصاص کا منکر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے حکم خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ قاتل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اُس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی یون کہ واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھائے یعنی سبب پر فانتفی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاوے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہا البذل خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جائیگا اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلا ہاتھ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے مین مال کے مانند تو اُسمین ابتذال جاری ہے یہ برخلاف صاحبین رح کے ہے ایک نسخہ مین بذل ہے بجاے ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ما دون النفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اُسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین رح کے امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اُسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک و قدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہون کا فقط آنا ضرور نہین ویاخذ القاضی فی مسائل المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن ہروبہ بحر فلیحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب یعنی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسائل متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس عوے مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اُسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہو ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی و صحح اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اُسکا اُسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاوے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ ویفطر فی زیہ او تجبر رفقائہ لو انکرہ المدعی بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اُسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اُسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اُسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ شارح نے غریب کی تفسیر مسافر سے اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہنا علے دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے

حاشیہ: اور ابتذال کے معنی ہین خرچ ہونا ... [illegible]

اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رح کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینة
اٰتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برہن علیہ الحق قبل خانیة وجزم فی السراج کما مر اور اسیطرح اگر مدعی نے
کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کہا لے تو تو بری الذمہ ہو مال سے پھر اسنے قسم کہائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے
حق پر تو مقبول ہو کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہوچکا تقبل البینة واقامہا بعد الیمین کی شرح میں وقیل لا تقبل
قالہ محمد کما فی البحر عن الخلاصة وعکسہ ابن الکمال اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد رح ہیں چنانچہ
عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن کمال نے یعنی قبول کو محمد رح کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام رح کی طرف وکذا الخلاف لو قال
لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال لا شہادة لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف
ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے
گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہو بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے کے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی
شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینة لہ وطلب یمینہ فقال
المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیة مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا
اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کرلینے حاضر کر پھر
مجھ سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار ہے کذا فی القنیة ثم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم صندوق ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے
کہ ختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے مہر کرتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی میں رکھ کر مہر
کرکے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی او لیذر وہو قول واللہ خزانة
وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم اره صریحا پھر اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے نام پاک سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کہانے والا ہو تو
چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کہائے یا نہ قسم کہائے اور یمین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانة اور ظاہر اس کلام کا یہ دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اسم
پاک کے قسم کہائے تو یمین نہوگی اور میں نے اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیة لان التحلیف
بہما حرام خانیة قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی
قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم
کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول الاکثر کذا فی خزانة
المفتین وظاہرہ انہ مفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدة بحر واعتمده المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق
یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نہ کہائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانة المفتین اور ظاہر اس کلام سے یہ ہے کہ اکثر کے
قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم علامہ مقدسی نے کہا کہ سے فائدہ تحلیف
یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جبکہ مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کہائی تو مدعی اسکی تصدیق
کریگا تو تحلیف بالطلاق والعتاق باوجود عدم قضا بنکول کے فائدہ سے خالی نہیں قلت وہو حلف بالطلاق انہ ما لہ علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہدا علی السبب
کالاقراض لا یفرق وان شہدا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کہائی کہ اسپر نہیں پھر مدعی گواہ لایا

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب تلازم نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید یہ دین ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل منقح ہے یہ کمالی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لاملا شہ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لایحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی وفیہ تقدم اور محمد رح نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے اور اُسمین مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ولغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہے اُس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا اور پیر اس شخص کا مال نہین ہے وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین ہے والخیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی وقسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا اختیار ہے ہم یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہو جاوے ہم یعنے یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ بالعطف ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اُسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب تغلیظہا علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب یعنی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اُس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اُتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اُس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اُتاری اور مجوسی اس طرح کہ قسم ہے اُس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اُسکے اعتقاد کے موافق ہو اگر کفارہ مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم مصنف علیہ السلام مین یا ہے کہ وثنی صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اُسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین دلقی تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اُسکا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اُسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہو جائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اُسکا اشارہ گویا یون ہوگا

کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو اصم ایضا کتب له ليجيب بخطه ان عرف والا فباشارته اور گونگا
بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمى ایضا فابوه او
وصیه او من نصبه القاضی شرح وہبانیه اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھائے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی
شرح الوہبانیہ ہم شارح کہتے ہین کہنا لازم تھا او من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا
وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق الغیر ہے یا الیقین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول المتقدم کہ اگر
کہنا بتا استحلاف مین جاری ہوتی ہے غلط ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتهم لان فیه تعظیمها اور یہود اور نصاری اور مجوسی
سے قسم نہ لیجاوے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے اقول کرہ
مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور مین نے فتوی دیا ہے اس مسئلہ کی تحریم کا اور لازم
کنیسہ یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ومجلس القاضی [illegible] سبب تنزع على الحاصل ای على الصورة التی ذکرها المصنف اسباب کے دعوی مین
جو زائل ہو سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکا دعویکی صورت پر حاصل کی تفسیر [illegible] اور مدعی کا اصل یہی ہے [illegible] باقی ہے اور
ثابت ہے اور اسکا [illegible] ہے چنانچہ قاموس مین ہے [illegible] قسم ہوگی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین بیع اور طلاق اور غصب
واقع نہین کذا فی الطحطاوی فسره بقوله ای بالله ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک رده وهو قائم او بدله وما هی بائن
منک وقوله الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیه لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کیا اپنے اس قول
سے کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین
اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہوگیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہین ہے [illegible] نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس
کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق [illegible] ثابت نہین لا على السبب
ای بالله ما نکحت وما بعت خلافا للثانی لنظر المدعى عليه ایضا لاحتمال طلاقه واقالته نہ قسم سبب پر یعنی یہ کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح
نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لینے مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اُسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور
بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک [illegible] حق مدعی کے واسطے ہو تو [illegible] کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور وجہ
تو سبب کا ہو طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ البیع واللہ
ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور طلاق بائن تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من تحليفه على الحاصل
ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع على السبب ای على صورة دعوى المدعى کدعوى شفعة بالجوار ونفقة مبتوتة والخصم لا يراهما لكونه شافعيا
فیصدق حلفه على الحاصل فی معتقده فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر
قسم کھاوے یعنے دعوے مدعی کی صورت پر جیسا کہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا
بسبب شافعی مذہب ہونے کے لیکن جبکہ وہ ہو سے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی مذہب مین شفعہ
جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ تجھے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین سبب کی
مدعی کا ضرر ہے تو بیان سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہے

شفعہ جوار اور ثبوت کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر لقلت وفائدہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ
واما بمذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسأل القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف یعنی کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد
ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول اوجہ یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ
جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین الخ تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو
تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحاوی وکذا اذا تحالف علیہ سبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع ابدا ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر
رقہ اور اسیطرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اسکے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہی بسبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما باللحاق ویحلف
مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے
دونون کے مالک کو حاصل پر یعنے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس
احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین چلا گیا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے عود کیا ہو تو اس یمین
کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع و سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ
تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم
باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم فدیہ یمین ہوتا ہی بقدر دعوے یا اقل سے
اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس
درہم کے دعوے مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید
میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا وشرعا
کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید بالاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ
سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنے واجب سے واجب شرعی مراد
نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہی ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ
دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہا ای الیمین قصدا بان
قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے
سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا
قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے
مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنے مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری
یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع در اور اسیطرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدر
ہم رکن بیع یہ ہی کہ بیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ بشارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم
وبرہن قبل والا فلہ تحلیفہ مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہی ایکبار اگر تحلیف حاکم یا حکم کے

یہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم بیع مقایضہ اور صرف میں اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی ای لا
اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل میں تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض ہزار نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے
کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات میں ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب
احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما بحر اور بیع فسخ نہیں ہو جاتی دونون
کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنی در صورت فسخ متعاقدین
کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہیں ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ
بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوے لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے
اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع بعینہ موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور
باہم رد بیع کرین وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافہما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی
تحالف اور فسخ اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک
مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو
رطل ہے مثلاً اسکو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھا
تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسی کذا فی البحر کما لو اختلفا فی وصف المبیع
کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا جیسے
مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہ شرط نہیں کی ہے تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اور قسم نہیں دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر
وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہیں وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد
نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض لبعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون
کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط
خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنی بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہے کہ وہ ثمن ادا
ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری
ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول
بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر
اور شافعی نے کہا نہیں بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہیں جبکہ
متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے
لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی البحر ولا یحلف المشتری الا اذا تملکہ فی بدل البیع فیحلف المشتری اور قسم کھائے

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولے ہین جبکہ اسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول
کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تو زوج کے گواہ اولے بالقبول
ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مہر المثل
علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین کیونکہ برابر ہون
گے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان مین ہو
بلکہ مراد یہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدر وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المہر
بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع ہم یعنی ہر ایک کی
قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہو نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہو
کذا فی الدر ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجاے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے
پہلی تسلیم زوج پر ہو تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ ہم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم زوجہ ہو اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہوا ور
یعنے تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا زوجہ کے موافق ہو یا اقل یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک صورت
مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اقل
اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر
مثلہا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبینہما لو بینہما ای بین ما ادعیہ بیمینہ
اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور
زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر
والمستاجر فی بدل الاجارہ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدۃ
ولو برہنا فالبینۃ للمؤجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر و مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت
حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھاوین اور اجارہ کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہون اور موجر کی
قسم سے ابتدا کیجاے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفاء منفعت
مراد یہ ہو کہ استیفاء منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجاے استیفاء ہو وجوب اجرت مین
یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر ولو بعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ اور بعد استیفا منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے
اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفا منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفا منافع
فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے مسئلہ مذکور بیان نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر
لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفا بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوینا
اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جزء اسکا مانند عقد ہے

یعنی مبیع یا معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ و سیاہم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے پس اقالہ تو باقی کو معقود
بالعقد ہے لہذا اُسمیں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزو مبیع کا معقود بعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں تو باقی
تلف ہونے سے کہ تو ناظر و کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین او صغیر یجامع او ذمیة مع مسلم قائم النکاح
او لا فی بیت لهما او لاحدهما فیما زاد الاکمل لان العبرة للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور
حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا
مملوک ہو یا ایک شخص کا نہیں سے کذا فی خزانة الاکمل عموم بیت اسواسطے ہے کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہذا ما کان فی البیت ولو ذہبا
او فضة فالقول لکل واحد منهما فیما یصلح له زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا یا چاندی ہو
تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور ٹوپی اور قبا اور ہتھیار اور کمربند اور کتابیں اور گھوڑا
اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اُس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ
غلہ اور کپڑے سے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منهما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لذی الید لتعارض الظاهرین
درر وغیرہا اگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اُس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہو تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں
ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلاً زوج زرگر ہو کہ زیور عورتوں کے بناتا ہو اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر
صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہونگے تو اب باعتبار تصرف
مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہو وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی والقول
فی الصالح لهما له لانها وما فی یدها فی یده والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اُس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ
میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین سے جیسا کہ فرش اور ظروف اور چاشنی اور نقد اور لونڈی
غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بها لان ظاهرها اظهر من ظاهره وهو ید الاستعمال بخلاف اُس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے
کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اُس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب
ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو
نہ زوجہ کا اسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینة یقضی ببینتها لانها خارجة حکما لان البیت للزوج الا ان
یکون لها بینة بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا
ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وہذا فی حیاتهما وان مات احدهما واختلف وارثه مع الحی
فی المشکل الصالح لهما فالقول فیه للحی ولو رقیقا وقال الشافعی ومالک رح الکل بینهما وقال ابن ابی لیلی الکل له وقال الحسن البصری الکل لها فهی
السبعة وعدها فی الخانیة تسعة اقوال اور یہ جو مذکور ہوچکا اُس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے
مرگیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اُس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو اُسمیں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ
وہ مملوک ہو اور شافعی رح اور مالک رح نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام
متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسعہ میں سے پہلا قول امام کا

جو متن میں مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۳۔ ابو یوسف رح کا قول کہ زوجہ کو واسطے اقتضا جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے
۴۔ ابن ابی لیلے کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۵۔ قول ابن معن اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۶۔ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے اسمیں تصریح
کہ گھر عورت کا ہے ۷۔ قول محمد رح کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت دونوں میں زوج کی ہے ۸۔ قول زفر رح کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹۔ قول مالک رح کا کہ کل مال دونوں کا
ہے یہ کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصا ولو احدہما مملوکا وقد اذن لہ او مکاتبا وقالا والشافعی رحمہما اللہ فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت
لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک
موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اسواسطے مقبول ہوا کہ میت
کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین رح اور شافعی رح نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں مرکے برابر ہیں اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسہا فما
فی البیت قبل العتق فہو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فہو علی ما وصفنا فی الطلاق اگر آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اُسنے اپنی
ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نہیں تو جو اسباب گھر میں ہو قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزاد ہونے کے ہو قبل اختیار کرنے
اپنی ذات کے سو اس طرح پر ہے جیسے کتاب الطلاق میں مذکور ہوا ہم یعنے دونوں طرف کا برابر ہیں حکم میں کذا فی الفتح وفیہ طلقہا وقضت العدۃ فالمشکل للزوج او ورثتہ
بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ الابدا اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج نے طلاق دی اور عدت گزر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اسکے وارثوں کی زوج کے بعد اسواسطے
کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق وکذا الوارثہ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ
زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحاوی نے ذکر کیا [illegible] اور اُسکا جواب [illegible] اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے واذا مات وہی فی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع
مشکل زوجہ کی ہے گویا اُسنے اسکو طلاق ہی نہیں دی اُسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر
[illegible] الموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے
اُسکے قسم کہانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو اُسکے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکافی وعطار فی الآلات الاساکفۃ وآلات العطارین وہی
فی ایدیہما فہی بینہما بلا فرق کذا فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ
دونوں طرح کے ہتھیار دونوں شخصوں کے قبضہ اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنے رعایت نہو گی کہ کفشگروں
کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اسکا سراج میں ہے ہم الآلات مذکورہ دونوں میں اسواسطے برابر ہو
کہ کاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر
والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدارہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف
بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی میں مشہور ہے اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن میں روپے یا اشرفیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس کے گھر
کے گھر میں ہے سو اُس غلام کا اُس مرد نے دعوے کیا جو مالداری اور تونگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اُسکا دعوے کیا تو وہ غلام
اُس شخص کا ہے جو مالداری میں مشہور ہے ہم بدرہ اُس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس کذا
کناس فی منزل رجل وعلی عنقہ قطیفۃ یقول الذی ہی علی عنقہ ہی لی وادعاہ صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور
اسی طرح ایک جاروب کش ہے ایک مرد کے گھر میں اور اسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہے جسکی گردن پر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے

کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے ہم کہتے ہیں اور مسئلہ سابقہ میں فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد
السفینۃ وما فیہا فاحدہما یعرف ببیع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر
دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جس میں آٹا ہے سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعوی کرتا ہے اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اسکا ہے جو آٹا
بیچنے میں مشہور ہے اور ناؤ اسکی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل ظاہر حال وفیہا راکب وآخر ممسک وآخر یجذبہا وآخر یمدہا کلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا و
لا شیء للماد اور اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہے اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور چوتھا اسکو بہاتا ہے اور سب اسکا دعوی کرتے ہیں
تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہائی ہوگی اور بہانے والے کا اس میں کچھ نہیں ہے شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحطاوی رجل یقود
قطار ابل وآخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لا شیء علیہا فللراکب البعیر الذی ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی آخر
الاکل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا ہے اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اسکا
مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے
پورا بیان اسکا اخر اکل میں ہوچکا ہے یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہیں کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں یعنی مدعی علیہ کے اپنے اوپر سے مدعی کا دعوی دفع کرنا جیسے دفع دعوی قبل بیان کے صحیح
ہو ویسے ہی بعد بیان کے بھی صحیح ہے اور اسی طرح قبل حکم کے صحیح ہے جیسے بعد حکم کے صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعی علیہ کا دفع
مسموع نہیں اور دفع احد الورثۃ کا مسموع ہے اگرچہ دوسرے وارث پر حکم کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من کون احد الورثۃ خصما عن الکل سے پہلے
اسکے ذکر کیا اسکا جو خصم ہوتا ہے پھر شروع کیا اسکا جو خصم نہیں ہوتا قال ذو الید ہذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ
او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من ابن سماعۃ علی ما ذکرہ ابن کمال واقام بینۃ علی ما ادعاہ وقالوا الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ وشرط محمد معرفتہ
بوجہہ ایضا فلو حلفوا لا نعرف فلانا ولا نعرفہ الا بوجہہ لا تندفع ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان اعتماد الائمۃ
علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شے جسکا مدعی دعوے کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجھکو عاریت
دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے جو غائب ہے یا ان سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے غصب لیا ہے اور امور مذکورہ پر وہ گواہ
لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب یا اسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور
نسب کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہے تو بسبب قول محمد کے اگر قسم کھائے کہ ہم فلانے کو نہیں پہچانتے اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا اگر اسکی صورت
سے تو دفع نہ ہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ ائمہ ثلثہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہے انتہی تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہم لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی کی
جو ملک مطلق کا دعوے کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ اُن لوگوں کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں ہے اور اگر ملک مقید کا
مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا یا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بکر کو ودیعت یا غصب یا بیع غائب سے دفع کیا تو خصومت دفع نہ ہوگی اور ذی الید پر
اسکے آزاد کردینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار واقرہ المصنف
کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند کیا ہے اور حیلہ گری
اس طرح پر ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہے پھر مخفی کسی مسافر کے ودیعت دیتا ہے اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید پر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو
مالک کا حق باطل ہو جاوے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا رہے اور انکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف اسکے قائل ہوئے جبکہ قاضی ہوئے
اور لوگوں کی حیلہ گری دریافت کرنے کے اولیٰ الخیر کا المانع ای مانع الخصم الادعی و ہذہ مخمسۃ کتاب الدعوے لان فیہا اقوال خمسۃ علما کما بسطہ فی الدرر والمنح وشرحہا
عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوے کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالموں کے قول ہیں چنانچہ درر و منح میں شرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ
اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں یعنی ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ یہ ہیں ایک قول وہ ہے جو متن میں
مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت ہے اور نسب کے ساتھ پہچانا ہے چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے
مطلق خصومت دفع نہیں ہوتی پانچواں قول ابن ابی لیلیٰ کا کہ بدون گواہوں کے خصومت دفع ہو جاتی ہے کہ اسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الحلادی قلت
وفیہ انفراد الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اخذتہ فیہا من الغاصب او سرقتہ منہ او اشتریتہ منہ او فصل بینہ فیہا الی ان قال فی بعض نسخ البزازیۃ
فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ والودیعۃ قال فاذا یا وسطہ الکل من قدم فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور
عینی کے قول میں گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھکو
زید غائب نے رکھا یا میں نے اسکو غاصب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اسکو نکال لیا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو میں نے اسکو پایا کذا
فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہو گئیں میں کہتا ہوں لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ
یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں اور البتہ میں نے اسکی شرح ملتقی میں تحریر کی ہے و ان کان ہالکا او قال الشہود
اودعہ من لا نعرفہ او قہر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال
المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی دبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما یجی
حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہوں نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہے اسنے جسکو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ
ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا
اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجھسے یا یوں کہا چرا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے
تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اسکو مجھسے چرا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کر لیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب
اسکا ذکر آویگا کہ ان صورتوں میں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی و ہل تندفع بالمصدر الصحیح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول
صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا
کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوے مدعی کا مندفع نہوگا و قال ذو الید فی الدفع او دعنیہ فلان و برہن علیہ لا تندفع
فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوے غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسپر گواہ لایا تو
کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہم یعنی ہالک وغیرہ میں اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے
قیام مین اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعوے خریداری اور ہبہ میں اقرار قبضہ ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے
فعل کا قال ذو الید غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ اودعنیہ عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکر کہا ذی الید نے مجلس
حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور سے یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول ہوگا مگر جبکہ مدعی
اسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہی ولو برہن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ یمنع الدفع
بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اسکے دعوی ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دیگا اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے
جو مانع ہی دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید اودعنیہ فلان ذلک الغائب بنفسہ
قاد ہو کیا لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرہن لتوافقہما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع مین کہا میرے پاس اسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو
ودیعت رکھا ہی تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرہن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے
خرید کیا اور اُسنے مجھکو وکیل کیا ہی کہ اسکے قبضہ کرلینے پر تیرے پاس سے لیکر اور اُسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ
مدعی احق بالقبض ہی کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علے الغائب باقرارہ وہی الحیلۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی کہ
خرید کرلے ہین تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ حیلہ عجیب ہی یعنے انکار مین تو تسلیم ہو اور تصدیق مین
تسلیم نہین ہم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی مالک غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور اسی طرح
علامہ ابو السعید نے کہا کہ کچھ عجب نہین اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصار الدرر وغیرہا علی دعوی الشراء اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرہن علیہ وزعم ذو الید ان ہذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل بحر
اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہی سواسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہی اس فلانے غائب نے
غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے
دونون کے اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہی ولو کان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لاتندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استحسانا
بزازیہ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا
ازروے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی
الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوے کہ زید کی ملک ہی اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہی تو مدعی ثانی مدعی اول کا
خصم نہوگا بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوے اجارہ بمنزلہ دعوے استعارہ کے ہی کیونکہ ہر واحد مالک عین کا مدعی نہین
اور یہی علت ہی مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن او شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل مشتری تو سب کا
خصم ہی یعنے جو خرید کا دعوے کرتا ہی وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع فامہلنی الی المجلس الثانی صغرے اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوے مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہی تو اسکو
قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغرے للمدعی تحلیف مدعی الایداع علے البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر
جائز ہی کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہی لیکن اسکا تمام
ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہی اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی

تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و تحلیف المدعی بعلی العلم ثنا معرفۃ الیہ اثرہ اور اسکو ایضاً مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے
اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوے مدعی کا بانکار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے وقوع
میں اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہا ئیگا اس طرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت
رکھی ہو کیونکہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکل من نقل عنہ جبر اوضہ اشتغالہ الیہ الانفس بالمجتبا المولی لیس الکان لیسکہ کیا اپنی تمنی
نہیں ہوجانے کا کیا پا موقوف گواہ لالائی اسپر کہ مولی نے اسکو آزاد کردیا تو دعویٰ اقل کے واسطے بینہ مقبول ہوگا نہ ادا [illegible] سولی نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردونکے دعوی کرنے میں اپنی تیسرے شخص پر دعوی کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعویٰ کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق اسم لم یذکر لہ سبب علی الصحیح
ملک حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمیں سبب ملک کا ذکر نہو جیسا نتاج کو ہو پس کلام خارج
وہ شخص ہے جو ذی الید او قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں بر ہان مقبول نہیں مگر مدعی کا بر ہان ولو وقت احد ہما فقط حجت
خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نکریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط
ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی
العینی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت میں وثمرتہ

فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ

من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا ایک مہینہ
سے اور ذی الید نے کہا کہ یہ غلام ہی سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہے
نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے
حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت
انفراد ہو بلفظ شرح انتفا میں جامع الفتاوی سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد میں تاریخ
کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے
ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے
بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی ینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول
ابو یوسف رح کے حکم کیا جائے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے
اپنی شرح میں ہم شیخ الغفار میں بجائے یقضی یفتی ہے وہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شئی قبضہ بہ لہا اور گواہ لادیں دو شخص خارج ایک چیز پر
جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ہم دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ابو موسی اشعری
سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوے کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادتین حجج شرعیہ
میں تو حتی الامکان [illegible] واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی شہود اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی

مدعیوں نے سبب ملک کا ذکر کیا اس طرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر شی کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف
ثمن کے اگر ہر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنی نہ لینے میں کہ اس پر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نہ رہی اور یہ
اسکی غرض تھی پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پر و ان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف
لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے اور اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دعوی پورا لے تو اسکو جائز ہے و ہو ای المدعی للشراء السابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الآخر الیہ
سراج اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونوں نے دعوے کیا اس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اس نے دوسرے سے
لیا کذا فی السراج مع سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی و ہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے
تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو و ہو للذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما
وان لم یوقتا فقد مر ان لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی (وقت بیان کیا ۱۲) اور حالانکہ دونوں کا قبضہ
نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ
ورہن ولو مع قبض اور دعوے خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو مع وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہونا
سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے
بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا و اتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے
تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب
ولو ارخت احدہما فقط فالمورخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہو تو تاریخ والی چیز
مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں
وہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار
والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل
قسمت ہے جیسا کہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے
ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر ہم یہ رد ہے عمادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع
طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمہر سواء فینصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر
اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا
بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوے کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکسان ہیں کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان
احق یہ یعنی استوائے خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو

قیمتی کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور سوئی کا کاتنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرر کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے
پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید اولیٰ ہے خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہوا ہو یا اسکے بائع کی ملک میں یا اسکے مورث کی ملک میں
جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی
اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور دعوے نتاج ملک کے مثل ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلاً کغصب
او ودیعۃ او اجارۃ ونحوہا فی روایۃ درر وکان سبباً یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علی اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا
عنہ بحدیث النتاج دعوے نتاج میں ذی الید اولیٰ ہے مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند
اسکے وغیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوے ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور
گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا کر معلوم ہونا مشکل ہو واقف دانشمندوں اور روایت کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کے اسواسطے کہ
مدعی خارج میں یہی اصل ہے اور ہمنے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ حمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ
اسکے خلاف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی
اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ انسان کاہے اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اسکو
ہوائی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوے کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے
اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہے اسکے پاس جنی ہے اور
قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا اسکا
نتاج منصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہے کذا فی الطحطاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذو الید عینی علی الشراء من
الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں
یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برہان ساقط الاعتبار
ہونگے اور جو مال کا دعوے ہو وہ اسکے قبضے میں چھوڑا جاوے گا جسکے پاس وہ ہے ہم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو
ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے
کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا
ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور صاحبین بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین
کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح
عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اسکی
کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل ہو تو مفصل کی ترجیح ہوگی
مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک
آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا
الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے

سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں آئین یعنی اقامت شہادت اقوی ہیں اسواسطے کہ کثرت
دلیل موجب ترجیح نہیں وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے
اسواسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہے یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ
اعدل ہوں تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اس سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہوسکیگا ایک جانب
کذا فی المجادی دار فی ید آخر ادعی رجل نصفها وآخر کلها وبرهنا فللاول ربعها والباقی للآخر بطریق المنازعۃ وهو ان النصف
سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتهما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبضہ میں سو ایک مرد نے اسکے نصف کا دعوی کیا
اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنی تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے
بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہے تو نصف باقی
مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور
تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبین
کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف جمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی
اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرینگے تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاثا ہم عول یہ کہ
مخرج میں سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض میں ہوگا ان انواع القسمۃ اربعۃ ما یقسم بطریق
العول اجماعا وهی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراهم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہیں ایک قسم وہ ہے جسمیں بطریق
عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور
سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام ایسے جمع ہوں کہ ترکہ میں انکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے
تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک شوہر اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی
صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ ترکہ سے ادا نہیں ہوسکتے تو ارباب دیون میں بطریق عول کے ترکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کی میت پر
سو درم ہیں اور دوسرے کے پچاس درم اور کل ترکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے
کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث ترکہ ٹھہرا تو تینوں شخصوں میں ثلث
مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ
ہزار درم کو بیچا جائے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جائے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی
محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے
کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ غلام نصف آزاد کیا جائے اور دوسرا غلام سب آزاد
کیا جائے اور ثلث ترکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجائیگی
اور جنایت رقیق شارح نے اسمیں دونوں صورتیں داخل کردیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت
یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنایتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر کے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت
اسکی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعة اجماعا وہی مسئلة الفضولیین اور دوسری قسم
قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ فضولیین کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ
غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں
مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعة عنده والعول
عندہما وہو ثلث مسائل مسئلة الکتاب وما اذا اوصی لرجل بکل ماله او بعبد بعینه ولآخر بنصفه ذکرہ الخ تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے
امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور
جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف غلام
معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ تیسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت
میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب
کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت کرے یا کفایت نہ کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین
ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا
فی الطحطاوی وبطریق العول عنده والمنازعة عندہما وہو خمس کما بسطه الزیلعی والعینی وتمامه فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام رح
کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا
بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکوں میں ایک نے لے کے اسکو سو درم دیے یعنی کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ
بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث
منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ اوسکا قرض دینا اسکے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اسکے نصف میں دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور
صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً
قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے
پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام رح
کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اسکی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع
میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاثا بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک
تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عنده ان القسمة متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمة شائعا فعولیة او ممیزا او لاحدہما
شائعا وللآخر فی الکل فمنازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام رح کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب کی گئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہو کسی عین
یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہو بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہو اور دوسرے کا حق کل میں

تو وہاں قسمت بطریق منازعت کے ہے ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعًا انتہٰی کہ مین تبییض معقول نہین یا یون کہنا بہتر تھا شائعًا فی ا[illegible]
دونون اکل ہین چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعندہما متی ثبتا معًا علے الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جبکہ دو حق ساتھ بطریق
شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونون حق وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے بموجب اتفاق اور باختلاف امام ہے اور صاحبین اسکے ہین مسائل مذکورہ مین لو الدار
فی ایدیہما فھی للثانی نصف لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضہ مین ہو یعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی
ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا انتہٰی لاکہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو
مدعی ثانی کے واسطے نصف دار سلم ہے جسکا بلا منازعت تو اسکو نصف بلا قضا انتہٰی کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور بوجہ منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول
کے قبضہ مین ہے ہم اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ قائم ہوئے تو خارج یعنے مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی
ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا وآخر نصفہا وآخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے
قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوے کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام کے
نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام کے نزدیک قسمت [illegible]
سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک [illegible] سہم سے قسمت ہے [illegible] سہم
مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے چار سہم اور مدعی ثالث کے [illegible] سہم اور اسکا بیان شرح طحطاوی [illegible] مین ہے [illegible] بوقت طول [illegible] مترجم نے
اسکو ترک کر دیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی ایدیہما او احدہما او خارج قضے لمن وافق سنہا تاریخہما بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لاوے
ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی
پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اُس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اُس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطے شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی
عمر کے موافق ہے اُسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یورخا قضے بہا لذی الید سو اگر دونون مدعیون نے
تاریخ نتاج بیان نہ کی تو اُس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور
دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہا بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما
قضے بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہ ہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ
مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اُنکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے
قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہ جو مصنف کی تعبیر وان لم یوافقہا بہتر ہے اُس تعبیر سے
جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو
شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا
لانہا بالجحد تصیر غصبًا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اُسنے ودیعت رکھی
تو دونون برابر ہین یعنے اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم یعنے
مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب ہو جاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب ہوتا ہے [illegible]

ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ولدیت ہونے کا اقرار کرے اور بیان مدعا علیہ منکر ولدیت ہو تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر نسب کا دعوے کیا لہذا دونوں
شاہدی ہے الناس احرار الا في اربع الشهادة والحدود والقصاص والقتل كذا في نسخة المصنف وفي نسخة بالعقل وعبارة
الاشباه والدرر یعنی لوگ آزاد ہیں بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور
قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں بجائے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدرر میں بھی ہے وجہ یہ ہے کہ لوگ
وارث ہیں اور یہ اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصلی ظاہری ہو تو قاضی ظاہر
حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک
شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اسپر حد قذف جاری نہوگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو
از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تاوقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخہ ثانیہ یعنی عقل اور
قتل و دیت کا ایک ہی مطلب ہے اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے كذا في الطحطاوي اعتصاما بتصرف فلو ادعى على مجهول الحال حرية
انه عبده فانكر وقال انا حر الاصل فالقول للمنكر بالاصل اور اسوقت یعنی جبکہ حریت اصلی ظاہری ہو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہیں یہ دعوے ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر اصلی ہوں تو اسکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب تمسک ہونے شخص کے اصل یعنی
یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الكم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ہم بیان سے وہ مسائل شروع ہوتے
ہیں واضع یدکی تصدیق بدون گواہوں کے ثابت ہے بالیقین کہ جس موضع میں ایک ہی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہا اسکے قبضہ میں
ہے تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط الطلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا
انتہی لابس ثوب اسواسطے احق ثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہے آخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید
اولی ہے خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں كذا في الطحطاوي والراكب احق
من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونوں دعوے کرتے ہیں اپنا
کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب ظاہر ہے تصرف ومن في السرج اولى من رديفه اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق ہے اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہے یعنی
اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع میں تقدم کی دلیل ہے وذو حملها اولى من علق كوزه بها لانه اكثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جسنے اپنا
کوزہ اسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا کو
میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے كذا في الحموي والجالس على البساط والمتعلق به سواء كجالسيه وراكبي سرج اور جو فرش پر
بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے ہے دونوں تصرف میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہیں ہم تو فرش
جالس اور متعلق میں نصفا نصف ہے اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبضہ نہیں بلکہ قبضہ اسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر میں ہوتا یا
وہ فرش اٹھا لیا جاتا كذا في الدرر ومن معه ثوب وطرفه مع الآخر لا هدبته اي طرفه الغير منسوج لانها ليست بثوب جالس اور جالس
برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ میں
کپڑے کا ہدبہ یعنی جھالر ہو ہے یعنی کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیها

حیث لا یقضی لها لاحتمال انها فی ید غیرہا وہنا علم انہا لیس فی ید غیرہا یعنی بخلاف ان دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین
جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس وار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو
شخصون کے سوا کسی اور کے قبضہ مین ہو اور یہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہے کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضہ مین
نہین ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الاخر ولو من خشب فبان تکون
الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اس شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون
یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل
ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور پیوستہ ہون بسبب دلالت کرنے اتصال
تربیع کے اسپر کہ دونون دیوارین ساتھ ہی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اس وقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے ہم اتصال
دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو لیکن دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو
اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی
کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدر وطحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہے اور قول ظاہر یعنی
یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو اسکی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اسکی دیوار
مقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اس وقت مین کل مجموعہ واحد کے حکم مین ہوگی انتہی الا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب
وادخال او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہے یعنی لگا ہوا ہو یا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب یا
ادخال ہے یعنی سوراخ کرکے لکڑی اسمین داخل کرنا یا اسکی دیوار نہین جسکے بنگلے ہین مانند بانس و طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی جمع ہے ہردیۃ
کی بکسر ہا و منع الفقار اور در مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور انپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند انکو بنگلا یا بیر کہ یا تختہ یا چھپر
کہتے ہین خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگلے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یخص صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الواحد
احق منہ خانیۃ بلکہ بنگلے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہے اگر دونون اسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگلے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک
دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ حقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیۃ ولو لاحدہما جذوع وللاخر اتصال فلذی الاتصال وللاخر حق الوضع وقیل لذی
الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ
دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا
بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات
بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی ولا حق المطالبۃ برفع
جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئی ہون
انکو اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابراء کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیون کا مالک اٹھا ڈالنے کے مطالبہ سے ابراء کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسلئے کہ ابراء اعیان
مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمہ پر ثابت ہو اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب بیت یا اوپر دھنیاں رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ پر تھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی فذو بیت من دار
فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا جس گھر کے بیچ میں بہت کوٹھریاں اور
دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹھریاں اور دالان ہیں اس گھر کے بیچ اسکے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہے راہ کے مانند ہم
صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور سواری کے کھڑے کرنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وغیرہ ذالک اشیا پس صاحب بیت اور صاحب
منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی
پینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمیں جھگڑا کریں تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے ہم یعنے آب پاشی میں تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے
برابر نہیں اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنا ای الخارجان
علے ید کل منہما فی ارض قضی بیدیہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونوں کا قبضہ زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا
تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرفہ
اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمیں تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمیں اینٹیں پاتھیں یا عمارت
بنائی تو اسی کے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے ہم یعنے مکان اشیاء مذکورہ اسکے قبضہ کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال و شہد
الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقاءہ مالم یوجد المزیل در ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہوں نے
گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنے زمانہ ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنے فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ
میں تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کرے کذا فی الدر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا
حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ
صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنے اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو بصورت اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی
الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام
ہوں یعنی اسکا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار
کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنے جبکہ اسنے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے اس
دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق میں معتبر نہیں علے الخصوص کہ اسکا
تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوے
پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوے کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ دعوے حریت میں تناقض صحت دعوی کا
مانع ہے نہیں ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوے النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوے میں الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہے
کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو ہم اکثر عرب اور عام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں و دعوۃ تحریر وہو بخلافہ
دوسری قسم تحریر کی یعنے آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنے مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو والاولی اقوی لسبقہ واستنادہا

بوقت العلوق و الاتصال دعوۃ التحریر علی الحال فتنفسخ اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اسکے سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت
علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب بیان واضح ہوگا بیعۃ فولدت لاقل من ستۃ اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع
ثبت نسبہ منہ استحسانا لان العلوق فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض یعنے لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر میں اس وقت سے
کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوے کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں
اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمیں تناقض معاف ہوگا اور یہاں قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر رح اور امام شافعی رح کا ۱۴۳ سطر
کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہے اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اسکا دعوے نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنا نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمیں
تناقض معاف ہے جبکہ یقین ہوا ولادت سے کہ علوق اسکا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ یہ اسکے نطفہ سے نہیں یا
پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسکا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے بطلان میں اذا صحت استندت فصارت ام ولدہ فیفسخ البیع ویرد الثمن اور
جبکہ دعوے نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانہ کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو
پھیر دیا جائیگا ولکن اذا ادعاہ المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ وانہما باقرارہ وقیل یحمل علی انہ نکحہا ثم استولدہا ثم اشتراہا لیکن جبکہ
ولد کا دعوے کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد
ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا مشتری کا دعوے اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر
استیلاد کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاہ معہ ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے
بائع کے دعوے کے ساتھ دعوے کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوے کیا تو اسکا دعوی صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد
ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد
لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے یعنے بچہ ہی
اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویاخذہ ای البائع بعد موت امہ ویرد
المشتری کل الثمن وقالا حصتہ اور بائع ولد کو لے گا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین رح نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے
و اعتاقہما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتہما فی الحکم اور دونوں کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کی مانند ہے حکم میں
ھم قولہ والولد واو بمعنے او ہے جسمیں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے
دعوے کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوے صحیح ہے اور اسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوے صحیح نہیں حق ولد میں اسواسطے کہ اگر صحیح ہو
تو اعتاق باطل ہو اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوے صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہوا
تو تابع کے حق میں بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا
ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال
نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے
کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقلہ فی الدرر والمنح
عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں ہے مبسوط سے نقل

حصہ ثمن میں ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک یہ قول صحیح تمام
ثمن پھیر دے چنانچہ مبسوط میں ہے انتہی اور کافی میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ حصہ ولد پھیرے اسکی ماں کا حصہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار طحطاوی
نے کہا اتقانی نے ہدایہ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل میں یہ مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے
اپنے مختصر میں اور اسیطرح شمس الائمہ سہیلی نے شامل اور کفایہ میں اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اسنے اسکی تصحیح کی ہے
چنانچہ عزمی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارة المواهب وان ادعاه بعد عتقها او موتها ثبت منه وعليه رد الثمن واكتفيا برد حصته وقيل الام وحصتها
وفي الاعتاق بالاتفاق انتهى فليحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوے کیا بعد آزاد کرنے اسکی ماں کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا
نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن آزاد میں بالاتفاق
پھیر دے یہاں سے انتہی کلام تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب نے ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامة
المذكورة لاكثر من حولين من وقت البيع وصدقه المشتري ثبت النسب بتصديقه وهي ام ولده على المعنى اللغوي نكاحا حملا لامره على
الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت
ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی یعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ہم ثبوت نسب میں مشتری کی
تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی
اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے
تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جنگی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا الثقی لو ولدت
فيما بين الاقل والاكثر ان صدقه فحكمه كالاول لاحتمال العلوق قبل بيعه والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات
مہینے سے تئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی
ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا
یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتري اتفاقا وكذا البينة له عند الثاني خلافا للثالث شرنبلالية وشرح مجمع
اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت
ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک
برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفيه لو ولدت عند المشتري ولدين احدهما لدون ستة اشهر والآخر لاكثر ثم ادعى البائع الاول ثبت
نسبهما بلا تصديق المشتري اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کم مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے
زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوے کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت
میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذری ہو اسواسطے کہ وہ دونوں توامین ہیں کہ ایک نطفے سے
پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوے بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی
اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عنده وادعاه بعد بيع مشتريه ثبت نسبه لكون العلوق في ملكه ورد بيعه لان البيع يحتمل النقض
بائع نے اس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوے کیا تو اسکا نسب

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک میں اور بیچ دینا اسکا پھر جا سکتی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل
نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا
او آجرہا او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ ویرد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے
ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اسکی
فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف
اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین عندہ یعنی
علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہا علقا فی ملکہ
حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فیقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنی وہ
توامین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے لڑکے کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا
دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجاویگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے
اور عتق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور
اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے ان میں سے ایک لڑکے کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری
ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہیگی کذا
فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا یعنی
پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے
بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ یعنی
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ
بعد تکذیبہ صح ادراکہ البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید
غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت
ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ
بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو وکما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ
نسب محتمل النقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہوسکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ
بیان کیا ہے اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو و صاحب درر نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا
یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہاں تین عبارتین ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری
عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دو ہی عبارتیں ہیں انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کا

ظاہر امیرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں ہی ہوا کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرے نہیں بعینہٖ کذا فی البحر او فی مختصر کہ جو ہذا اذا صدقہ الابن و ابدہ
فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق
کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل یہان جاری ہے جہان غیر اپنا حال
بیان کرسکتا ہے ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ
اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں ہے واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنی تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہۃ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے
کہا کہ میں اسکا وارث نہیں ہوں پھر اسنے دعوے کیا کہ میں اسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوے صحیح ہے واسطے کہ نسب میں
تناقض معاف ہے ہم جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ
ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح ما لم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوے کیا یعنی یوں کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوے صحیح نہیں جب تک کہ دادا کا
نام بیان نہ کرے ولو برہن انہ اقر انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا یصح الا علی خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر
گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ میں اسکا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں
مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ
اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوے کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو
یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع
الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوے کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر
مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنی اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اسکے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا
باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح
تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات لم یکلف الابن للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ
مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر
قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو
فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے
دعوے پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار
کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں
ہے نہ ستائیسویں میں کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لینال الحریۃ
حالا والاسلام مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا
اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو فی الحال اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا
یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون للمسلم لان حکمہ حکم

دار الاسلام وعزاه للتحفة فليحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل محکوم مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اسکو
تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأة لصبي معهما هو ابني من غيرها وقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما ان ادعيا معا
والا ففيه تفصيل ابن الكمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ
میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ ہی دعوی کیا اور اگر ساتھ ہی دعوی نہیں کیا تو اسمیں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال اور تفصیل
مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول
دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح
ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا
اور وہاں رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا انتہی اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وهذا لو غير
معبر والا بان كان معبرا فهو لمن صدقه اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو
وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قيام ايديهما وفراشهما يفيد انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اسکی
مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فهو ابنهما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت
امة اشتراها الا فاستحقت غرم الاب قيمته الولد يوم الخصومة لانه يوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی
مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری
بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو ندیگا [illegible] وحر لانه مغرور والمغرور من يطأ امرأة معتمدا على ملك يمين او نكاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا
آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت
اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وكذا الحكم لو ملكها بسبب آخر اي سبب كان [illegible] لو تزوجها على انها حرة فولدت له ثم استحقت
غرم قيمة ولده سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ
عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان [illegible] مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومة فلا شيء على ابيه لعدم المنع كما مر وارثه له لانه حر الاصل في حقه فيرثه اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو
کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے وارث کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اسکا
وارث ہوگا فان قتله ابوه او غيره وقبض الاب من ديته قدر قيمته غرم الاب قيمته للمستحق كما لو كان حيا سو اگر لڑکے کو اسکے باپ نے قتل کیا یا
سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو جیسا کہ تاوان لازم تھا درصورت حیات
ولد ولو لم يقبض شيئا لا شيء عليه وان قبض اقل لزمه بقدره عینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اسکا
خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها اي بالقيمة في الصورتين كما يرجع بثمنها
ولو هالكة على بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزویج میں جیسے لونڈی کا
ثمن بائع سے پھیرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع
سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرلے ولو كان لو استولدها المشتري الثاني لكن انما يرجع المشتري الاول على البائع الاول بالثمن فقط كما في الدرر

دے پھیر یا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا قیمت لڑکی
کذا فی المواہب غیر یا العقر یا الذی اخذ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات
القضاء ویجی فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو کہ مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے
حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے
اور کتاب الاقرار میں بھی اسکا ذکر آویگا فروع مسائل ماتنہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے منجملہ مواضع
مخفیہ اقرار رضاعی ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا میں صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ
اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا
دعوے کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور ہیبت خفا طلاق کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ
ایک کپڑا اسے مال میں لپٹا کر دیا کہ لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی
عن حواشی الاشباہ لاتسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر
ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ
فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہیں مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبضہ میں کر دے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا
ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ بزازیہ میں ہے کہ جبکہ واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت
ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اس
مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور وصی میں انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو خلاصہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر دو قول ہیں
یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علے میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق
قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعوے عبد آبق میں ہم تنویر الاذہان میں بزازیہ
سے ہے کہ جبکہ میت پر دین کا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا طلب وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے
دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا
میرے امر سے اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا کل یا بعض اور نہ میں نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق نکلی گواہوں سے
تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے
نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اسکا
غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجاوے کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک میں باقی ہے کسی سبب سے اسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھاوے تو اسکو دیا جاوے
اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور یہ عاجز ہے اپنی بھلائی سے ہم اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی
الاقرار لایجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علے میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الآبق اقرار جمع نہیں ہوتا بینہ
کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوے کا اقرار کیا تو اسے گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعوے میں مگر چار صورتوں میں اقرار جمع

ہوتا ہی گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی میں
هم یہ چار صورتین نہیں بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہی جو میرے اوپر ہی تو وکیل
گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی
وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اسکا میرے ذمے اتنا ہی پھر مدعا علیہ
نے اسکی تصدیق نہ کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نہ کرے اسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا
اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہی سو وارث نے دین کا اقرار کیا
تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لیوے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہی کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے
اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے داینون کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہی کہ مشتری نے جب کہ بائع کے
کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو ثمن پھیر لیگا بائع سے اور دفع بیع کو ہوسکتا انکار مع العلم
جائز ہی تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہی وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہی اور
اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہی اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کی مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول پر نہین ہی
نہین مگر چھ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی
مین هم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم
چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہی ویسی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین
کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم ووقف رہن مجہول کی یہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا
مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین
سماع دعوے مع الجہالۃ متفق علیہ ہی مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً

لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی
مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ
مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھاوے جبکہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوے
مین مذکور ہی قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہی کہ
اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا لیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب
کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور اسپر بیان قیمت لازم کیا جاویگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھاوے یعنی یون کہے کہ واللہ
اسکی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاوے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار
ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت دے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم اگر مدعی قسم کھاوے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم
تھی تو غاصب سے سو درم لیگا اور غاصب خواہ قسم کھاوے یا نہ کھاوے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک کہ مغصوب منہ قسم نہ کھاوے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بجانب سلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اقرب ہے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشیء جبکہ شے ثابت ہو اور مقر ہو اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید ابعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو باخبر علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین ثم مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جبکہ اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضہ میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم کا کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا تو وہ غلام اسپر آزاد ہو جائے گا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا اسکے زعم پر مواخذہ کر کے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف اس سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد الماذون لعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف شائع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد ماذون تبرع کا اہل نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر

سے کم کا دعویٰ نہوں ولا یصدق فی اقل من درہم فی قولہ علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درہم سے کم میں اس اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے
کہ درہم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح فی مال
عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے
بیان میں اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر میں تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعًا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اسپر واجب ہوگی اور عرف میں بھی
اسکو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اسکی تصدیق نہوگی اگر یون
بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹوں سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر
نصاب پانچ اونٹ ہیں جنمیں ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوۃ ہم نصاب نہیں لیجاتی ہاں پچیس میں ایک اونٹ لیا جاتا ہے
تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنا سے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور بقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق
نہوگی غیر مال زکوۃ میں ہم یعنی جس مال میں زکوۃ واجب نہیں اسکو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کہ مجھپر مال عظیم ہے جو اسباب اور کپڑے ہیں تو بیان
نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اتنے اسباب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جنکی قیمت دو سو درم چاندی یا ساڑھے سات مثقال سونا نہیں تو اسکی
تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام والتفسیر بغیر مال الزکوۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہوگی اس
قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بڑے مال ہیں اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی اسباب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابوں کی
قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام میں تین نصابیں اسواسطے معتبر ہوئیں کہ تین ادنی جمع ہیں وفی دراہم ثلثۃ اور دراہم
میں تین درم سے کمتر میں تصدیق نہوگی یعنی اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہیں تو تین دراہم سے کمتر میں تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراہم
او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درم یا دس دینار یا دس
کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہا سے اسم جمع ہے تو وہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی
تو اگر شارح یون کہتا لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درہما درہم علی المعتمد اور اس
اقرار میں کہ علی کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے کسور کہا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درم
لازم ہونگے وفی درہم او درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار میں کہ علی درہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علی درہم عظیم
ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر میں رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور
تعظیم میں پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درہما احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہیں ہم
اسواسطے دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور
زیادتی اسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنح وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا وکذا درہما
سے ہے اکیس درم لازم ہیں اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ لکان اتم
ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر یحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو تین بار بولا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا
کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو تغیر لفظ تکرار پر محمول ہوا وبہا فمائۃ واحد وعشرون وان

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا لو مائۃ و احد و عشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تمیز تین عدد کی واو کے ساتھ
مائۃ واحد و عشرون ہی کذا فی الدرر و ان ربع مع الواو زید الالف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا
لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف و مائۃ و احد و عشرون یعنے گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر و لو
خمس یزید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہونگے اس طرح کہ عشرۃ آلاف و الف
و مائۃ و احد و عشرون یعنے گیارہ ہزار ایک سو اکیس و لو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف
و عشرۃ آلاف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنے ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد
سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائۃ الف و عشرۃ آلاف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنے گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس و کذا یعتبر
نظیرہ ابدا اور اسی طرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا و لو قال لہ علی او قبلی فہو اقرار بدین لان علی للایجاب و قبلی
للضمان غالبا اور بولا کہ لہ علے یعنے اسکا مجہ پر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہی اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہی اور
لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالبا مستعمل ہی ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ شے ایجاب میں مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ میں ثابت ہوتا ہی دین
اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون میں مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب میں اسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کی طرف منصرف ہوتا ہی کذا فی
الاتقانی و صدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی او قبلی کا مجازا
ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہی ہم اسواسطے کہ علی او قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت میں بھی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا
استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہی و ان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علے یا لہ قبلی سے جدا کیا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب
ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او فی صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی
یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری میں یا میری
تھیلی میں یا میرے صندوق میں ہی جمیع مالی او ما املکہ لہ او من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا میں مالک ہون
اسکا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہی نہ اقرار و لو عبر بفی مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ
میرے مال میں یا میرے درہمون میں اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہی ہبہ صحیح ہونے کے واسطے
تسلیم جیسا مال میں بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہیں ہم جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا
مال اسکو دے دیا تو ہبہ صحیح ہوگا و الا غیر صحیح و الاصل انہ متی اضاف المقربہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہ ہی کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی
ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ
انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہو گیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ میں شرط ہی اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال
لفلان یعنے یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہی نہ ہبہ و لا یرد داری بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا داری
بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہی کہ داری بیتی میں اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہی اور باوجود اسکے
یہ اقرار ہی نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہیں بلکہ نسبت کی اضافت ہی جیسا کہ لکہنو کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکہنو میرا شہر ہی تو یہ
سکونت شہر کی اضافت ہی نہ ملک کی و للارض التی حدودہا کذا لطفل فلان فانہ ہبۃ و ان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط

قبضہ مقر لہ انتہی للاضافۃ تقدیرا لدلیل قول المصنف اقر لآخر معین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا
ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی اسمی حدین ہین وہ میرے
فلانے طفل کی ہو اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اسپر قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہو تو باپ کا قبضہ بعینہ
صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوبہ اس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہے یعنے اور باپ صغیر کو اسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اسکا جدا کر کے
قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس
قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شے معین کا اقرار کیا اور اس شے کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شے مقر کی ملک ہے
تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقیر یہ ہے کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکی طرف مراجعت کر اور قاعدہ
مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو معلوم ہے کہ یہ مسئلہ ارض جبکہ ارض انشاء اقرار ہوا اور جانا کہ
وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہے لیکن اسمین اضافت تقدیری ہے گویا اسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی اسمی
حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ مالک اس زمین کا لوگون کو معلوم ہے حاصل اضافت الی نفسہ مقتضی
تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہو تا کہ وہ متکلم کی ملک ہے کذا فی الحاوی للغضا قال لی علیک
الف فقال اتزنہا او انتقدہا او اجلنی بہا او قضیتکہا او ابرأتنی منہا او تصدقت بہا علی او وہبتہا لی او احلتک بہا علی زید ونحو
ذلک فہو اقرار لہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درہم ہین سو مخاطب نے کہا
کہ مین انکو وزن کرلے یا انکو پرکہ لے یا انکی مجھکو مہلت دے یا مین تجھکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجھکو وہ معاف کر دیے ہین یا تو نے مجھکو وہ خیرات مین دیے ہین یا
انکو تو نے مجھکو ہبہ کر دیا ہے یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار
کی طرف ان مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنے اثبات اسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل
الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شیء اور یہ یعنے اقرار اسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی
ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود
تو اسکی تصدیق نہوگی ولو بلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتحاسب وما استقرضت من احد سواک وغیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافہ
الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے جیسا کہ وزن کرلے یا پرکہ لے الخ اور اسیطرح حساب کر یا مین نے کسی سے قرض نہ لیا
سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پہیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا
نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک خانیہ
اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداء سے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے
اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداء سے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتداء اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ
یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب
مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اسوقت ہے جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو
یعنے اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہ

عدم ضمیر کی مثال ہے کہ نعم ہے لیکن علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی تو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری ہذا او جصص لی داری ہذا او اسرج فرسی ہذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کما فی تواگر کہا کہ مجکو میرے اس غلام کا کپڑا دیدے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار درم نہین سو وہ بولا بلے یعنی کیون نہین تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین کہا بلے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلے اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلی جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی مین یہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اسکے نفی کر دینے سے والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولنے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا قیدناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ساکت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ مین سر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتمد ہے سوا حد کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ محرم لصید والشیخ برأسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلاث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عمادیۃ فتقرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے مین شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہے اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اسکو بھید ظاہر نکریگا یا اسپر دلالت نکریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لفلان وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوے کیا بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوے ہے بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق مین اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوے کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوے بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یحلف المقر لہ فیہما اور اسوقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارے مین یعنی درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنی اسکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جسکا اسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہے درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا

عوارض میں مقبول ہے یعنے مدت عارض ہے کہ نفس عقد سے ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عوارض میں منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی
کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اسواسطے کہ مدت میں ضامن
ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت مؤجل میں بدون شرط کرنے کے اسواسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے [illegible] کہ شرط پر اسکا
ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا اسکے بائع کا اقرار ہے
جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہے وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیہاب
والاستیجار ودعوی وکیل بمثل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید مول
چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو
یہ سب امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے
جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف
ابرائہ عن جمیع الدعاوے ثم الدعوے بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار وصححہ فی الجامع خلافا لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکا ابرا کرنے کے
جمیع دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی
سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی دعوے نکرے ذکر کیا ہے اسکو درر میں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر میں برخلاف
تصحیح وہبانیہ صاحب جامع صغیر میں انکی تصحیح کی ہے کہ استیام اور استیجار اور استعارہ مانند اسکے اقرار ملک نہیں ہے [illegible] وہبانیہ
میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو بائع
کی ملک ثابت نہو لی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنیہ کان اقرارا وان قال اتبیع
ہذا لا [illegible] صاحب البیع فالیس باقرار بعدم الملک اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات میں اسطرح توفیق
کی ہے کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہے
تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استفسار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شرنبلالی ہے اسکی کتابت اور
بیضا سے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیضا مہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہے تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے
یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے یا نہیں اور یہ عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم
وکذا المکیل والموزون استحسانا اور کسی قول میں کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہے وہ تمام درہم ہیں یعنے سو درہم اور ایک درہم اور اسیطرح مکیل اور
موزون از روے استحسان کے ہے قیاس یہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درہم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کروائی جاوے کہ سو درہم مراد ہیں یا اور
کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رح نے لیا ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ درہم بیان ہے مائۃ کا عادت میں اسواسطے کہ لوگ تفصیل جانتے ہیں درہم کو دوبارہ لینا
اور کفایت کرتے ہیں ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض میں اور ثمن بنا
بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمہ پر اسطرح بکثرت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب یلزمہ ثوب واحد والمائۃ وثوبان یفسر
المائۃ لانہا مبہمۃ اور کسی قول میں کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہے اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو دریافت کیا جاویگا اسلئے کہ اسکی مراد ہی اسواسطے
کہ وہ مبہم ہے [illegible] وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم یذکر [illegible]

اور اس قول میں کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاویگی ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر اسکی اور ثلثہ دونوں کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں و الاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل میں فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل مثلاً یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل میں ہے سو فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط فلذا فالمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کاقرار درہم فی درہم قرر اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکی لیاقت رکھتی ہے اگر اُس چیز کا اُٹھا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونوں لازم ہونگے اور اگر نقل اسکا متصور نہیں جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد رح کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونوں لازم ہیں اور اگر وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درہم ہے درہم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت میں درہم اول لازم ہوگا نہ ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونیکی لیاقت نہیں اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گیہون گون میں کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب فقط اور میں کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمہ میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم میں مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو میں نے مصرح نہیں دیکھا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیے علامہ طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے و بخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار میں اُسکو اُسکا حلقہ اور اُسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے و بسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار میں اُسکا میان اور پرتلا اور کوشتی لازم ہے و بحجلۃ بحاء مہملۃ فجیم بیت مزین بستور و سرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار میں لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحاے مہملہ پھر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ ہو پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا موجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی میں ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اہل اصطلاح انصاری اسکو مسہری بھی بولتے ہیں و بتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار میں کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری میں یا طعام ہے گون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہے رومال میں یا کپڑے میں اُسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جسکا پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول میں ظرف اور مظروف دونوں لازم ہو جاتے ہیں و من قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون میں اور طعام کا اقرار کوٹھری میں تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہیں ہوا عادت میں و بخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کئے ہم چونکہ لفظ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ

کرتی ہے مال کو تو جب اُسنے خمسہ سے خمسہ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درہم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ جز ہیں اور لوالجیہ میں ہے کہ
جب اسنے کہا کہ ایک سالہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اُسپر لازم ہونگے گو دس ہوں اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم
ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اُسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس
سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے جیسا کہ کذا فی الطحطاوی و عشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دو لازم ہونگے اگر فی بمعنی مع مراد رکھیگا جیسا کہ
مذکور ہو چکا طلاق میں و من درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیۃ و ما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھپر فلاں کا ایک درہم سے دس درہم تک یا ما بین ایک درہم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی
ایک درہم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درہم کا وجود نہیں ہوسکتا بدون پہلے درہم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دسویں کے اور بخلاف
ما بین الحائطین کے وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں ہیں امام کے نزدیک وہ دونوں محدود داخل نہیں ہوتیں اسواسطے کہ حد غیر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے
داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہوسکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوگی اور دوسری
حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلو قال دفی الکر حنطۃ الی کر شعیر لزمہ جمیعا الا قفیز الا شعیر الغایۃ الثانیۃ سواسطے
سبب یعنے مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اسیطرح اقرار میں کہ اس شخص کے مجھپر ایک کر گیہوں ہیں جو کہ ایک کر تک تو اُسپر دونوں کر لازم ہونگے
سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہے مگر فہم کا شبہ ہے ایسا نہیں ہے بلکہ قفیز سا نہیں اور قفیز گیہوں کا ایسا ہے جو طحطاوی نے قدوری
سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام گر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی شیء سے اور نہ نصف اسکی لہذا
قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر لزمہ الدراہم و تسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر یوں اقرار کیا کہ اسکے
مجھپر دس درم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے ابو حنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنے اسواسطے کہ غایت
ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے
ما بین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے من درہم الی عشرۃ میں
پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا
و صح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہے
اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنی نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے
کمتر میں اگر وہ معتدہ ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے عدت تک ہیں یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ
میری کا اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ
کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر و الطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدۃ یتصور
ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر و اقلہا لبقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو
اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کا
اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صح لہ ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ
کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ مال اس حمل کا ہے

جو اس عورت کے پیٹ میں ہو صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکا ہونا اسکے واسطے ممکن اور متصور ہے چنانچہ ارث اور وصیت
جیسے مقر کا یون کہنا کہ اس جنین کا باپ مر گیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور
اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدتہ حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فلہ ما اقر وان ولدت
جنینین فلہما نصفین ولو احدہما ذکرا والاخر انثی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانہ یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ
نصف سال سے کمتر میں جسوقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہی جسکا اسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف
نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہو اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے
ملینگے ہم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنیگی تو اسکو کچھ نملیگا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر میں کذا فی الحموی
وان ولدت میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثون کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسرہ بالا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض
او ابہم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبہم علی السبب الصالح وہو الحالۃ الثالثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور
نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد رہ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور
یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقۃً اور نہ توضیحاً اور
نہ سکتا اس طرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار
کی یہ صورت ہے کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ
کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیر خوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے
سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار
تجارت کرنے اسکے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ
فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا اختیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اسکی
تصدیق کرے خیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار سے
مقصود فسخ ہے اور جبکہ اقرار ہے اسوجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمین شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا اقر
بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لا اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ
مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر
گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت
عدم بیان ہم عقد بیع کا اقرار یعنے اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنے یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درہم ثمن بیع بالخیار کے ہین
کالاقرار بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ فعل
لا یقبل الخیار یعنی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جبکہ مقر لہ
اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین

بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونوں مجلسوں کے شہود متفرق ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے
روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار
لازم ہونگے کذا صححہ ابن الکمال اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہے
کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول ومنکرا فغیرہ
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا ہم
اول و ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب دونوں اقراروں میں ذکر کرے اسطرح کہ لہ علیہ الف ثمن ہذا العبد پھر اسی کو
دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علی الف پھر یوں کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور
اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ کہے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف
ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الحاوی ولو نسی الشہود فی موطن ام موطنین فہما الا ان یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ
فی الخانیہ اور اگر گواہ بھول جاویں کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو
اور قول صحیح یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ میں ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن
کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی اگر اقرار کیا پھر مقر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لیجاے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار
میں جھوٹا نہیں ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری
لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسیطرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار میں اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاے
اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا
اسکے وارث کا دعوی ناکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوے گی اسطرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثنا میں اور جو استثنا کے ہم معنی ہے اقرار کے بدل ڈالنے میں جیسا کہ شرط اور مانند اسکے جب
مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا ثمن جو میرے
قبضہ میں نہیں آیا ہو عند نا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی
عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء
وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے حاصل کے اعتبار سے
نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کلام لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں
عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہے کہ ابتدا سے یوں کہے کہ اسکے میرے اوپر
سات درم ہیں اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنے کے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ
کنفس او سعال او اخذ فم یعنی درستی استثنا میں متصل ہونا مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا
آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا منہ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والندا بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

ہاں مستثنی اور مستثنی منہ کے فصل نہیں کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہے اور تاکید کے واسطے ہے بواسطہ تعیین مقر لہم جوہرہ
میں ہے کہ اگر منادی مفرد نہو بلکہ مضاف ہو تو فصل ہے کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ تیرے
میرے اوپر ہزار درم ہیں اے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد اتمام
الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گواہ رہو مگر اسقدر اور مانند اسکے اس قسم سے جو فاصل شمار ہو
اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہے تو بلحاظ [illegible] اشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر به صح استثناؤہ ولو الاکثر عند
الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض اقرار کو بعینہ جسکا اقرار کیا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر مستثنی منہ
سے اکثر علماے نحو کے نزدیک ہو اور فراء کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالی کا یہ قول ہے (قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه
قلیلا او زد علیه) کذا فی الطحطاوی ولزمه الباقی ولو مالا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثه او ثلثیه صح علی المذہب اور مقر کو باقی دینا لازم
ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اسکا سوم حصہ یا دو ثلث تو صحیح ہونا ظاہر ہے
قوی و الاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیة لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد [illegible] جوہرہ
اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع
نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جوہرہ میں لکھا ہے کہ بعضوں کے نزدیک استثنا کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع
نہیں استثنا فاسد ہے اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کا استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی
اسواسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویه وان بقی اور یہ حکم استثنا
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ مستثنی کی لفظ صدر ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم استثنا بلفظ صدر کی مثال (نسائی طوالق الا
نسائی) اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی) وان بغیرہا کعبیدی احرار الا ہولاء او الا سالما وغانما
وراشدا وہذا نسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہندا وہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر
ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوا ان غلاموں کے یا سوا سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں
سواے ان عورتوں کے یا سوا زینب اور عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ یہی شمار الیہم یا جمیع [illegible] غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثنا صحیح ہے وکذا
ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقته حتی لو طلقها ستا الا اربعا صح ووقعت ثنتان اور اسی طرح
یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سوا ہزار کے اور حالانکہ اسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے
کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقاء بعض مستثنی منہ ہے نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر کسی نے زوجہ کو طلاق دی چھ طلاقات سوا چار طلاقات تو طلاق صحیح
ہوگی اور دو طلاقیں واقع ہوں گی جس ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہے تو معنی کا اہمال اسکو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ
(عبیدی احرار الا سالما وغانما) میں تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم
اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ ایہام بقا باقی رہا [illegible] ٹھہرا
وکما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت آحاده کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی
القیمة استحسانا لثبوتها فی الذمة فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثنا کیلی اور وزنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہیں [illegible] چنانچہ

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے
ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے کیلی و وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدر ایک ہیں
تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں جنس مختلف ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ثمن استثنا کرنا باعتبار معنی کے
تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درہم سے مثلاً کہا لہ علی مائۃ درہم الا ثوباً کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت
القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ناقصاً و ان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ
لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق
ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ صورۃً کچھ بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل لکن فی الجوہرۃ وغیرہا
مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتها مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فلیحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب
استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور
استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درم ہے یا زیادہ تو
مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنے تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مترجم حلبی نے کہا کہ ظاہراً اسمیں
دو قول ہیں مبنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس واللہ تعالی اعلم و اذا استثنی عددین بینهما حرف الشک
کان الاقل مخرجاً نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہماً فیلزمہ تسعمائۃ و خمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کا استثنا
کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو
نو سو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کاہے شک استثنا میں کمتر کا مثبت ہے و اذا کان المستثنی مجہولاً ثبت الاکثر
نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد و خمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنی مجہول
یعنے عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے
بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اھ اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جبکہ نصف یعنے
پچاس سے ایک درم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالی او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان ستفعل تنجیز بطل اقرارہ
اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو ایسی شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ
تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جاوے یا زندہ رہے
اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر قلت لو ادعی المشیئۃ ہل یصدق لم ارہ و قدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا لکن الاقرار کذلک لتعلق
حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ صورت تعلیق بالمشیئۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں
دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ صورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی
بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں و صح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منها
لدخولہ تبعاً فکان وصفاً و استثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری
اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں [illegible]

تاقی امرا باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے
تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہے کہ کسی کو مضطر کرے امر کے کرنے پر جسکا باطن اسکے ظاہر کے مخالف ہو اور صورت
اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت
یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فہی کما قال علی الاصح اور اگر بولا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم
زیوف ہیں اور اسکا سبب ذکر نہ کیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اسنے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح کے اور زیوف وہ ہیں
زیوف یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ لیے جاوین ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا
لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ
وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم
ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کہے اسواسطے کہ غصب اور ودیعت
مقتضی سلامت اور عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہیں جنکو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں
وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر
استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی اور ستوقہ وہ
دراہم ہیں جنکے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبا اذا جاء بمعیب
ولا بینۃ اور اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا ہے کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی ہے اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں وصدق فی لہ علی الف من ثمن متاع مثلا
الا انہ ینقص کذا او الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے
ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں استقدر کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے
برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی الطحاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کالزیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر
استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے جیسا کہ
کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ
بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری
تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا
سبب ہے ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی
الطحاوی وفی قولہ اخذتہ اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درہم بطور
ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسلئے کہ
اسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات سے سبب
ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عندک

فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہ چیز
میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو
اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی
جب مقر نے اسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوگی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذہ او
ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ او خاط فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول
للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلاف ما مر اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا
سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو مانا
یا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا
بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے کہ اجارے میں قبض بسبب استیفاے منفعت معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے
استعمال ومنافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار اس بات کا کہ ہذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ
فلان فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب للثانی شیء لانہ ما اقر بالید لہ
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مثلا اسکے اول مقر لہ کے ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہونگے
بخلاف اس قول کے کہ وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کے اس صورت میں مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہیں ہوگا اسواسطے کہ
اسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا اور یہ اسوقت ہے جب وہ درہم معین ہوں لیکن
اگر غیر معین ہوں تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار وکر حنطۃ لا بل فلانا
لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلانے سے سو درم
اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر
لازم ہوں گے ولو کان المقر لہ واحدا لزمہ اکثرہما قدرا وافضلہما وصفا کقولہ الف درہم لا بل الفان والف درہم جیاد لا بل زیوف
او عکسہ اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنے اور واحد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار
میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اسکی مثال یہ ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے
درم ہیں نہیں بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا ولو قال
الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر لہ بری
خلاصہ اور اگر یوں کہا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے
اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کرے گا تو ادا سے دین اور ودیعت سے بری الذمہ
ہو جائیگا کذا فی الخلاصۃ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی واذا سلط علی القبض فان
قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات فلا فالخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن یہ کلام
قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی
اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اسیلئے مین
فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق
قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر یہ دین ثانی کو دے تو بری الذمہ ہوجائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہریگا اور ثانی
موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ایجرد تصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اسکا قبض پر مسلط نہ کرے اور یہی تصادق
بالاتفاق مقر لہ کا مفید ہی اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ اسکا وکیل تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق
مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجائیگا اور تخالف اقوال زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو کہ مرض الموت سے بیمار ہی اور تعریف
مرض الموت کی مذکور ہوچکی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یا اثر عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث
کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہم فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع
ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر صحابہ سے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین
قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی والعین فانہ الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید
بالثلث ذکرہ المصنف فی سفینۃ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے قرائن سے
معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مقید بہ ثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی تمام
متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب السفینہ مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے عمومی مین
عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی
کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدا سے تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایت تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً
واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی اداے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے
ودین الصحۃ مطلقا والزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا
خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور وہ دین کہ اسکو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے کہ گواہون
یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے
اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم
والسبب المعروف ما لیس بتبرع کنکاح مشاہد ان بمہر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہی
جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ
نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ ہم زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک اور شاہد اور چنانچہ
بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

باب اقرار المریض

[illegible]

ببعض ولو کان ذلک اعطاء مہر والفاء اجرۃ اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوا بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور
اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ غیر مجبور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلوں میں
ادا سے بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ لو بمثل القیمۃ کما فی البرہان وقد علم ذلک ای ثبت کل
منہما بالبرہان لا باقرارہ للتہمۃ دونوں مسئلے یہ ہیں جبکہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اسنے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن
جو اسنے مرض میں خریدی یا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے
نہ اسکے اقرار سے بسبب تہمت کے کم قیمت ہے کیونکہ شاید اسکو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المہر ونحوہ وبما اذا لم یؤد
حتی مات فان البائع اسوۃ للغرماء فی الثمن اذا لم یکن المبیع فی یدہ ای ید البائع فان کان کان اولی بخلاف اعطاء مہر
وغیرہ کے اور بخلاف استقراض کے جبکہ مریض نے اسکا ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اسکا بائع اور دین والوں کے برابر ہے جبکہ بیچی ہوئی چیز
بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے ہم توضیح مذکور نہ بیچی جاوے اور اسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اسکے
دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں ملائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور باقی دیون کے برابر ہوگا کذا فی
الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا الا اذا فصل لا اعلم اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں
مقرلہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونوں اقراروں کو اسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بودیعۃ تحاصا اور اگر
مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقرلہ حصہ رسد پاوینگے ولو عکسہ الودیعۃ اولی اور اسکے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر
اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرلہ اسکا مالک ہو گیا پھر دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز ہوگا
کذا فی الطحطاوی وابراؤہ مدیونہ وہو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا
او لا للتہمۃ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اسکا مدیون غیر شخص ہے اور اگر مدیون
وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہیں برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب وحیلۃ صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن
لی علی ہذا المطلوب شیء یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ لعل الظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابراء کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اسپر کچھ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس
قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے
دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا دین مہر کے کہ اسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب
ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنے اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرارہا
فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا یسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف
بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہے میرا اسمیں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت
تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اسکے زوج کا دعوی اسمیں مسموع نہوگا چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو
کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیوں مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ کہ اقرار بہ لفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ تو وارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ اوہی لہ صحت الوصیۃ واما غیرہما فیرث الکل فرضا ورد فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور سوا وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی شرنبلالیہ وفی شرح الوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فان علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی وارث نہو تو اسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی اسلئے تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہی وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرار بقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث سے کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولیٰ کے واسطے واقع ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اس سے پا لیا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پالی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برأ ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح وسالم ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ الاجنبی جوہرۃ وسیجی عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی الجوہرہ اور آگے آویگا صیرفیہ سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین اسکے نزدیک ہو اسلئے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندہ ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی او لی وبہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ منہ

ھذا الشئ لفلان ای الک ابی و امی کان عندی عاریۃ وھذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے
باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور
از انجملہ نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماں کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض
یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ یہ امر ضروری ہے ہم مصنف علاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی
کچھ حاجت نہیں رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ لوارثہ ثم برء فی الحال تسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ
وانما ینتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مر جاوے تو وارث مقر لہ سے
کر پھیر لے کذا فی البزازیہ اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑ دیے جاتے ہیں والعبرۃ لکونہ وارثا
وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ ابن صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت
تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت بھائی
وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاۃ فیجوز
کما ذکرہ لقولہ لکن جبکہ مقر لہ وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزوج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ
مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول میں ذکر کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ
باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف
اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام
لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے وبخلاف الہبۃ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم
تزوجہا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اسکے واسطے وصیت
کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہے متن کی اقر فیہ انہ کان
لہ علی ابنہ المیت عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مریض نے مرض الموت میں اقرار کیا کہ اسکے بیٹے
مردہ پر اسکے دس درہم تھے سو میں انکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہیں کما لو اقر لامرأتہ
فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت
کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل موت مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ سے بیٹا کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت میں اپنے
وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجہول النسب انہ ابنہ
وصادقہ وہو من اہل التصادق ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار
کیا جسکا نسب معلوم نہیں ہے مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی
حال بیان کر سکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدا سے پیدایش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہو گیا [illegible]

یعنے جو وارث ہو موت کے وقت تو حکم بسبب تہمت کے اسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم یثبت بالن کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ عن
الینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہو بسبب ثابت ہونے
نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنے بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین ویدفع لہا ذلک
بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیۃ اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین یا طلاق بائن دی اپنے
مرض الموت مین تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین مین وہ اسکو ملیگا اور کمتر اسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک
نہ ٹھیرے گی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہی شرط ہے کہ اثنائے
عدت مین مقر مر جائے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسوالہا فاذا مضت العدۃ
جاز لعدم التہمۃ غرمیہ اور یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اسکو طلاق دی ہو اسکی طلب سے پھر جب عدت ہوچکی تو اقرار
جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الغرمیہ ہم تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اسکو
میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقہا بلا سوالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا
وارثۃ اذ ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اسکو طلاق دی بدون اسکی طلب کے تو اسکو میراث ملیگی جس مقدار کو وہ پہونچے
اور اسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارثہ ہے اسواسطے کہ زوج اسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہان مذکور نہین کیا بسبب اسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہا وہو فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ
الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وسیجئ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اس صغیر یا بالغ کے
واسطے جسکا نسب معلوم نہین اسکے وطن مین یا اس شہر مین جسمین وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر و مقر لہ اس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا
ویسا لڑکا پیدا ہوسکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اسکا بیٹا ہے اور لڑکے نے اسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اسکی تصدیق کی کچھ حاجت
نہین چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسوقت مین یعنے اس صورت مین جو باتیج شرائط مذکورہ اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اسکا نسب ثابت ہوا
تو لڑکا باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط لم یواخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا
فی الشرنبلالیہ قلت وعند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار
کرے جیسے کہ مذکور ہوچکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوے دینے کے وقت تحریر او تنقیح چاہیے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنے جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنے نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہ جو شارح نے
کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ بیان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہے
یعنے جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور
شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت
رکیک ہے تو اگر یون کہتا فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یواخذ بالمقر بہ دون النسب تو اچھا تھا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب
نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا والرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین
قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ

المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہو چکیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار
صحیح ہے اگرچہ والدین اوپر کے ہوں یعنی دادا یا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں
اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وصح بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج وعدۃ
وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلا واربع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اسکی عدت
اور بشرط خالی ہونے مقر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہے
جبکہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جبکہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوا اس عورت کے چار
عورتیں اسکے پاس نہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت
حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاؤہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یعنی یوں کہنا کہ یہ شخص میرا
مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولاء غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہے عورت کا اقرار
اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے لان الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجۃ لا علی غیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی
فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الاصح صحتہ
بجامع الاصالۃ فکانت کالاب قلت فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے اس اقرار کی صحت ذکر کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر
علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے
نہ ماؤں سے اور اسمیں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی لیکن صحت اقرار زیادہ صحیح ہے بسبب جامعیت اصالت
یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوگی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شہدت امرأۃ ولو قابلۃ
بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین لڑکی
گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اسوقت شرط ہے جبکہ تجاحد ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں
اسوقت شرط ہے جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحاوی ولو معتدۃ حجۃ تامۃ کما مر فی
باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت نسب کے
باب میں مذکور ہو چکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اسکی تصدیق
کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ او کانت مزوجۃ وادعت انہ
من غیرہ فصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقاً اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جائے
اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار وایسا ہو جیسا کہ
اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت لکن لو لم یعرف لہا
زوج غیرہ لم ارہ میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا اس ناکح کے اور وہ یہ دعوی کرے
کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم نہیں الحاق نسب ممکن ہوگا

تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا نہایت الامر یہ ہے کہ دو صورت مذکور میں صرف زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا و ولد اللعان
فقط ان کا وارث ہوتا ہے تو اسمیں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہولاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص کی تصدیق
ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہے عتاقہ
تو ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص انمیں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر
عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع کہ ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسلئے کہ مذکور ہو چکا
کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا اُسی کا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ
لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہے وصح التصدیق من المقر لہ
بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرنے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے
الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے
کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف
اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب
باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاء کما فی الدرر لفسادہ بالجد لابن الابن کما قال
کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اُس نسب کا جسمیں غیر پر نسب
ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں
غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب
فلیحفظ اور اسی طرح سے یہ اقرار دو شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان
سے اور اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص
ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا لو صدقہ المقر علیہ والورثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق
کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول ماتن میں مندرج ہے لیکن دونوں میں
یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق
مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر
الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہ حجۃ علیہ اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے
حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے کہ دونوں کا
اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اسوقت ہے جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی
اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے حرمتی کا خوف
کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاۃ مبنی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہا گیا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اسکا حصہ دیا جائیگا یعنے پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں **اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح**

اقرارہا فی حقہا ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ و تلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ عن قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ
علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا
اقرار اسکے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجاویگی اور اسکا ساتھ نہ چھوڑا جائیگا اگرچہ حبس
اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف
متعدی نہیں ہوتا اور وہ مسائل اشباہ میں ہیں من جملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر مستاجر نے اس دین کا اقرار کیا
جسکے ادا کا کوئی ذمہ دار نہیں مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب
عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیٹی لونڈی سے ولد کا دعوی
کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی
کی زندگی میں تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اسکے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی
تو مشتری کو رد بیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج الیتامی ان کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی
واقعۃ الفتوی ولم نرہا صریحۃ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے
شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی سے طلب ہوا تھا اور ہم نے اسکو صریح
کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا **وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم** قلت وینبغی ان یعول علی قولہما افتاء او قضاء لان اکثر
ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الی منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء
کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رح کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق میں تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی
الدر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین رح کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے میں اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا
باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توسل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ
میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جبکہ میں مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس تعلیل میں اعتراض ہے
اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہو تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے
پاس رکھنے کا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس
تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا فی الطحطاوی **مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہا**
زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولد علق قبل الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک
ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے
اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا قبل اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقرلہ کا برخلاف
قول محمد رح کہ ولد مذکور بھی رقیق نہوگا **لا فی حقہ** یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیہ شوہر کے حق میں اسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص

طلاقہا

طلاق مقررہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرح شیخ الاسلام میں مذکور ہے اور مبسوط میں ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور عدت اسکی دو حیض
ہیں بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہو گا اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم
اسی کو خاص ہے اسواسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسیطرح حیض میں تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص سے ہے
کذا فی المحیط اور حق الاولاد اور نہ اولاد کے حق میں اسکا اقرار صحیح ہے و فرع علیہ بقولہ فابطل النکاح و علی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار
ہو اولی لبطنہا وقتہ اعتراہ حصولہم قبل اقرار ہا بالرق اور صفت سے حق زوج پر تفریع کی ہے اس قول سے تو نکاح باطل ہو گا اقرار مذکور سے اور
حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں یعنی
حاصل ہونے کے مالکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حر و مہم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقر لہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون
ابطال العتق مجہول النسب نے غلام کو آزاد کیا پھر اسکے بعد ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا
اقرار صحیح ہو گا فقط اسکے حق میں عتق کے باطل کرنے میں فان مات العتیق بعدہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرثہ کل المال او الباقی
کافی و مختصر الملتقی المقر پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاویگا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہو
یعنی اسکا کوئی ایسا وارث نہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پا سکے چنانچہ اسکی زوجہ ہو تو مقر کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہو گا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ
لعصبۃ المقر اور اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت
کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کر کے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش
العبد وہو کا مملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو لا یصلح للرفع لا للاستحقاق اور اگر اسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام
کی دیت دینا واجب ہو گا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اسواسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے
نہ استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظا الحق او
الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق بر الخ فاقرار ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تجھ پر ہزار درہم میرے ہیں
سو اسنے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر
بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درہم کا شاگ ولو قال الحق
حق والصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ او ہذا اگر
یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہو گا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام
نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدا اسکے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا
دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا وباعہا فوجدہا بہا او احد منہا
او من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتیمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھاگڑی یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے
ایسا کیا اور بعد اسکے اسکو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اسکی رد بیع نہو گی اسواسطے
کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو قول اخیر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آبقۃ او ہذہ
زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد بواحدۃ لانہ اخبار وہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا بھگوڑی ہے

اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر پس اُسنے وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا
والطلاق والرق فکلہا لاترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو تمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر لہ کے رد کرنے سے وزاد والمیراث بزازیہ اور مسائل ستہ
مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنے اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہو رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء
البحر قاسم تمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحرالرائق کی کتاب القضاء کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اُسکا بیان وہین ہے ھم یعنی اگر احد الزوجین نکاح
رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحرالرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اره الان انتہی یعنے نکاح کا اقرار تو مین نے اب تک
نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحرالرائق کو نکاح مین توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بعینہ بجزم مناسب نہ تھا واستثنی مسئلتین
من الابراء وہما ابراء الکفیل لایرتد وابراء المدیون بعد قبولہ ابرأنی فابرأہ لایرتد فالمستثنی عشر فلتحفظ اور وہ احب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنے کئے ہین
اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا کفیل رد سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اسکے یون کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کرو سے دین سے
سو اس نے اسکو بری الذمہ کر دیا نہین پھرتا تو مستثنے دس مسئلے ہین سو انکو یاد رکھنا چاہیے ھم یہ مسائل عشرہ پہلے صورتین متن مین مذکور ہین اور چار
صورتین شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہے تو حقیقت نو صورتین مستثنے ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وفی
وکالۃ الوہبانیۃ وشی صدقۃ فیہا تم رد ولا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالہ مین ہے اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا
تو اسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ھم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر مین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ شرنبلالی
کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یون سمجھیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے
وکالت قبول کی پھر اشتمل شی معین خریدی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتہی حل الشیخ شرح الجمعۃ الرد فکا من الابراء خلاف اور کیا رد
ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہے بعضون کے نزدیک شرط ہے اور بعضون کے نزدیک نہین والضابط ان
مافیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والافلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لایقبل الرد وہذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم
صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کر دینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ عمدہ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابرأہ ابراء عاما او قال لم یبق لی حق
من ترکۃ ابی عند الوصی اوقبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من ترکۃ شی لم یکن وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی
حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولاتناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ
فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وستحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اسکو
ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پا لیا یا مانند
اسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنے اسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے
اس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اسکے حصے کا دعوی اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح تر کذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہین ادعا
بعد الابرا مین بسبب محمول کرنے اسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنے اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضہ مین کیا علاوہ یہ ہے کہ
اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اسوقت تا بیا عدم صحت برات کی توجیہ وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونے مین
چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ھم سب حصہ پاکی پھر وارث

ہو کر وارثوں نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اسکو میں نے پا لیا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوے کیا تو دعوی اسکا مسموع ہے کذا فی المنح
عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم سب کا وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو
ذکر کرتا وقف الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعی الی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تھا
اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ
فقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیہ قلت ومر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ ان
یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا اہ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتنبہ پس اقرار کیا ایک مرد نے اس مال کا جو
دستاویز میں مرقوم ہے اور اسپر گواہ کر دیا پھر اسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے پھر اگر گواہی قائم کرے گا اسپر تو
مقبول ہو گی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں وہبانیہ کے شارح
شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کا یہ ہے کہ کہا جاوے یعنی
اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقر سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسف رح کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں
اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے ہمیں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا
قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار یعنی دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اسنے اسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے
اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر المشروط لہ الریع
او بعضہ انہ ای الریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اسنے اقرار کیا
کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اسکا حق ساقط ہو گا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے
مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار
صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشاء جعل ہے یا اسقاط تا اسقاط سے خوب سمجھ اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحطاوی وکذا
المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت
مشروط ہو اسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں بیان کیا ہے باب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں
اس قاعدہ میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما
کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو چٹھیاں کہ قاضی کی طرف پیش ہوں تو انکا
پیش کرنے والا ماخوذ نہ ہو گا اس مضمون سے جو انمیں مندرج ہو اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ اسکے مضامین
مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہو گا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء
علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہو للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہیں میری دانست میں
یا بیچ علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا بخلاف ابو یوسف رح کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب
میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہے یعنی معلوم
کر چکا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہیں تو اسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

اور حاضر ضامنی ہی اسکی بدلا کی صحیح نہین ہم اگر مشتری سے صلح کرے شفیع سے بعوض اس شئی کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شہر یا کسی اسکا شہر دار ہی
کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہین تو
بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے
تو جائز ہی اور یہ ضمانت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہی لیکن حق اللہ اسمین غالب ہی اور ملحق بالمعدوم ہی اور اسیطرح
حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سواسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نہیجاے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہی اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی صلح
سے اول وثالث یعنے حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہی صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہوا اور حد زنا
و شرب مطلقا صلح صحیح نہین حد زنا اور شرب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اسکی نالش کی ہو یا نکی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے
دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہی اور عفو کرنا اسکا باطل ہی اور حاکم شارب خمر
سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کر دے تو صحیح نہین اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول
من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط وطلب الصلح کا
یعنے مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہی مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہی مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ وطلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہی انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جانکر اسکا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قول المدعی علیہ لانہ کالبیع ہی اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہی تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہی
اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہی ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے
کہ مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اسکا یعنے اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ
مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہی وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار
اور صلح صحیح ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہی بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہی کہ ہر صلح جائز ہی
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہی اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح ہی
جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط
سو اول یعنے صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے
چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب
ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اسمین مدعی عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے بعد پھیر سکتا ہی اور یہی حکم ہی مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن خیار شرط کرے تو صحیح ہی

ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح
عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمہ سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں ہے وشرط القدرۃ علی تسلیم البدل و شرط مقدور ہونا
مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر حلبی نے کہا یہ عبارت الفرہیجا سے نقل واقع ہوا ہے اسکا عطف لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ
تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت وجود جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل
ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق مالک غیر نکلے اسقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دیگا اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دیگا وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا
لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق مالک غیر نکلے اسقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے اسی طرح جیسے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو
کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال
بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فیشترط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہے اگر صلح واقع ہوا مال سے بمقابلہ منفعت
کے جیسے خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت مقرر کرنا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگنے کے مانند ہو تو توقیت شرط نہیں
اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ وغیرہ میں کہ اس کا عمل معلوم
ہے ان معلوم نکرے وبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوگی صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت
اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل سے باطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا پھر اصحاب متون نے اختیار کیا
کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت بعوض
مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کی نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا اور درحقیقت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اجارہ منفعت کا متحد
الجنس منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء
یمین وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور
قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے
حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع
سکوت او انکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر اس سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ وہ اپنے
گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ مدعی کا گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدر لکن للشفیع
ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو
لم یکن لہ بینۃ تحلف المدعی علیہ فنکل مثلا بینہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوے میں تو
اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوے کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں اور قسم سے کہ

شفیع مدعا علیہ سے ہو وہ قسم کہا لیوے کذا فی الشرنبلالیہ ۔ وتجب فی صلح وقع علیہا بعوضہا او باقرار لان المدعی یاخذہا عن المال فیواخذہ بزعمہ اور شفعہ
واجب ہے اس صلح میں جو واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے گا بموجب
اسکے گمان کے ۔ عالمگیری میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اس میں شفعہ واجب ہوگا
بموجب حکم شرعی ۔ وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت
یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ہو یعنی غیر کا ثابت ہو تو اسی قدر اسکے حصہ کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور مستحق سے
میں خصومت کرے تو اس کا مستحق سے جھگڑا شروع کرے کیونکہ خالی ہو گیا عوض کے غرض سے یعنی مدعا علیہ نے عوض اسی لئے دیا تھا تاکہ خصومت مدعی
دفع ہوا اور مصالح عنہ اسکے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت اور جب دوسرے شخص غیر کا ہوا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت
بیجا تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لے گا کذا فی الدرر ۔ وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو
مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے گا کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوے کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے
اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت
استحقاق بدل اسوقت ہے جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیر لے رجوع الی الدعوی کی
کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وہلاک البدل کلا او بعضا
قبل التسلیم الی المدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پھیر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہو گی اور
باقی میں رہیگی کذا فی المنح ۔ وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی ۔ اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ بدل
اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہو گی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیر لے مدعا علیہ سے
کذا فی العینی ۔ صالح عن کذا فی نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجئ فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم
منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ ۔ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جس چیز پر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اسکا
حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوے میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے
شخص پر گھر کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو
صحیح ہے کذا فی القہستانی ۔ شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یوں تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ ۔ وحیلۃ صحتہ
ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے
اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی
مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا
جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اسکے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابراء ملحق کیا جاوے
باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوے میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابرا کردے لیکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقاً شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وغیرہ فی الغرر معزیا للبزازیۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وجعل مافی المتن روایۃ
ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار
وغیرہ اور منسوب کیا ہے اس قول کو غرر میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ
پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہے کہ ابرا اعیان
سے باطل ہے تو یہ اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور حیلہ مذکورہ ہو تا ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ
قول میں دیا ہے وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوے الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا
لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان ابرا سے
مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جنسے ابرا کر چکا ہے پا جاوے تو اسکو انکا لینا جائز ہے لیکن اسکا قاضی کے حکم میں دعوی
مسموع نہوگا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوے الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا
خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہے اگر
پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوے کرنا بعد الابراء صحیح ہے کذا فی الطحطاوی والصلح علی بعض الدین یصح ویبرأ عن
دعوے الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وحققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر جو صلح کرنا صحیح ہے
اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان
اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا اگر متعلق باعیان یا دعوی اعیان
ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں
تو براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اسکے تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہلاک ہو جائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ انپر ضمان نہیں الا انکو
سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں دیانۃً یعنی کہ جب مالک انکو پاجاوے تو انکو لے لے مگر قضاءً براءت صحیح ہے ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد براءت کے نہ سنیگا
اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی
سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا
اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو
کما مر وعن دعوے الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا
ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں
کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ یعنی میں کہتا ہوں
اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جاوے گا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی
باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج
سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوے کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا والا لیطیب له مطلقا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدلیل ظاہر ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر
وہ دعوے نکاح میں کاذب ہوگا مصر عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہو کذا فی المحیط وی ذکل لها
التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعت المرأة نصما لمحها الصحیح وقایہ ونقایہ و درر و ملتقی و صححہ فی المجتبے
والاختیار وصحح الصحة فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوے کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ
والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبے اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا
عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلم یلزم المولی لکن یسقط به القود و یواخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عبد ماذون له فی التجارۃ نے ایک
مرد کو عمداً قتل کیا تو اُسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے
نہیں تو یہ صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اُس سے ہوگا بعد اسکے
آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای للماذون رجلا عمدا وصالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارته اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو
عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی
اسواسطے کہ استخلاص اُسکا اُسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اُسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب
کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب الهالک علی
اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمة جائز کصلحه بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اُسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب
صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اُسکی قیمت دینے کا
حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اُسکے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام ہمام کے نزدیک جیسے اسباب پر صلح جائز ہے خواہ اُسکی قیمت کم ہو یا زیادہ ولا تقبل
بینة الغاصب بعده ای بعد الصلح علی ان قیمته اقل مما صالح علیه جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ
اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منه بشیء کما لو اتفقا بعده انها اقل اور غاصب کو کوئی
چیز پھیر لینا جائز نہیں مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کریں اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر
ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمته لا یجوز لانه مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر
مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ عتق میں قیمت امر شرعاً
مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے باطل ہے کالصلح فی المسئلة الاولی علی اکثر من قیمة المغصوب بعد القضاء
بالقیمة فانه لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں ہے اسواسطے کہ
قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراء احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان
کانت القیمة اکثر من قیمة المغصوب لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب کے تو صلح صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب
ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہیں ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایة العمد مطلقا ولو فی النفس مع
اقرار باکثر من الدیة والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور
ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ ما دون النفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اسکو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ مین صلح کے مانند ہے یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے پس اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہین تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ له فصالحه المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوے کیا اور مدعی کے گواہ نہین پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے صلح ثانی اسوقت باطل ہے کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور ایسا ہی نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے مسئلہ نکاح خلافی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ مین ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراء کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعوی اور صلح بعد اسکے صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین یعنی عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شراء اور عقد اجارہ تو انکی طرف مراجعت کرنا چاہیے تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے اور شراء بعد شراء جبکہ ثمن اول کے مغائر ہو اسطرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبله ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعده ما کان لی قبله ای قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف وهو مفید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے عمادیہ کی عبارت یہ ہے ادعی بکر فصالحه ثم ظهر بعده ان لا شیء علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکر نے دعوے کیا اسو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے متصل کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن البزازیۃ انه لو ادعی الملک بجهۃ اخری سلم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوے سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعویٰ کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض ابطال اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ط خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اسوقت
ہے جبکہ مالک کا اقرار متعدد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعویٰ کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث پھر دعویٰ کرے
کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں محشی طحطاوی نے کہا کہ محشی کی کچھ حاجت نہیں کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہو تو
اسمیں کچھ اشکال نہ ہو (الصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا) اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور
دعویٰ باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ط دعویٰ فاسدہ وہ ہے جسمیں تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعویٰ بدفع تناقض
ہے مثلاً اور دعویٰ باطلہ [illegible] وہ ہے جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعویٰ باطلہ صلح ہے دعویٰ حد سے اور دعویٰ اجرت
[illegible] کذا فی الطحطاوی وحرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی المجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں
تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ط طحطاوی نے کہا مقتضے تحریر
یہی ہے جو اس نے تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح ہے اسواسطے کہ ابن نجیم نے ذکر کیا کہ علما کا [illegible] کا فتویٰ اسپر [illegible] کیا ہے کہ
جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہے جیسا کہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہوا انتہی (وقیل اشتراط
صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی) کا اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب
الاستحقاق کا امر فرابعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہے
بطلان دعویٰ کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق
میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسکی طرف [illegible] اشارت کی ہے ط طحطاوی نے کہا مجھکو قول ثانی یہ معلوم ہوتا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق
مجہول کا ایک گھر میں دعویٰ کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعویٰ مجہول میں صحیح ہے اسواسطے کہ اسکے دعویٰ
کی تصحیح حق مجہول معین کرنے سے صلح کے وقت ممکن ہے (ویصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح) اور
صحیح ہے صلح دعویٰ حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر کڑیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح ط شرب کا معنی اول عبارت ہے پانی لینے کی باری
سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جسکا معاوضہ درست ہو
اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعویٰ حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو بصورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے (الاصل انہ متی
توجہت الیمین نحو شخص فی دعوی حق کان فافتدی الیمین بہا جاز [illegible] فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب [illegible] حقوق مذکورہ کے
علاوہ ہی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اسنے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہانتک کہ
دعویٰ تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد اور نسب کے کذا فی الدرر ط دعویٰ تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا
کہ اسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درم دیئے بقول اصح جائز ہے اور دعویٰ نسب کی یہ
صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعویٰ نسب پر مصالحہ کیا تو جائز نہیں (الصلح ان کان بمعنی
المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینتقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین) اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح
ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے (وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا یصح اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ) اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی استیفاے بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو

تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اُسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط ہوا چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و لو صالح عن دعوی المال
علی سکنیٰ بیت سنۃ ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الھلاک لم یصح الصلح
فی الصور الثلث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعوے سے صلح کی اسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درہمون کے دینے پر کھیتون کے
کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینون صورتون مین کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعوی الھلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوے ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہو اور مصالحہ
کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ و یصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ
اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاوے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا
قائم نکرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانھا تقبل
اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوے پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوے مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے
صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامھا تقبل ام لو طلب
یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیا ہے تو قسم
نہ لیجاویگی کذا فی الاشباہ ھم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنے اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم
نہ لیجاویگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکاھما فی القنیۃ مقدما للاول اور
دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین لیکن کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ ہین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ ہے اور
دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ھم قول ثانی یعنے عدم صحت صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ معین المفتی مین ہے
اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین
وخالفھم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوے سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنے مدعابہ کا اقرار
نہین متقدمین کے نزدیک اور علما سے متاخرین انکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء
عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اسکی
یہ ہے کہ صلح عن الدعوے یا ابرا عن الدعوے سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابرا عن الحق کے وہ ثبوت حق کا
مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظھر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ در در صلح کی بایع نے بیع کے عیب یا دعوی
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور جو کچھ بائع نے لیا ہے یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ الدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس ما لہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اُس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور
باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے بیاج کے سبب سے یعنے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور
وہ صحیح نہین اور عاقل کا امر بقدر امکان صحت پر محمول ہے و حینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ او مؤجلۃ
یعنے جبکہ صلح مذکور اخذ لبعض حق اور اسقاط لبعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو

بلا دلیل ہے ہم بدل صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جس مقدار پر صلح واقع ہوا اور حقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور باقی کا اسقاط
بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار مؤجل پر ہم اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے او عن الف جیاد علی مائۃ
زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی
دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر کیونکہ جنس نہیں ہے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق
جائز نہ ہوگا ہم یعنی دنانیر کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے کہ صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت سے صحیح نہ ہوگی او عن الف
مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم مؤجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے
مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بمقابلہ اس کے نصف حق کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے
بخلاف صلح مولی اپنے مکاتب سے کہ احسان مولی کا ظاہر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضا والاصل ان الاحسان
ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی
طرف سے پایا جائے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جائے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہ کہ اسی صلح
کرے جو اسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز قبول ہے جسکا دائن مستحق نہیں چنانچہ
سفید درم کا ہونا سیاہ کے یا اپنے مؤجل کی یا ایک جنس کی صلح ہوئی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر
بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ اد الی خمسمائۃ غدا من الالف علی انک
علی انک بری من نصف الباقی فقبل و ادی فہو بری وان لم یؤدہ فلا سافی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے
اپنے مدیون سے کہا کہ میرے پاس پانسو کل اس ہزار سے جو تیرے ذمہ ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون
نے قبول کیا اور اسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اسکا دین پورا عود کرے گا کیونکہ پہلی شرط کہ کل
بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بافادہ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی براءت
میں تو صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی وہی ہا خمسۃ احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتیں
ہیں ایک انہیں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہوئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا
اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا
نکرے گا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراء مطلق ہے یہ ابراء مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح
نہیں کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو براءت مقید باداء نہیں والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا
وہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت
یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے
بری ہے اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اسپر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول میں
براءت کی صریح تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نکرے گا تو سب دین
اسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالبقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد

او لا لمہ ادائہ بالابراء لا لا دار اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے
تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و ثالثہ اور تعلیق الصریح بالشرط
کان ادیت الی کذا او اذا ادیت الی لا یصح الابراء لما قررنا ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچوین صورت یہ کہ اگر دائن
ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہین ہے اسواسطے
کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہین اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونون معنون کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہے تو
ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ بتوضیح وان قال المدیون لآخر سرا لا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر
او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر نہ دے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکر دے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اسواسطے کہ مدیون اُس پر مجبور
کرنیوالا نہین جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہین کرسکتا اور بعد کم کر دالنے کے پورا دین نہین لے سکتا کذا فی المنح ولو علن ما قالہ
سرا اخذ منہ الکل للحال ہے اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے ہم اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست
تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہین کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہین اور
اعلان مین پورا دین اسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہے از خفا
ولو ادعی الفا و جحد فقال اقررلی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوے کیا
اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر دالونگا تو کم کرنا جائز ہے بخلاف اس قول کے
کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط
مجتبے اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کر دالونگا پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے
نہ کم کر دالنا کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ابراء بالشرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمین تعلیق معنوی ہے صح الدین المشترک بسبب متحد کثمن
مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم
کما یاتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک
مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنے
دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم ثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونون شریکون کا مبیع حقیقۃ ایک ہو اس طرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا
شریکون مین اصطلاح ہے کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت
کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جیسے ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے دوسرے
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص جو کچھ اپنے مقبوضہ مین شریک نہین ہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف
ہے اور مشارکت مبنی یہ ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص ساتھ بیع بصفقہ واحدہ کر لیا اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

سو درم ہو اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص نے اسمیں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اسمیں شرکت ہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ یا اسمیں کے
حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصر ہ جنید قال وصالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب اخر علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا آدھا لے لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اسکا حق
نہ رہیگا کپڑے میں ہم مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک
نصف کپڑا لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہیگا ولو لم یصالح ولکن اشتری بنصیبہ شیئاً
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما بقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نہ کیا بلکہ بقدر نصف
دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر
بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی مسئلہ صلح پر
مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض
اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے ربع دین کو نہ پھیریگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبضہ کرنا
یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ ووقعت المقاصۃ
بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل وجوب ہونے دونوں
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض
ہے اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ ادائے دین میں دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین
ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمیں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن البعض
قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر
دونوں شریکون کے مدیون پر بیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک
ساکت کو دس درم کا وکذا المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے مقاصہ اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین شرکت سے پہلے
اور پانچ درم مجرا ہو گئے اسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ہم امام رح کے نزدیک تاجیل
احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد رح سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا
قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ
لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرلے اور
وہ اسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے
نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمیں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد
کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال کے ہے

تو ثابت ہو جاتا کہ صلح مین قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہب الغریم قدر دینہ ثم یبرأہ او یقرضہ شریکہ خمسائۃ
حیلہ یہ ہو کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر
چالیس درہم ہو تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درہم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درہم مین شریک ثانی کی شرکت
نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہو نہ دین او یبیعہ بکفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ بلا تفاعل غیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور
بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اسکا حصہ اُتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ
مذکور ہو چکا کتاب الشرکت مین یعنی اگر اسکا حصہ دین سے دس درہم ہو تو دس درہم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درہم
اسکو دیگا وہ ثمن بیع ٹھہریگا نہ اسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لانہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ سے اپنے حصے
سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونو شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہو قبل اسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل
ہے یعنی جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درہم ہو اور ہر شخص نے دس دس درہم سلم کیے پھر ایک شریک نے دس من
گیہون سے دس درہم پر صلح کی اور دس درہم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سوا اُسکے لیے تو یہ صلح امام رح اور محمد رح کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی
کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درہم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا
تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضا شریک ثانی صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر خود اسمصالح کے حصے مین جائز کیجیے تو لازم
آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدرر شرح غرر شاہ وتوضیح نعم لو کانا
شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہو کذا فی البحر ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون
ہو کہ جاز و توقف الجمیع یعنی صلح جائز ہو اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جبکہ وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہو

فصل فی التخارج

یہ فصل ہو تخارج کے احکام مین ہم تخارج خروج سے ہو اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہو کہ وارث آپس مین اتفاق کرین کہ مثلاً ایک
وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدہم عن الترکۃ وہی عرض او ہی عقار بمال اعطوہ او
اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب بفضۃ دفعوہا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرفاً للجنس بخلاف جنسہ خارج کردیا وارثون
نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہو یا کہ وہ زمین اور باغ ہو بعوض اُس مال کے جو انھون نے اسکو دیا یا وارثون نے اسکو نکالا
اُس ترکے سے جو سونا ہو بعوض چاندی کے کہ انھون نے اسکو دیدیا یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے
خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہو جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر ہم صرف جنس بخلاف جنس علت ہو تخارج
عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت
تخارج صحیح ہو لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو بمنزلہ عقد صرف کے ہو یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہو چاندی سونے سے تو طرفین کا قبضہ
کرنا شرط ہو مجلس کی تا کہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من
حصتہ من ذلک الجنس تحرزاً عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہا سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں کہ یہ کہ جو سونا یا چاندی اس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اسکے حصے سے اس جنس میں سے تا کہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر ترکہ میں دس درم
اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تا کہ دس درم عوض اسکے حصے کے برابر ہو جاوین
اور باقی درم باقی متروکہ بنا ئے درم کے مقابلے میں ٹھیرین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے نامعلوم ہو تو صلح فاسد ہے
سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیہ وجلالیہ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو
اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے
سود کے نہ ہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسی طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اسکی میراث کے
اسواسطے کہ اسوقت یہ جو وہ دیتے ہیں بدلا نہیں بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط
ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے
اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہوں خارج کے واسطے نہ ہوں اسواسطے کہ دین کا سوائے اسشخص کے جس پر دین ہو
مالک کرنا باطل ہے پس جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو گویا اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور دیا لالکرنا
دین کی باطل ہے مگر اسکو مالک کرنا باطل نہیں جسپر دین ہے ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک
الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیلہ در حیلہ ذکر کیں پس مصنف نے کہا اور صلح
صحیح ہے اگر وارث شرط کرین صلح میں ابراء دیون کا مصالح کے حصے دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اسکو وہ بری کر دے تو صحیح ہے اسواسطے کہ
ابراء میں مالک کرنا ہے دین کا اسکو جسپر دین ہے اور صحیح ہے تو بقدر اسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونوں سے اور اس حیلہ میں باقی وارثوں کا ضرر
ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ
ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں نقد ادا کریں بطریق احسان اسکے جانب سے اور مصالح اپنے
حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلادے مدیونوں سے اس حیلہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اسواسطے کہ نقد بہتر ہے نسیہ سے کذا فی الصدر
الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بالصلح ببدلاً واحالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اسکے حصے کے دین سے اور صلح کرلیں مصالح سے دین کے سوا اور ترکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہے اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کرلیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاولی
ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن مالک اور اولی حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح
کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچیں بقدر اسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن مالک
ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے وصح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا لا دین فیہا علی کیل
او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور ترکہ کے اعیان معلوم نہیں اور اسمیں دین نہیں
اسکے صلح کے صحیح ہونے میں کیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہہ الشبہہ
کے شارح نے کہا علے کیل او موزون صلح سے متعلق ہے یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور اعیان اسکے معلوم نہوں اور کیل یا موزون پر

صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت میں اختلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہہ کے
ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکے میں مکیل یا موزون ہو پھر تقدیر ثانی اسکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل الصلح
سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہے اور بعدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل
الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے میں بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر ہم جنس نہیں
تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت میں اختلاف ہے ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من
الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لبقائہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز مالم یبین لانہ یحتاج الی
التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اسواسطے کہ جہالت اسکی موجب نزاع
نہیں بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہول وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک
کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت
نہیں تو جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ
بیان تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہے وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک
وارث سے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو
ورثہ ترکے کے مالک نہیں جو اسمیں صلح یا قسمت جاری کریں اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں
صلح اور قسمت باطل نہیں جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں [illegible] کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ہم تقیید براءت میں شارح مصنف کا
تابع ہوگیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع فی الترکۃ پر اشتراط کا مدار ہے کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال
سوا ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی سعی اور جہت سے جواب ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم
قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط او سزاوار نہیں کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے میں جسکو
دین محیط نہیں ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ میں صلح اور قسمت مکروہ ہے ولو فعل الصلح والقسمۃ صح
لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقفت الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لیلا یحتاج الی نقض القسمۃ ہم اور اگر صلح اور
قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی [illegible]
ہم استحسان متعلق ہے صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ
ترکے کا ہر جز مشغول بدین ہے بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہے جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ
تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح
تو اسکا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا ہو وان
کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم تقسیم بینہم اور اگر دیا ہوا مال اسمیں سے ہو جسکو انھوں نے میراث میں پایا تو بقدر انکی میراث کے

انھین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقید بہ الخصومات بکونہ عن انکار لان عن اقرار فعلی السواء وبہ صرح فی التفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ
وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت
برابر ہوگی مطلقاً خواہ ترکہ کے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید کیا اور استادی ظاہر نہین مگر
جبکہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح ای ہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی
یعنی صلح مین کل او بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکة دین ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکرو فی الفتوی فیفتی بالصحة
ویحمل علی وجود شرط الصحة مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور ایسے ہی اگر یہ مذکور نہو
فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور وہ ذکر وجود شرط الصحة صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکة کوارث فیما قدمناہ من مسائل التخارج اور جو اجنبی کے
واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی ان احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسائل سے یعنی جس تفصیل
سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا احد الورثة احدہم وخرج من بینھم ثم ظہر للمیت دین او عین
لم یعلموا ہل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکورة قولان اشہرھما الاول بین الکل والقولان حکاہما فی الکنایة مقدما للاول ای عدم الدخول وقد
ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیة انہ الاصح والابطال الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے
اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور
مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین اور عین سب
وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو غایہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے
اول مین ذکر کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہو وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ الاصح ہی صحیح
قول ہی اور صلح مذکور باطل ہوگی وفی الوہبانیة شعر وفی مال طفل بالشہود فلم یجز ۔۔ وبالدعی خصم ولا شہود ۔۔ اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے
اس مال مین جو گواہون سے ثابت ہو جائز نہین اور صلح جائز نہین انہین جبکا مدعی طفل پر دعوے کرے اور اپنا دعوے گواہون سے
روشن نہ کرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین
مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پہ چاہیے ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی + وصح عن الابرا
من کل عائب ۔۔ اور صحیح ہی صلح ابراء ہر عیب سے ہم یعنی مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے
کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی ۔۔ ولو زال عیب عنہ صالح یبدو ۔۔ اور
اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی ہم یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو
بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی + ومن قال ان حلفت فانت بری فلم یجز ۔۔ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر
تو قسم کھا جاوے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صحیح پر جائز نہین
پس اگر مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار
قسم لیجاوے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی + ولو ادعی کالاشقر

اگر چہ مدعی قسم کہا لے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہین صورت مذکورہ مین ہم مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کہا لے اپنے دعوے پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کہا لے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کہا لے تو مال مجہپر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور

كتاب المضاربة

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام مین ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب اکثر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہین اسلیے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹکر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی المنفعۃ کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اُسے تجارت کرے اور نفع مین دونون شریک ہین اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع مین مضاربت کہتے ہین اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے

ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ مین نے یہ مال تجکو بطریق مضاربۃ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اس مین تیرا اتنا حصہ ہے یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع تیرا اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ مین یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی

وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اُسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن بالفاظ مختلفہ سواسطے کہ مضاربت امانت کہنا ہے شرع مین ہم مضاربت ابتداء مین ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالکہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہین دیگا ومن حیل الضمان

ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال مین مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوا ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اُس باقی درم سے اور اُس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونون مین برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمین نفع بقدر مال کے لازم نہین اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جاوے گی اور مفسدہ شترا ادا العمل اہم نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہین بلکہ راس المال مین شرکت ہو گئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اُسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اُسمین شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اُسکو جائز بہی رکہے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی یا بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تہا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح او لا بلا زیادة علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثة اور مضاربت اجارہ فاسدہ
ہو اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہو جس طرح تجارت میں
نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ کی جاوے مزدوری شروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہو کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربة فاسدة کشرط العشرة دراہم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فہو استثناء من نحو
عامل مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہو مگر اس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درہم کا
مشروط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہو اجرت
عمل سے ہم بیان عمل اشباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہو یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے رفع ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء
سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر دیا والفاسدة لا ضمان فیہا ایضا کصحیحة لانه امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی
ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہو اور امین پر ضمان نہیں ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط
الربح کله للمالک بضاعة فیکون وکیلا متبرعا اور دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہو
یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہو تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان ہو کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا
ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہو یہ اسواسطے قلت ضرر قرض یعنی
اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون میں یہی کی کہ تمام نفع محنت کرنے والے کے لیے نہ صاحب مال کو تو یہ مضاربت نہیں بلکہ قرض ہو اسواسطے کہ عامل کل نفع کا
مستحق نہیں ہو سکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور یہ مقصود نہیں مگر ہمیشہ قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا ضرر نقصان ہو کہ یہ
قاطع حق ہو عین اور اسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کے وہ فقط عین کا قاطع حق ہو نہ اسکے عوض میں تو قلت ضرر قرض ایضا
نہیہ کذا فی الطحاوی مختصرا بتصرف وشرطها امور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں اول راس المال کا اثمان سے ہونا دوم اسکا معلوم ہونا
سوم راس المال کا عین ہونا دین نہ ہونا چہارم مضارب کو راس المال تسلیم کرنا پنجم منفعت بلا تعیین مقدار ششم مالک و مضارب کا حصہ معلوم ہونا ہفتم مضارب کا
حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکة
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکة میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح
ہوتی ہو اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہو فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہو یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی
سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت
میں مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہو صورت
اشارہ یہ ہو کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور انکی مقدار معلوم نہیں اسکو تو جائز ہو کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه
للمالک اور صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ اگر گواہ لانا مالک کے واسطے
ہو والا المضارب وکونه عینا لا دینا فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں
اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہو اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہو

مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز ہو بلکہ اسکے ثمن کی طرف مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ ہے جو ...
فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کرے کہ قال ایضا صاحب ... اور مستودع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز
یعنی چنانچہ یون کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف
منفعت پر تو جائز ہے کذا فی البحر ہم مستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں
جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع **و کون راس المال عینا لا دینا**
کما بسطہ فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر میں واضح بیان کیا ہے اور عین ہونا
ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہے شرع میں اور جو دین ہے اسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین پر
جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد عین ہونا ہے **وتسلیمہ الی المضارب**
بحیث یمکنہ التصرف وان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے
ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شے مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب
مال یا مضارب راس المال سے خرید و فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ اعانت ہے عمل پر نہ نقض مضاربت ہے
بخلاف اشتراط عمل رب المال میں عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحطاوی **بخلاف الشرکۃ ان العمل فیہا من الجانبین** بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے
کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے **وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت** اور شرط مضاربت ہے ہونا منفعت کا مابین دونوں کے شائع
اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع مثلا دونوں میں نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اس میں
منفعت کی مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور معین کرنا چنانچہ سو درم یا زیادہ منفعت سے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ
شاید منفعت نہ ہو مگر اسی قدر معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی **وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد** اور شرط مضاربت ہے
ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول حصہ مجہول یہ ہے کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع ہوگا
ثلث خواہ ربع ہم معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کے واسطے ہے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی **ومن شروطہا کون نصیب**
المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو
اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے کہ ان دونوں شرطوں کو
عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی **فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ**
جلالیہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت ہے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے
اور عقد صحیح رہتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے
اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہے کہ مضارب پہ
خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاوے یا دونوں پر کذا فی الطحطاوی **ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب**
اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے

الا ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال لانہ ینکر زیادۃ یدعیہا

یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق ہو اسواسطے کہ وہ دونون تجارت کے کہ مشہور العمل سے نہین ہین تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہوگی
جب تک کہ مالک ان دونون پر تصریح ذکر سے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجھکو قرض دینے اور ادھار لینے کی اجازت
ہو تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین اور رہن ہی توشہ ممنوع ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ثمن پر خریدکرے کیونکہ استدان کا شت شرکت
وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع لانہ لایملک الاستدانۃ
بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت مین تو اگر مضارب نے مال سے کپڑا
خریدکیا اور اسکو پانی سے دھلایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا اپنے مال سے اور حالانکہ اسکو وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہین لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہین ہم مرادیہ ہین ہو صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم
اور دنانیر سے خریدکرے بعد خریدکر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خریدکی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہین تو
اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت
جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خریدکیے پھر انکی باربرداری یا شوب یا چھپکی یا جرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہین رہا تو استیجار سے مضاربت پر ادھار کرتا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضاربت عطا قابل نفس متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء
لانہ لو قصر بالنشا فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھلادیگا تو اسکا حکم کپڑا
رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایک لانہ مخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا
شریک ہوگا اسقدر مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی
صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اسکے رنگ کی قیمت کا
بشرطیکہ بکنے کے سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال مین ہم مثلاً سفید تھان خریدکیا پانچ روپیہ کو راس المال سے اور اسکا ثمن بدون رنگ کے سات روپیہ تھا
اور رنگین کرنے سے آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب اسمین دو روپیہ لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ
مضارب کا رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہا کہ عمل کر جیسا اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لما ان
السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر هم مذکور ہوچکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کے مانند تو داخل
ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو
بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجی اور مضارب مالک نہین تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس
شخص کا جسکو مالک نے معین کردیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان اور احکام تمالہ
مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اسنے تفویض کی اور تخصیص کو رخالی
فائدے سے نہین اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر وقیدنا بالمقید لانہ

المالک عتق لا العبد ومعنی العبد المعتق فی قیمته نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو یعنی غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب
غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد شدہ غلام ادائے قیمت میں بقدر
حصہ رب المال کے کہ وہ غلام ہے واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک تھا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ خود بخود مالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ
بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکه او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد
ولا نظر نعم للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر
نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمیں منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں یہ علت ہے جو مضارب میں کہی
ہوئی یعنی عدم حصول نفع شریک المأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیه ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لهما زیلعی
اور عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہیں تو آزاد نہوگا برخلاف
صاحبین رحمہ کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن کو گھیرے ہو یا نہیں تو امام رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب معه الف بالنصف اشتری امة فولدت ولدا مساویا له ای للالف فادعاه موسرا فصارت قیمته ای الولد
وهو ما ذکرنا الفا ونصفا ای خمسمائة نفذت دعوته لوجود الملک لظهور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درہم ہیں نصفا نصف منفعت پر اسنے
ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد خرید مضارب کے ایک لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری
کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر
ہونے نفع مذکور سے تو ولد اپنا مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر
نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی
الزیلعی مختصرا وسعی لرب المال فی الالف وربعه ان شاء المالک او اعتقه ان شاء اور ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی
ساڑھے بارہ سو درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کرے یہ ہم ہزار راس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت کے مالک کے حصہ میں
ٹھہرے ہو رب المال بعد قبضه الالف من الولد ضمن المدعی ولو معسرا لان ضمان تملک نصف قیمتها ای الامة لظهور نفوذ دعوته فیها اور صاحب مال کو جائز
ہے بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان ملک کو
برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تا کہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے
اسواسطے کہ لونڈی مشغول ہے راس المال میں پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اور بالکل منفعت میں داخل ہو گئی تو اب اسمیں
مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحاوی وحمل علی انه تزوجها ثم اشتراها حبلی منه اور دعوت مضارب اسپر محمول ہو گئی
کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تا کہ مضارب زناکار نہ ٹھہرے ولو صارت
قیمتها الفا ونصفه صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعه لو موسرا فلو معسرا فلا سعایة علیها لان ام الولد لا تسعی تامه فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار
ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور مضارب تاوان دیگا مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے
کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تعیین
مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن نہر کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

خرچ اسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال تلف ہوگا راہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الخطاوی وبالحکم بلحوق المالک
مرتدا اور مضاربت باطل ہو لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسلئے کہ
لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے ولہذا اسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہے اور اسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد مسلما قبل لحوقہ
فالمضاربۃ علی حالہا حکم بلحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا
نہوا ہو کذا فی العنایہ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے ہو اسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا
حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد
ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام رح کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہین اسی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہین مضاربت کے
مال مین لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب
مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا
عہدہ مالک پر ہے امام رح کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرف ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی دار الحرب
مین نہین جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام مین وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد
ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب مین ملحق ہوجاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو
اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکے املاک مین مؤثر نہین تو اسی طرح اسکے تصرف مین مؤثر نہین کذا فی المنح عن الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بخبر رجلین
مطلقا او رفضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردون کی خبر سے
مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا
فان علم بالعزل ولو حکما کموت المالک ولو حکما والمال عروض ہو بنا ما کان خلاف جنس رأس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ وان نہاہ
عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم
باللحاق یا اسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور مال انکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہان وہ ہے جو رأس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقریر مین دو جنس
ہین تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادہار ہو اور اگر مالک نے اسکو ادہار بیچنے سے منع کردیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس رأس المال مراد ہو تو عروض
دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر رأس المال دراہم ہون اور مضارب کے دنانیر خریدے ہوئے ہون تو اسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس ہم یہ نہین ہے کہ جب مال عروض ہو
تو عزل مالک سے مضارب معزول ہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہی نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاوے ثم لا یتصرف
فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس رأس المال پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن مین اور نہ اس نقد مین جو ہمجنس رأس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردجنسہ ولیظہر الربح او یبادلہ کرے خلاف جنس رأس المال کو رأس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس رأس المال کے اور
تاکہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا بالعکس اسواسطے کہ نقدین ثمنیت مین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان مین یہ مبادلہ
صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل رأس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہوسکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک و مضارب دونون اپنے
حق بشرط پاوین ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل تخصیص الاذن لانہ عزل من جہۃ نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنی جبکہ
مال عروض ہو بلکہ تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین فی فسخ الشرکۃ ومالہا

استغفنے صحیح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب
علی اقتضاء الدیون اذ هو حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہوگئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کا مال قرضوں میں ہے اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہوگا قرضوں کے تقاضا کرنے
کے لیے کہ مضارب اس وقت عامل باجرت ہوگا قرضوں کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو قرض بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو تقاضا طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ
مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ای وان لم یکن ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضا دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب اس وقت
میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر سبیل نہیں ویؤمر بان یوکل المالک علیہ ای علی الاقتضاء لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضا دیون میں وکیل کرے
اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل
بالبیع والمستبضع کالمضارب یعنی ان بالتوکیل اور اس وقت میں جبکہ متبرع ہے جبر علی الاقتضاء نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطور
بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر جبر کیا
جائیگا تقاضا سے دین میں اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں سمسار یک بڑا دلال وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگوں
کے جمع ہوں تا وہ اجرت لیکر بیچے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدر [illegible] مسئلۃ عم
شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ معلومۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اجرت ٹھہرائی گئی
کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر رکھے اور نوکر رکھے
خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہوسکتی مگر فریقین کی مساعدت
سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان [illegible] اور
مدت [illegible] اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح
لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح
لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب
کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضمین نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال
وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاوے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں
تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر
تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم
عقداہا فہلک المال لم یترادا لبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا
سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور
مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنی اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہ ہوگا اور
زیلعی نے بعد تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضارب [illegible] یدفع

مضاربت سے صرف نکلنے سے اس واسطے کہ اسکی اقامت کرنے میں مضاربت کے سبب سے نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہاں سے باہر جاوے سوداگری کرنے کے نکلا اور اپنے وطن میں
گیا اور پھر کوفے میں تجارت کے واسطے آیا تو کوفے میں مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اس واسطے کہ اسکا کوفے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی
دور ہو گیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ ہی جب تک اسنے مال نہیں لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفے میں رہیگا تو اسکا نفقہ ملیگا حالانکہ ایسا
نہیں ہے اور شاید کہ شارح نے سمجھا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ انتہی اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے
جو ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا وخلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد الباقی تجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب
اپنا مال و مضاربت کا مال سفر میں لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر
سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو سو دستور سے اسکا تاوان دے ھم خلط بالا اذن سے مضاربت باطل ہو گیا مالک کا
اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بقول راجح اس اعتراض کو بعض محشی نے بعض حواشی میں لکھا ہے کذا فی الطحطاوی ورد النفق من الیسیر فی مالہ اذ ذلک
ولو کان الطعام یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ پھر اسکو مضاربت کے مال میں سے لے لیوے جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو گیا
تو اس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا ویاخذ المالک ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیٔ من الربح اقتسماہ
علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لیگا جتنا مضارب نے خرچ کیا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو اور اگر اتنا
راس المال پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند شمار کیا جاتا ہے
اور راس المال ہالک کو نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیٔ علیہ ای المضارب اور اگر نفع ظاہر نہ ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے
کم ہو جانے سے استرداد نہیں وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ
مما اعتید ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اسکو حساب کر لیوے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دھوبی
اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہو اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے میں پڑی ہے یعنی اتنے کی خرید پڑی تاکہ دروغ
نہو کذا الیضم الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل کما یاتی اور اصل یہ ہے کہ ملائی جاوے راس المال کی طرف
وہ چیز جو راس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا
کذا فی النہایۃ پس زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے
ساتھ بیع المرابحہ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہو تو اگر
مضارب کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے ورنہ نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل
نقدہما للبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درہم سے کپڑے کے تھان خریدے اور انکو
دو ہزار درم سے بیچا اور انہیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو وہ دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی
تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے ھم جبکہ مال یکہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا یکہزار کا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب
کے حصہ میں پانسو پہونچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے
قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد
ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ والمضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہا اور چوتھائی غلام کا ملک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت سے

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم
خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا
فی الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وہو الفان وخمسمائۃ اور رأس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم
دیے یعنی جس سے کہ پہلا غلام خریدا ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ ولکن یرابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ
شراہ بہا ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہے یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام
ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملا دے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد
بضعفہا باربعۃ الاف فحصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار
ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان رأس المال الفان وخمسمائۃ اور نفع تین ہزار سے کہ پانسو ہیں
کہ مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ رأس المال ڈھائی ہزار ہے یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار رأس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہ نفع
ٹھہرا سو دونون میں بحصۂ برابر کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ
علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو کو کرے اور
اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے
کہ وہ اسکا وکیل ہے تو یہ جو بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شبہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر
وشرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضارب
کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا اس غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی
مضارب پر ہے دونون کے ملک کے بموجب ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے مقتول کو قبول نہ کریں اور خون بہا دینا قبول کریں
مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ رأس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم
المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے
غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح عینی اور اگر مالک غلام کا
دینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب توہم منفعت کے اسوقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جس میں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار
قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک
للمضارب الفا اخری ثم وثم الی کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع
کے تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہو جاوے اور ہزار دیا جا
بلا حد معین ورأس المال جمیع ما دفع اور رأس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار رأس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار رأس المال ہے تو
مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام رأس المال مالک کو نہ پہونچیگا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید استیفاء لا امانۃ

دعوی کرے تو مضارب کا قول معتبر ہے بسبب اسکے کہ مضاربت میں اصل عموم اور اطلاق کی ہے صورت ہے کہ مضارب کہے مالک نے مجھ کو تجارت کی اور خشکی و تری میں سفر کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوصیت کا دعوی کرے اس طرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کی سفر کی اجازت دی تھی تری کی یا اسکا الٹا لیکن اگر مضاربت میں عموم اور اطلاق ہو اسواسطے
اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص تو دعوی کلی ہوگا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فی قیمتھا علی صحۃ تصرفہ
ویلزمہ نفی الضمان اور اگر شخص ایک نے تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول معتبر ہے اور گواہ مضارب کے معتبر ہیں تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو
نفی تاوان لازم ہے ہم کہتے ہیں کہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہیں نہ نفی کے واسطے جواب
اسکا دیا کہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف کے صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتاخرۃ
والا فبینۃ المالک اور اگر گواہوں نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک ہے بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو
توڑتی ہے اور عدم قیمت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں فروع مسائل متعلقہ شارح
دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی نے صغیر کا مال
اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ نفع نہ ٹھہراوے
جو اپنے ہمسروں کے واسطے ٹھہراتا ہے پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا فی ترکتہ
اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے متروکہ
میں ہم اور یہی حکم ہر مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مر جائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اسپر دین ثابت
ہوگا اسکے متروکہ میں اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنے بیان نہ کرنے سے ضامن ٹھہرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کریں یا کہیں کہ
مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو انکی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الظہیریۃ اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وفی الاختیار دفع المضارب
شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صحح فی مجمع الفتاوی عدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانھما یقصدان الاصلاح
وسیجیء آخر الودیعۃ اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنے محصول لینے والے کو تاکہ وہ اس سے باز رہے تو مضارب کو
ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان صحیح ہے ہمارے زمانے میں
صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور سیطرح وصی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب
آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفیہ لو اشتری بمالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ
لعلمہ بالاجر کالامر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب
نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکے بیع کا
ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم ہے تحقیق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر
یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ہبۃ
ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ الہبۃ انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف
ہو گئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ میں اسواسطے
تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا کما فی المضاربۃ

ودیعۃ بمنزلۃ الاعطاء یحتمل الھبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحا ایجاب ہو جیسا کہ یون کہنا کہ مین نے تیرے
پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو جیسا کہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلا مجھکو دے سو اسنے کہا کہ مین نے تجھکو دیے تو یہ ودیعت ہے کذا فی
البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کہنا بطور ایجاب ودیعت کا ہم کنایہ سے یہان مراد نہین کہ لازم
انتقال ہو ملزوم کی طرف بلکہ بیان کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونون کا احتمال رکھے جیسا کہ کہنا طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم
یقل شیئا فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو جیسا کہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ بولا تو یہ قبول ودیعت کا ہے ذکر نا ہم خلاصہ مین ہے کہ اپنی متاع
ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا در صورت تلف ہو جانے کے اور ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت
کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب ہے والقبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت
قبول کرنا ہے مودع کیجانب سے خواہ قبول صریح ہو جیسا کہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام
بمرای من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ھناک کذا فی الخانیۃ یا قبول باعتبار دلالت حال کے جیسا کہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا جیسا کہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور جیسا کہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک او مہتمم سے کہ کہان
اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سو اسنے کہا وہان تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیۃ ہم اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالۃ ہین وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ
فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت
کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب
تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب کا شامل ہے رد دونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وشرطھا کون المال قابلا لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر
غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہو گا یعنی اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا
شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستھلکھا لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اسپر نگہبانی واجب
ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا
اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرطیکہ اسکے بالغ ہونے کے وھی امانۃ ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہے
یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم
ادا کرو ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے جیسا کہ در المنتقی مین ہے فلا
تضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو جیسا کہ اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا
فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا لک معھا شیء اولا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقا
ضمان نہین خواہ ہلاک سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کے ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر
تاوان نہین وشرط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر جیسا کہ
حمامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظھا بنفسہ وعیالہ کما لو اور ودیعت قبول کرنے والے کو

جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وھم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ
لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ جو اُسکے عیال ہون جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون خواہ ان نفقہ
مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہو تو اسپر تاوان لازم
نہوگا فلا ضمان مین ہے کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے ودیعت کے
ہاتھ مین دیکر نہین گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز و زوجتہ ولا یسکن معہما لا ضمان علیہ خلاصۃ تو اگر امانتدار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو
ودیعت دی اور حال انکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور انکو نفقہ نہین دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ھم یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ
ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون بحکم مساکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد مین یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر
ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معاً عینی اور اسیطرح ضامن نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت بخبر
کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط
کونہ امینا فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کا امانتدار ہونا شرط ہے دفع ودیعت مین تو اگر انمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی
معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی صورت ہلاک کذا فی الخلاصہ ھم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانتداری
معلوم ہو اور جبکہ مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور شخص کہ مستودع کی عیال مین ہو اسکو جائز ہے دینا ودیعت کا
اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع
کو اُسکے بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اسکی عیال مین سوا اس
شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا
وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال
وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوا اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد رح سے روایت ہے
کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگون سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اسکا وکیل و غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو
جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صحح بہ ابن ملک و اعتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاح و اصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے
مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے ھم نہایہ مین یہ فتوی تمرتاشی کی طرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوائی کی طرف کی ہے و لہذا تحفہ
مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا
اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فیسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہے مگر جبکہ مستودع
آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون سو اس حالت مین وہ اپنے پڑوسی
یا دوسری کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ھم حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق
منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء
او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو کشتی پر سے
پھینکا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فافہم

ای الدفع بجارہ او فلک آخر سے قبل ان علم وقوعہ ای الحرق بیتیا ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں رکھدینے کا
دعوے کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور یہ بیداح وقوع غرق دریا ہو والا لا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق
الا ببینۃ محصل یہ ہیں کلام الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہوں
سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے خیر کیم خلاصہ کی
عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر میں معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی
تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق
ذخیرہ میں منقول ہے منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ لردہ الودیعۃ فلو بحملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو جعلہا کو کیلہ بخلاف رسول ولو
بعلامۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت
بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی نکلی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک
کی طرف اٹھالیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ
طالب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان
عاجزا او خائفا علی النفس او المال بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اس طرح پر کہ عاجز ہو
یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری
ظالم کا اسکے نہ دینے میں تاوان نہیں ہم محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ وفساد میں ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ میں اسوقت میں اسپر قادر نہیں
اسواسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا
قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت
ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال
غیر مولے کا ہو کذا فی الطحاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فان المنع من الدفع الی ان یعلم
انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے
تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اسکو معلوم ہو جاوے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کردیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق
مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب بحق الزوج خانیہ چنانچہ ایک
عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمیں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق
نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن بتصییرہ دینا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے یہ ہے مرجانا مستودع کا بلا بیان
ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہوجاویگی اسکے ترکہ میں ہم جب اسنے بیان نکیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ
مستہلک ٹھہرا اسی تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو
جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث
نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

اسکو کرایہ پر دے دیا یا قبول نہ کیا اور نقصان کے کرایہ میں درم لے لیے پھر اسکے بعد وہ تلف ہو گئی تو تاوان نہیں آتا تعدی میں کی صورت ہے کہ غلام یا جانور کو
عاریت لیا تا اسکو گرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اسی مال پر جو اسکی قیمت سے کم نہ ہو گرو رکھا پھر اسنے ادا کیا
اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلہ میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد میں باقی رہے
تو اگر تعدی کے بعد میں نہ رکھیگا اور وہ ہلاک ہو گا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلہ میں جو متن میں مذکور ہوا اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ
جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لا یزول الضمان الا فی ہذہ
العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جب ایک تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے ولان یدہ کید
المالک مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی مسئلہ کی بابت یہ ہے کہ ودیعت کی جو متن میں
مذکور ہے انتہی اور ایک نسخہ میں یوں ہے الان یدہ کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ اسکا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضہ کے ہے اور یہی مناسب
مقام ہے واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول له قبل للمودع عمادیہ اور اگر مالک نے مودع کی تکذیب کی ازالہ تعدی میں تو اسی کا قول یعنی مالک ہی کا
مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالیقین کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیہ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے
انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا
اقرار کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصہ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا
دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی در صورت تلف ودیعت اسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا
ردہا فلو سالہ عن حالہا فجحد فہلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد
انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں
کذا فی البحر وقید بقولہ ولم ینقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف نے قید لگائی نقل
کرنے ودیعت کی اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھا لیجائیگا پھر وہ تلف ہو گی تو اسپر تاوان
نہوگا کذا فی الخلاصہ وہم عدم نقل بحالت انکار اسپر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل الانکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید
مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید
بقولہ وکانت الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح نہر الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو
اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب النہر
من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد شرط النقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہیں وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان
لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص
ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقولہ لم یحضرہا
بعد جحودہا لانہ لو احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید
لگائی کہ ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک
اس سے کہے کہ اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسکا حصہ دینا جائز ہے وہو دفع المضمن فی الدرر وہو فی البحر الاستحسان لانہ کان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دیگا تو اسپر تاوان آویگا
یا نہیں تو تمہین ہے کہ ان تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں نہیں اسپر تاوان نہیں ہے جب علم تاوان کا استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ھ
طحطاوی نے خلاصہ قدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکہ مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل
نصفہ بخلاف [illegible] اور دو صحیح ہے عدل رہین ودو کیلی مشترک اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو وہ دونوں
مرد اسکو بانٹ لیں اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور رہین کے دو عادل شخصوں اور خریدنے کے
دو وکیلوں کے ھ قسمت پذیر سے مراد کیلی اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار ہو جاتی تقسیم سے خریدنے کے دو وکیلوں کی یہ صورت ہے کہ انکو مثلاً ہزار درم
دیئے تاکہ [illegible] کو تو دونوں ہزار کو قسمت کرلیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنی وہ چوتھائی کا اور اسپر
اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ دوسرے ساتھی کو یعنی دوسرے
مودع کو دے تو دینے والا تاوان کا [illegible] بالاقسم [illegible] اذ حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اثر ودیعت جو قسمت پذیر نہیں کہ اسمیں دافع پر تاوان نہیں
بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کی اذن سے ھ غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاتی کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع
الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ
فی الحفظ واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں پس مودع نے ودیعت
اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس بغیر اسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں
برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا [illegible] ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شروط مذکورہ مفید نہیں لہذا
معتبر نہیں ھ عیال لا بدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ للطحطاوی کہا
کہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا من لان التقیید مفید اور اگر ویسا
نہیں تو تاوان نہیں اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ھ یعنی اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً [illegible] غلام کو سپرد کرے جسکے
دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت قابل ہو [illegible] کہ اسکی پشت راہ کی طرف ہے
تو مودع پر در صورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعض عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں حاصل
یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو
اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے
پاس ودیعت رکھی اور خالد نے عمرو کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک
ہوئی تو تاوان نہیں ھ یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی
وقال بل ردہا ولکنہا [illegible] لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا کہ [illegible] پھیر دی تھی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیہ ھ یعنی اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب
نے ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القضاء اذا خلط فرقہ ثوبا جلد

لغیرہ فقد لبسہ فکلاہما ضامن اور مجتبی میں ہے کہ جب دھوبی چوک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرا لے تو دونوں شخص
یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے
تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی العمادی یعنے بتفصیل بحث ہو روایت مذہب و عن محمد اصاب الودیعۃ شیء فامر المودع رجلا
لیعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ
ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان
لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع
نہ کریگا انتہی وفی المجتبی بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایہما شاء بخلاف غاصب مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ غاصب کے
مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا صحیح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع
علے الغاصب وان علم علے الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے
پھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے یہ قول ظاہر کذا فی الدرر ہے بخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا ہے
درصورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہے اس خلاف سے مسالۃ ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف
آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہیں اسپر دو شخص میں سے ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں
گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے ہونگے کیونکہ مجتمع ہونگے اور اس شخص پر ایک ہزار درہم اور
واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نکہانا اقرار ہے دونوں دعووں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم ہے وان حلف لاحدہما
ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درہم اس مدعی کے ہونگے جسکے واسطے
اسنے قسم نکہائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن ازالا ہذہ ملک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار
درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہنچائے یہانتک کہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان لیا جاویگا [illegible]
یعنی اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل فلم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ یعنی
اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی
تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کو اٹھالانا اسپر واجب نہیں ہے جسکے نکرنے
سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت کذبہ
فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے
سو اسنے کہا کہ میں نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول
قولہ مودع نے شروع سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں بر قول صحیح چنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں
جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع اولا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر
فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی

مالک پر ہوگا نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اسمین خلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود آخرہا عن المدلیۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے مین شریک ہین الم یعنی عاریت مین تملیک ہے اور ابلاغ بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب خبر ہے مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند ہم لینے سے مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالی کا دعا ہوا فریاد رسی مین تو عاریت دینے والا تخلق ہوا تخلق فرمایا ورسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سو اسی واسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے ثواب مین اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے الم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض قرض معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشی قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تحتانیہ مشدد ہے اور اسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس الم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلا عوض الم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ سے نکل جائے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک لزومہ الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت مین ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہو نہ قولی الم چنانچہ بیان مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی الخلاصۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول کا ہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اسنے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ لو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجائے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کی شرط سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہے الم قابلیت انتفاع سے اور غیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور چیز ورہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور ریشم اور شکار کا عاریت لینا بلا بیان جہت اعارہ عاریت نہین بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہین بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سوا

وجہ مذکور سے کہ اسکا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی الی المنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی عمادیہ میں
مشاع کی عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی ہے اسواسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر
وکذا النفقۃ العبد اما کسوتہ فعلی المعیر اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وہذا اذا
طلب الاعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ یعنے غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت
لینے کی خواہش کی ہو اور اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولے پر ہے اسواسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہے
اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا بایں لحاظ کہ یہ ایسی ودیعت ہے جسکا انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا فتدبر باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہو اعرتک
کے لفظ سے یعنی زمین تجکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور
عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے اور
یہ لیئے اسم محل کے حال پر ہے غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہوا اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز مشہور ہے اسواسطے کہ جب طعام کی اضافت ملزوم زمین
کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ ای بقولہ حملتک الہبۃ لانہ صریح فی مفید الاعارۃ
بلا نیۃ والہبۃ بہا ای مجاز اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے منحتک یعنی میں نے تجکو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے حملتک یعنی میں نے تجکو چڑھایا اپنے
اس جانور پر جبکہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ
سے ہم یعنی لفظین مذکورین میں بصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور بصورت نیت ہبہ ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی او آجرتک داری شہرا مجانا اور لفظ
سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور لفظ آجرتک یعنی میں نے تجکو مفت اجارہ دیا اس اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگرچہ اجارہ مذکور بیکار
تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداری لک سکنی تمییز ای لک سکناہا وہو قول
عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمییز ہے سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنی اسکان
سکنی کا حکم ہے اراد نفع میں لہذا لام بمعنی ملک کے اور نہوا وداری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری وسکنی تمییز یعنی جعلت سکناہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت
صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمییز ہے ہم
اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اسمیں ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا ہے یعنی نے کہا داری لک ہمکا
محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی
الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہوا ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ہو او
موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع
مذکور نہو اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا
حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر بصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور انتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ منافع کی قید ہو
بلا انتفاع کی قید ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج ان فیہ ضرر فتبطل وتبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ
الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے
اس صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا اسیا لونڈی سے مل گیا کہ کسی کی چھاتی

مشتری میں نہیں لیتا سو اُس لونڈی کے تو اس لڑکی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑانے تک اور یہ بیان اسکا اشباہ میں ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم

العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم الا اذا اشترط وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ
وغیرہما وعزاہ محشیہا الی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص
دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اُس نے رکھ دیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف
یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ بیع میں عدم دفعہ شرط کرلے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ و بزازیہ وغیرہما میں اور اسی اعتماد
کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے بھی اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا تضمن بالہلاک من غیر تعد
اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اسکا لازم نہیں آتا اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے
ہر تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر بیٹھ گیا اور اسکو چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت
رکھا اور اسکو شیار کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اسکو بغیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ ملایا
خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع مستعیر پر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرنے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو
یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ اُسکے جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرا لیا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم حضر اور سفر کا
سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جبکہ مستعار چیز اسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا اُس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت میں اُسکی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر وشرط

الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ میں ہے کہ
تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیء لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ شے متضمن
نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہے اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا او ودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل لا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار ما نہ
ودیعت اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا یا کہ دوسرے شخص کے پاس بطور امانت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا
ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی
واما المستاجر فیؤجر ویودع ویعار ولا یرہن واذا جن بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز
نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک
فیہا التملیک للغیر بدون اذن سواء قبض اولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جنمیں اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں
خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال شعر وما مالک امر لا یملک بدونہ ۔ ان امرو کیل مستعیر وموجر ۔ رکوبا ولبسا فیہما ومضارب ۔ ومرتہن ایضا وقاض و وصی
وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر بکسر جیم سوار ہونے
اور قمیص مثلا پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی اور ماموم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملک اسکی صفت ہے
اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ
عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا
یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت نہ کرے گا اور مرتہن دوسرے
پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی شعر ومستودع مستبضع ومزارع ۔ اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر ۔

پھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں بیچ اور خلاف مثل کے مثال یہ ہی کہ میں گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لادیا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہی کہ
دوسرے کے واسطے عارت لے اور اسپر گیہوں لادے وکذا التقیید بالاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عارت کے مانند عاریۃ
الثمنین و المکیل و الموزون و العدد و المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استھلاک عینھا روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عارت اطلاق کے وقت قرض ہی
بضرورت استھلاک عین اشیاء مذکورہ ھم یعنی عارت عبارت ہی اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استھلاک عین کے اسلئے لہذا عاریت یعنی قرض ٹھہری
معدود متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عارت حقیقت قرض ہی فیضمن المستعیر ھلاکھا قبل الانتفاع
لانہ قرض حتی لو استعارھا لیعیر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان دینا ہی والاشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہی نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی
کو عارت لیا تاکہ اس سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اُنکو رکھکے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ در حقیقت عاریت ہی نہ قرض یعنی اسواسطے کہ اُنمیں استھلاک عین نہیں ہوا عارۃ قصعۃ
ثرید فقرض وھو بمنھا سبب سطہ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہی اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ دلی اور بے تکلفی ہی تو یہ اباحت ہی ھم ثرید وہ کھانا ہی جو شوربے میں روٹی
توڑ کر لینے سے مرتب ہوتا ہی جبتک صرف ہوا تو مثل یا اُسکی قیمت دینا لازم ہی اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السھم ولا ضمان لان الرمی یجری مجری الہلاک صیرفیۃ اور تیر کی عارت
صحیح ہی اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہی کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استھلاک بلا تعدی ہی مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء و الغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہی منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما مر
انھا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہی کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعھما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان
بالقیمۃ مقلوعین لئلا تتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہی کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے ہوئے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت پر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاوینگی تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعھما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع
بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عارت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت کے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور مستعیر کو
اتنا تاوان دیجئے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگیا کھودنے سے اسطرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجائے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہی
کذا فی البحر ھم مثلاً درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہی اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارھا لیزرعھا
لم تؤخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتھا اولا فیترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اُس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین
نلیجائے خواہ عاریت اُسکی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجر مثل چھوڑی جائیگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وتکفنا
الزرع لم تثبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایہ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں
اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اُسکے جمنے کے باطل ہی اور بعد اُسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہی مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی النہایہ
ھم قول مغنی ہی مختار ہی کذا فی الطحطاوی عن العنایہ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت کا پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر
واجب ہی فلو کانت موقتۃ فامسکھا بعدہ فھلکت ضمنھا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت
ضائع ہوگئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ھم اس مسئلہ میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہی اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارھا لیرھنھا فتکون کالاجارۃ زین الخانیہ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو عاریت اجارہ کے مانند ہی کذا فی زین الخانیہ یعنی تو اسکا خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہی کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ
اور اسیطرح جسکے واسطے غلام خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہی وکذا الموجر والغاصب والمرتھن مؤنۃ الرد علیھم لحصول المنفعۃ لھم اور اسیطرح موجر اور غاصب

اور متن میں پھیر دینے کا خرچ ہی بسبب حاصل ہونے منفعت کے ہمیں کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال الا فہو علی المستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی موجر پر خرچ
لازم ہوگا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسی پر ہے جسنے اسکو
اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر ہے کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ فقضی بالرجوع مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربۃ اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنی شرکت میں
رد کرنے میں مال کا خرچ اور مضاربت میں حصہ مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر ہے کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا مسانہۃ او مع عبد
ربہا مطلقا یقوم علیہا او لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر ثم ہلکت قبل قبضہا برئ لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ
یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ برسوار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت میں ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ مشاہرہ دار کا ذکر ہو چکا پھر جانور ہلاک ہو گیا قبضہ میں ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور لایا اور چاکر
ہم یہ مہ دار کہ اسواسطے کہ مالک کے عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کے جوہرہ بخلاف عقد جوہر کے چنانچہ عقد جوہر کے جاہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک
پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی او ان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک
بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا
بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیملک الاعارۃ من الاجنبی یعنی بناءً فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی
اگر اجنبی کے دینے میں انقضاء مدت کی قید نہ لگاتے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہوتے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے تو مستعیر عاریت رکھنے کا مالک ہے
اجنبی سے اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت میں ہے جبکہ بعد انقضاء مدت رد
نہ مطلقا و بخلاف رد ودیعۃ و مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف ودیعت پہنچا دینے و مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب مالک کے گھر پہنچا دیگا تو تسلیم نا تمام
ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا تخصیص لکلا یعم البناء و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین مجکو کھانے کو دی تا اسمین زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ ہو
ہم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد الماذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا
مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگروں کا دستور ہے کذا فی المنح و المحجور اذا استعار و استہلکہ ضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور نے اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دی سو وہ اسکو ہلاک کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال
تاوان دے و لو استعار ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن
لانہ اعارۃ و المستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکے
بدن پر ہو لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر پر
تاوان ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے مال پرایا ضائع کیا تاوان کو دیکر و ضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے
سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ اور
تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل و کذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے لڑکے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہ ہونے
عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بیوع الحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت
دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب فاخذہ بغیر اذنہ فاستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ یضمن اگر شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجکو دونگا پھر جب کل ہوئی تو بیل لے گیا اور بیل لیا
بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبیٰ وغیرہ مین ہے کہ وہ تاوان کا ضامن ہو تو اسمین
دو قول ثابت ہوئے جہز ابنتہ بجہاز مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر ابین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ
لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا
باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو یہ عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج ایسا ہو کہ باپ اپنا جہیز کو
دیا کرتا ہو ملک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اُس جہیز سے جو ویسی عورت کو
دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ہم یعنی اگر ماں یا ولی
صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پھر دعویٰ عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ادعی
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیہ وتقدم فی باب المہر اور جو اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعویٰ کرے کہ مین نے اُسکو فلانی چیز
عاریت دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیہ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال
الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعویٰ کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعویٰ
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعویٰ کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند اسکے یعنی علما اور
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال
الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقد مر فی الوقف عن معلی ابی السعود وتحسنتہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ مین نے روزینے
لینے والون کے وظائف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اُنکو دوبارہ وقف کے
مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین شرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعود رح سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے
اُسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ
قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول نہ کو مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا
فی حیاتہ وہلکت او دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثون نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیہ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیہ ہم ایصال دین کے دعویٰ مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضا دیون امثالہا سے
ہوتا ہے تو ادعا ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصر قلت وظاہرہ

اور وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب نہیں کتاب ہو اور اسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو شرط رضا کی مناسب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہیں تو ایک کاغذ
علیحدہ پر لکھکر وہاں رکھدے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اسکا مطلع ہو کر درست کر لے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی فی الوہبانیۃ
شعر ویعفر فی اصلاح مستعیرہ ۔ یجوز اذا معلوم لاتیاثرہ ۔ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک
آزردہ نہ ہو فی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے ہم معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی
۔ واوصی لیس یملک اخذہ ۔ اعارہ وفی غیر الرہان التصور ۔ اور وہ کون شخص ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوا میں یہ مسئلہ
متصور ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں ۔ وفی واہب لابن یجوز رجوعہ
اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام کا
نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ۔ وفی مودع ما ضیع المال یخبر ۔ اور ایسا کونسا
مودع ہے جسنے مال ضائع نہیں کیا اسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درہم میرے
فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اسسے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہی لغۃ التفضل علی الغیر ولو بغیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل
کرنے سے غیر پر اگرچہ التفضیل بغیر مال کے ہو وشرعا تملیک العین مجانا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین مالک کر دینے
مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک العین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ و بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے
تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف رم نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب
نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اسمیں تاکہ تعریف ہبہ بشرط العوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور
دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب رجوع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف
میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اسکا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین
ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی ۔ وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض
اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صاحب شرح الوہبانیہ نے کہا قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان
اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جس طرح اسپر یہ واجب ہے کہ اسکو
توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جاوے اور وہ نہایت مذموم ہے
اسواسطے کہ حب دنیا سر ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ
قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست
ہو جاؤ ہم اور کسی سبب عارض کے سبب ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتاویگا وشرائط صحتہا
فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیز غیر مشغول کما سنتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب مین یعنی
بخشی چیز مین ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع ممیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا اور زیلعی مین ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے کیونکہ جواز
ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے
اور باقی شرطین موہوب کی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہے کہ موہوب موجود ہو وقت ہبہ کے تو اگر اپنے درخت کے پہل ہبہ کرے جو اس سال پہلینگے تو جائز نہین ہو اسواسطے کہ اس کا محل
معدوم ہے اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور مردار جیسے چیز کا ہبہ صحیح نہین اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی ورکنہا ہو الایجاب والقبول کما سیجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فالہ الرجوع
والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے لیکن غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کردینا جائز ہے مگر سات صورتون کے
جو مذکور ہونگی وعدم صحۃ شرط الخیار فیہا فلو شرط صحت ان اختار قبل التفرق اور ہبہ مین شرط خیار کا صحیح نہ ہونا … تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا … تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو
اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے … کہ مصنف کا قول (وعدم صحۃ خیار الشرط) … الاصول … صحیح ہو اور شرط باطل ہو وکذا لو ابراہ
صح الابراء وبطل الشرط اور اسیطرح اگر … شرط خیار سے … تو صحیح ہو اور شرط باطل ہے کذا فی البحر … کما ہو مفاد … چنانچہ … واقع ہوا الا ہبہ
غیر صحیح ہو وحکمہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح وبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا شرط فاسدہ سے پس اگر غلام کا اس شرط سے ہبہ کیا کہ
موہوب لہ آزاد کردے تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بایجاب کوہبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے جیسے وہبت … یا نحلت … اپنی خوشی سے واطعمتک
ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے کھلایا تیرے کہانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب خوش طبعی … ہو … ہے کہ موہوب لہ … کا اطلاق … مزاح اور خوش طبعی کے سو … ہبہ
بلا مزاح ہبہ کے تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا تھا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کرلیا الخ انتہی اور اسیطرح خلاصہ کی مانند خزانہ کی عبارت ہے
جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے
ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا بحر بخلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیرے کہانے کو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبہ زمین کا
اطعام ہے اسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر کہاتا ہے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا او للاضافۃ الیٰ ما یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا
وجعلتہ لک لان اللام للتملیک یا ایجاب مین اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل کی تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مین نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے
مقرر کردیا ٹھہرادیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہے اور طحطاوی نے کہا یون کہنا اشمل تر تھا او بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک
فانہ لیس بہبۃ بخلاف اس قول کے کہ اسکو مین نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرادیا مقرر کردیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے ہم یہ قول غیر الظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین
خانیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی مین نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرادیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول الظہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہین
کذا فی الطحطاوی وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفید الہبۃ خلاصۃ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اسکے پہلے ایسا
کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ہم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے اور نکاح تو ثابت
نہین اور اباحت فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ
لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مالک نے کہا کہ تجھپر یہ حلال
ہے تو البتہ یہ قول ہبہ ٹھہریگا واعمرتک ہذا الشئ اور مین نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی ہم عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کردے اور بعد موت
موہوب لہ کے پھیر لے سو تملیک صحیح ہو اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے یہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز

موہوب لہ کی ملک ہوا اور اسکے وارثون کی ہو بعد اُسکے کذا فی الزیلعی وحملتک علی ہذہ الدابۃ ناویا بالحمل الہبۃ کا امر اور مین تجکو اس جانور پر سوار کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت
کرے کیونکہ یہ کنایات ہبہ مین مذکور ہو چکا ہم حمل کا ہے یعنی ہبہ اور کا ہے ہبہ بھی عاریت کا محتمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ ضروری ہوئی وکسوتک ہذا الثوب
اور مین نے تجکو یہ کپڑا پہنایا یہ ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا یعنی اُسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اس طرح
نہین بولتے و داری لک ہبۃ اور میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر ہم لفظ ہبۃ منصوب ہے حال ہونیسے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنہا لان قولہ
تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا عمر
بلو عمری ہے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہے واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر بننے کی لیاقت نہین رکھتا
تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اس طرح کہ اسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے
لا اقول ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے
موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبۃ حال ہے اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنی محکم ہے تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا
خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل او حاصل
یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہوگی کذا
فی النوازل وفی البحر غرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو جاتا ہون اپنے فرزند کے نام پر تو قول اقرب صحت ہبہ ہے
ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے اسی ہبہ کا جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے
کذا فی الطحطاوی وصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہبہ عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل
بر بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو
اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث
ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ نونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے ہم یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے
شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے
تو جب تک قبول نہ پایا جاے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ
کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجاے
قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض
مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعدہ
ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض
بعدہ اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمکن
من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا
قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو قبض نہوگا
بسبب اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

سامنے کر دینے سے ہو اسلئے قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں وفی الدرر والمختار صححہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ
لا فاسدہا اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسدہ میں یعنی اگر واہب نے ہبہ صحیح میں موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا
بشرطیکہ ہبہ فاسد نہ ہو فی الاشباہ ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور اشباہ میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ۲ صدقہ
۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جبکہ بعض بدل
مکمل شاہ ہو تو اگر کچھ وصول دونوں کا عوض مقبوض نہ ہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا گیہوں
کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نسیہ نہیں ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف جنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نسیہ نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحلبی
عن المنح ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً
صحیح نہ ہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے
بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض کی ایجاب باعتبار دلالت اور نہی عن القبض
صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہاں جا کر
قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تام ہوتا ہے قبض کامل سے ہم قبض کامل تو منقول میں وہ ہے
جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کر دینے سے ہوتا ہے تا
موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو لا بالتبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں قبض کامل بتبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب
لا مشغولا بہ صح ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب الاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا
وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل ملک واہب ہوگا
تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہ ہوگا یعنی بصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہ ہوگی اور بصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہ ہوگی تو ہبہ کی
صحت ہوگی کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جس میں واہب کا
طعام ہے یا وہ گھر جس میں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جس پر واہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسی طرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہ ہوگا ہم اسواسطے کہ موہوب ملک واہب
مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل
لملک الواہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب کا شاغل ہے نہ مشغول
ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہب لا یمنع تمامہا
تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ہم منجملہ اسکی صورتوں سے
ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں
اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک
ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کالرہن والصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند ہم اسواسطے کہ
قبض شرط ہے رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور ان دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا تجوز

الا ولد وہبۃ الاب لطفلہ اشباہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسی طرح عاریتا
گھر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا
ہبہ صحیح ہے اشباہ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحاوی والتی وہبہا لزوجہا صح لان المراۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول
اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے قبضہ مین ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی ہم صورت اسکی
یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمین ہے اور زوج بھی اسیکے ساتھ اسکے گھر مین رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہوا اسلیئے کہ
زوجہ گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ مین ہے اور مقابل ظاہر مذہب ابو یوسف رحمہ کا قول ہے کہ یہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحاوی وقد ظہر بہت الوہبانیۃ فقلت نظم
ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا تصح المحررہ اور میرے شعر مین تبدیل ڈالی وہبانیہ کی بیت سے یون کہا اور جسمین زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر
ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو یہ صحیح ہے یہی قول محرر یعنی مقرر کیا ہے ہم وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی (ومن وہبت
للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا فقولان یذکر) یعنی جسمین زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو دو قول
اسمین مرقوم ہین یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ اور جوہرہ مین ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت
رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنی جب شاغل بطریق ودیعت
موہوب لہ کے قبضہ مین آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے
قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پہلے کے ہبہ سے وثمر پر اور صوف کی ہبہ سے
غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم ہم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی ہو ومشاع باقی نبا ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان یقسم کبیت
وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر
ہم مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین رہتا
اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید ہوا سطے
لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہے ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اسکے کذا فی الدر قہستانی نے کہا
جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور نہین تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق مین ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہے
کہ جو چیز دو شخصون میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے چنانچہ
گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی
عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ
اکثر کتب فقہ مین ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب ٹھہرا ہم درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ
عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہے اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز مستفاد ہے یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کی طرف منسوب کیا ہے یعنی حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی
فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل

۲۱۱

اشاعت کی صورت قسمت اور تسلیم سے زائل ہوگئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اسمیں نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا اور
تصرف اور واہب کا تصرف اسمیں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ
لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درر میں ہے فصولین سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہے قبض کرنے سے
اور اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہے عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکدتر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے
اسکو شرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ
میں اتفاقی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہے شریک سے
نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر تسلیم کرے تو اعارہ صحیح ہوگا
جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے اور ہبہ مشاع کا ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے نہ محمد رحمہ کے نزدیک برخلاف
غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر
نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے تو واہب کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے
اور شرنبلالیہ میں ہے اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہے قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یمنع
من تمام الہبۃ شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ کے مقارن
اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق
ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل
کرے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا وزرعا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق بعض الشائع فیما
یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہے کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا
پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں ہم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور درر
اور منح میں یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شیٔ واحد کے مانند ہے پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یوں ہوگیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ میں
تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا
الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا لا طاریا کما زعم صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق قبل ہبہ
کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہے اس قول میں
آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو تیسیر میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو روایتیں ہیں
تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی والاصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض
وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اسواسطے کہ یہ ہبہ
مشاع کے مانند ہے ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کرڈالے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کردے تو جائز ہے
بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے وہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے دینے کا ظاہر ہے کہ یہان کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بر ودہن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید ہوگا
یعنی آٹے کو جو گیہون مین بالقوہ ہے اور اس تیل کو جو تلون مین ہے اور اس گھی کو جو دودھ مین ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین ہے اسلیے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مالک
نہوگا اگر بعقد جدید ... عدم جواز کا ہبہ ہے کہ گیہون قبیل ہوکر آٹا ہو جاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہین کذا فی الدرر
وملکہ بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مالک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے
بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اس وقت مین یعنی جبکہ موہوب لہ قابض ہے
ہبہ قبول کیا عمدہ ہی وہ اسکو استعمال کرنے والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک ہے والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہے جبکہ دو قبض ہم جنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ
دونون قبض ہم جنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہین ہوتا ہے پس نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہین اور عدم نیابت ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے
اسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اس شخص کا جسکی
فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ
صغیر انکے عیال مین ہو ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ
اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے
عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اسکے مودع کے ہاتھ مین اسواسطے ہبہ مذکور تمام
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے
تو اسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن
فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون
مین سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود یعنی انکی پرورش اور حمایت مین نہو اور انکے نہونے کے وقت
ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لا لفوات الولایۃ
اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اسکی مان کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر مان اور اجنبی کی پرورش مین ہو
ورنہ اگر پرورش مین نہو تو مان اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل
اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ
حتی لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے
کہ نابالغ نافع محض مین بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اسپر لاحق ہوتا ہے تو
صغیر کا قبول کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز
انتہی مین کہتا ہون لیکن برجندی مین ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے

اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اُسپر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود
نہیں کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہو گیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع
جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہو گیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور
شیبی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات میں اور اسیطرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط ذکر کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل
زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کہتا ہوں و تحریرات علمائے زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جانا زمین ہبہ کی ہوئی میں بشرطیکہ عمارت
اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت نہیں معدود ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے وبوجدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط
زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ
اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں
نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر کان نہایت صغیر تھا وسط تو یہ بھلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو
اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طول طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ
کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی و سمن و جمال و خیاطۃ و صبغ و قصر ثوب و کبر صغیر و سماع اصم و ابصار اعمی و اسلام عبد و مداواتہ و عفو جنایۃ و تعلیم قرآن و کتابۃ
و قراءۃ و نقط مصحف باعرابہ و حمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا و نحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے سفید ہونے کے
اور جوان ہوجانے صغیر اور سننا بہرے کے اور دیکھنا اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجے کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم
تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادنے کے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلا اور مانند
اشیاء مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو
اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور
مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اسکو زیادت متصلہ کی مثال
قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے
تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے یعنی بعض عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو
در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ کالسمن القول للواہب وفی نحو بناء و خیاطۃ وصبغ للموہوب
خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکن قیدہ بما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں
اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہوجانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول
ہے کذا فی الخانیۃ والحاوی اور مانند اسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عبارت کو مقید کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم توضیح اختلاف
یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف
میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی
مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوکہ کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا
اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا اور زیادت

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا وشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب
فلو عوضه البعض عن الباقی لا یصح فله الرجوع فی الباقی اور شرط یہ ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہ ہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دیا تو صحیح نہیں
تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو عوضه بعض الموہوب عن الآخر کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور
اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دیدے تو اگر دونوں چیزیں دو عقدوں میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور
اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ والرجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں
ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھیر دراہم کا بدلا بعینہا یا بغیر عینہا دیا تو رجوع جائز نہ ہوا اور رجوع اسی وقت جائز ہوگا کہ
دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کرڈالا تو خرچ کرنا ہلاک یا مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا
لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے تو عوض اسکا
صحیح ہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے سے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو
عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیۃ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح سو موہوب میں
ستو تھے کچھ موہوب لہ نے پانی سے گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو گویا وہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری
چیز ہوگئی ولو عوضه ولد احدی جاریتین موہوبتین وحدث بعد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوبہ لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ
کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے
عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے
تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض
عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے حکم سے ہو مگر
جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب ہے بخلاف ادائے دین کے
یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے
اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ
جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں
تو اسکے ادا کا امر رجوع کا سبب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس و ملازمت کی قید سے اداء نذر اور کفارہ دینے کا
امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس و ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بالقضاء رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ
علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا
ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ
مع انہ لا یطالب بہما بالحبس ولا بالملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے میں خرچ کر
یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کرلے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیۃ

بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا ابطال اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں مترتب ہونہ باطل ہونا ہے اثر کا بالکل یعنی
زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل ابطال اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع سے الا بہ ہے کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ
جیسے ہونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور درخت ملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہنچتا تو
معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل ابطال اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع السابقۃ کالہبۃ لقرابتہ
جاز ہذا الاتفاق منہا جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ موانع سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں
تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ
اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شیئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے
عقد کو حاکم فسخ کرڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمیں اقالہ کرنا مانع نہیں
بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین
غیر مقبوض ہے وفی الدُرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور دُرر میں ہے حاکم نے حکم کیا ابطال رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع
زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو نہیں ہوسکتا مگر خروج عن الملک میں ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے
پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع
فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار الگ ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھریگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنے
فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوجاوے
پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہہنا لان
قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور
یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں فی الاعارۃ اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت
تلف ہوجائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاءً فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویوخذ بالشفعۃ
ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداءً وانتہاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے
تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط العوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرویۃ سے
پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا
کہ میں نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح
خیار الرویۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک نفس عقد ہی میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم
جائز ہوگا اور قبض شرط نہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معیناً لانہ لو کان مجہولاً بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداءً وانتہاءً

اور اگر عوض

یقینی نہین لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور یہان موت یقینی الوجود ہی لہذا اسکو یہان وصیت کہا جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط یعنی بطریق
عمری جائز ہی اور یہ ہوتا ہے اسکا مالک ہی جسکو مدت العمر کیواسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مالک کر دیا بسبب باطل ہونے کی شرط کے ہم عمری قسم اول یہ ہی کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گہر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بہر اسمین رہے پہر جب یہ موہوب له مر جائے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پہیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب له
اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پہیر لینیکی شرط باطل ہی لا الرقبى لانها تعليق بالخطر رقبہ جائز نہین کیونکہ تعلیق ہی خطر پر ہم رقبی یہ ہی کہ میرا گہر تیرا ہی
بطریق رقبی یعنی اگر مین مر جاؤن تجہسے پہلے تو وہ گہر تیرا ہی اور اگر تو مر جائے مجہسے پہلے تو وہ میرا ہی امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہی کہ یہ ہبہ جائز نہین کیونکہ تعلیق بالخطر
ہے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الدر فاذا لم تصح تكون
عارية شمني لحديث احمد وغيره من اعمر عمرى فهي لمعمره في حياته وموته لا ترقبوا فمن ارقب شيئا فهو سبيل الميراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو وہ اسکا مالک زندگی اور
موت مین وہی شخص ہی جسکو عمر بہر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی مت دو یا کرو جو شخص بطریق رقبی کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبی دینے والے
کی میراث ہی بعث الى امرأته متاعا ولها ايضا وبعثت هي له ايضا ثم ادعى انه عوضا للهبة صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعى الزوج
انه عارية لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هي الاسترداد ايضا يسترد كل منهما ما اعطى اذ لا هبة فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب
بہیجا اور زوجہ نے بہی زوج کے واسطے تحفہ بہیجا ہبہ کے عوض کی تصریح کی یا نکی پہر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے
دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تہا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کہائی اور اسباب کے پہیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بہی پہیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تہا سو پہیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بہی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تہا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بہی باطل ہوگیا ولو استهلك
احدهما العين الآخر ضمنه لانه من استهلك العارية ضمنها خانيه اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بہیجا تہا تو اسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اسکا ضامن ہی کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائیگی تو تاوان لازم
نہوگا کذا فی الطحطاوی هبة الدين ممن عليه الدين وابراؤه عنه يتم من غير قبول اذا لم يوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو
جسپر دین ہی اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانیکا موجب نہو
ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہی اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے اس قبضہ کے جو مستحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لكن يرتد بالرد في المجلس وغيره لما فيه من معنى الاسقاط
وقيل يتقيد بالمجلس كذا في العناية ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہی مجلس اور غیر مجلس مین رد کر دینے سے اسواسطے کہ
اسمین معنی اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہی یعنے رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ
اسمین معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہی لكن في الصيرفية لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم بعد ايام رد لا يرتد في الصحيح
لیکن صیرفیہ مین ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پہر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اسپر یہ استدراک ہی بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہی کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دو قول صحیح ٹہرے کذا فی الطحطاوی ولكن في المجتبى الاصح ان الهبة تمليك والابراء اسقاط لیکن مجتبی مین ہی

صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ مستدرک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک
لیکن یہ مستدرک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المالک
غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں
اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی م جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلادے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے
اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
ومنہ ما لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ
پر ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے م یعنی تسلیط سے بادلالت مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول
یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا
فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ ما علیہ و کان وکیلا بالبیع فصولین اور اسی اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے
کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین م اسکا ہوگا یعنی ادا کرنیوالے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمہ ہے وہ وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمی فی کتاب
الدین عاریۃ حیث یصح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں ہے کہ دائن
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک
ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ
ہو جائیگا اور اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت ومشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک
الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں
کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کر لے
م جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحاشیۃ فی الاشباہ فی
قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ البزازیۃ معطیات ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں
بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاے تو عطا سلطانی اسی شخص کے
واسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا
اسکو دیا جائیگا جسکے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضا غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فی الطحطاوی والصدقۃ کالہبۃ
بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کی مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطا غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکسان ہیں وحینئذ لا تصح
غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اس وقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کی مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا رجوع
فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا
ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الخانیۃ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہی اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اُسمین علما کا اختلاف
ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین لقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی سوا اسلیے کہ تملیک اعم ہی ہبہ سے
باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغائرت اسطرح ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے
تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق
چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل تحفہ شارح کے کتب فقہ الی السلطان لیسالہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا
لہ کالہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن الاقعد او صول القصۃ بسوال القصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُسنے تملیک اراضی محدودہ کی طلب کی
سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا مین نے اُسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ
ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا اُس شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا اور وجہ قیاس یہ ہی
کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ فلیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج
وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا
جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تا کہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لابنہ مالا یتصرف
فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے
تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنی وہ مال سب
وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ ہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اُسی برتن مین مباح ہی یا نہین
جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اُسکو دوسرے برتن مین کھینچے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو
اُسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو
مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا
مالک نہ ہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعا قوما
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان منہا ولا لاہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز
المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو
دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی
اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس
تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

جو دستار خوان پر رکھا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے
کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمیں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر
جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لاجبر علی الصلات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوں پر ہم صلات جمع ہے صلہ
کی اور صلہ عبارت ہے اوس مال سے جو بلا مقابلہ عوض مال کے ہو چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال
وقف صلوں پر زبردستی نہیں مگر چار صلوں پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اوس چیز میں جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال میں ہم تو شفیع کی
تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے و لہذا اگر شفیع مرجاے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایکراہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچویں صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی
صورت وارث سے دینا ہو عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت ودواہب
دین لیس یرجع مطلقا ۰۰ وابراء ذی نصف یصح المحرر ۰۰ اور البتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اوس تنقیح کی ہے جو شرنبلالی کی شرح کے موافق ہے تو میں نے یوں کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے ہم ابرا
نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص اپنا دین معاف کردے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور جو یوں کہا کہ نصف نصیب
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی وشرط علی حجہا او ترک ظلمہ لہا ۰۰ اذا وہبت مہرا ولم یوف یعتبر ۰۰ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے
یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نتھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہاں اگر زوج تادیب حق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہو جائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا ۰۰ وانکاح اخری لم یرد فیظفر ۰۰ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر یاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کروں اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق
نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے شعر وان یبرء الانسان مال مبیعہ ۰۰ فابراؤہ منہ کالدین اظہر ۰۰ اور اگر آدمی نے
اپنے مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابراء ثمن کی صورت
ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعض قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اسکو بائع سے پھیر لیگا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا شعر ومن دون ارض فی البناء صحیحۃ
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ۰۰ اور زمین کے سوا فقط عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمیں توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامل میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ میں تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن میں اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمیں تامل کرو ہم اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور ینابیع اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے
عمارت اسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے
نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت اتقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا
اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی جیسے مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے
ہی انتہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ زرع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور مشک انبار اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو
کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اور کھیر نے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا
استحسان کی وجہ سے گویا اسنے علاحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اون نہ دے اور موہوب لہ لیا کرے تو تاوان اسپر لازم ہوگا انتہی
تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہو گیا یعنے صحت ہبۂ عمارت بلا ارض اس صورت مین ہی جبکہ واہب نے
عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہر زادہ انہ لا یرجع وا ختارہ
بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہر زادہ سے کہ لعض یعنی بعض مشتری
بائع سے ثمن نہ پھیرلے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبلفظ ای نکاح ضرتہا لا نہ یردہ للاباء الیطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ یظفر
اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوجہ ظفر یاب ہوا اسواسطے کہ ابراکے رد کرنے سے اسنے تعلیق طلاق کو
باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل ہو جیسا کہ
کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا کہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اسمین سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال
کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے
شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کے واسطے تو اس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اسکے
واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند
اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے
کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو درمختار بار سوم مطبع نامی صاحب افاضت دستور جناب منشی نولکشور
دام اقبالہ واقع لکھنؤ شہر ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۸۹۲ء مین چھپکر تیار ہوئی